بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر

مقالات القرآن

از افادات

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہ

تحقیق وتدوین

مولانا خلیل احمد تھانوی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ناشر

ادارہ اشرف التحقیق دار العلوم الاسلامیہ

کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور فون: ۵۳۱۳۳۸۵ - ۵۳۲۲۲۱۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولقد یسرنا القرآن للذکر فهل من مدکر

مقالات القرآن

ازافادات فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہ

تحقیق وتدوین

مولانا قاری خلیل احمد تھانوی

ناشر

ادارہ اشرف التحقیق دارالعلوم الاسلامیہ

کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور فون: ۵۴۱۴۳۸۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

نام کتاب: مقالات القرآن

نام مؤلف: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ قدس سرہ

تحقیق وتدوین: مولانا قاری خلیل احمد تھانوی

طباعت اول: ۱۴۲۲ھ / ۲۰۰۱ء

کمپوزرز: علی کمپوزر اینڈ ڈیزائنر۔فون:5414385

باہتمام: ادارہ اشرف التحقیق دار العلوم الاسلامیہ

۲۹۱۔کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ﴾

القرآن

(بے شک ہم نے ہی قرآن پاک کو نازل کیا اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہیں۔)

toobaa-elibrary.blogspot.com

﴿ خیرکم من تعلم القرآن و علمہ ﴾

الحدیث

(تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرآن پاک سیکھے اور سکھائے)

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

فہرست مقالات قرآنی

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	عرض مرتب	۲۵
۲	نظم (کلام الٰہی)	۲۹
	ایک قرن کا خاتمہ	۳۱
۳	حالات	۳۲
۴	انداز تدریس	۳۷
۵	تحریری خدمات	۳۸
۶	افتاء کے کام کی ابتداء	۳۹
۷	انداز فتویٰ	۴۱
۸	فتویٰ میں احتیاط	۴۲
۹	اکابر کے عمل پر نظر	۴۲
۱۰	فتویٰ میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب پر اعتماد	۴۳
۱۱	انداز تحریر	۴۵
۱۲	مسکنت اور بے نفسی	۴۷
۱۳	شگفتگی اور زندہ دلی اور ہمت	۵۰
۱۴	احقر پر خصوصی شفقت اور احسان	۵۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۵	نظم (بروفات حضرت مفتی جمیل احمد تھانویؒ)	۵۵
۱۶	(پہلا مقالہ) قرآن اور ہم	۵۹
۱۷	نعمت عظمیٰ	۶۱
۱۸	صرف ترجمہ کلام الٰہی نہیں ہوسکتا	۶۱
۱۹	انجیل وتوریت وغیرہ کے ترجمہ کی حقیقت	۶۲
۲۰	قرآنی تراجم کے صحیح ہونے کی وجہ	۶۲
۲۱	قرآن کے علاوہ کسی آسمانی کتاب کی صحت کا ثبوت ممکن نہیں	۶۲
۲۲	کتاب الٰہی کے ثبوت کی شرائط	۶۳
۲۳	صرف قرآن سب شرائط پر پورا اترتا ہے	۶۴
۲۴	اعجاز قرآن	۶۴
۲۵	تشریحات قرآن کی حفاظت کے لئے مختلف علوم کی ایجاد	۶۵
۲۶	دین صرف اسلام ہی ہے	۶۵
۲۷	لمحہ فکریہ	۶۶
۲۸	الفاظ ومعنی کی خدمت کیلئے ہم نے کیا کیا؟	۶۶
۲۹	اغیار کی تحریف سے بچانے کیلئے کیا کیا؟	۶۶
۳۰	قیام مدارس میں کیا کوشش کی؟	۶۷
۳۱	صحیح تلفظ میں قرآن پڑھنے اور عملی زندگی میں جاری کرنے میں ہمارا کیا کردار ہے؟	۶۷

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۳۲	حفاظت قرآن میں ہمارا کیا کردار ہے؟	۶۷
۳۳	نعمت عظمیٰ کی ناقدری	۶۸
۳۴	ناقدری کے عذاب سے بچنے کی ترکیب	۶۸
	(دوسرا مقالہ) تحریف قرآن کی مہم	۶۹
۳۵	قرآن کی تشریح کون کرسکتا ہے؟	۷۳
۳۶	قرآنی تشریح صرف نبی کا منصب ہے	۷۳
۳۷	نبی تشریحات خدا سے لیتے ہیں	۷۴
۳۸	تشریح قولی بھی ہے فعلی بھی	۷۴
۳۹	غیر نبی کی تشریح تکذیب وانکار ہے	۷۵
۴۰	کیا صحابہ کو بھی ان علوم کی ضرورت تھی؟	۷۵
۴۱	تشریحات نبویہ کا ثبوت	۷۶
۴۲	خود تراشیدہ مفہوم کو خدائی حکم کہنا خدائی کا دعویٰ یا خدا پر بہتان ہے	۷۸
۴۳	پھر نئے تقاضوں کا کیا علاج؟	۷۸
۴۴	کیا مسلمان نئی تشریح مان سکتے ہیں؟	۷۹
۴۵	ناواقفوں کو تشریح کا حق کہیں نہیں	۸۰
۴۶	نئی تشریحات تکمیل دین کا انکار ہیں	۸۱
۴۷	نئی تشریح کفر تک پہنچاتی ہے	۸۳
۴۸	عائلی قوانین کے نقصانات	۸۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	(تیسرا مقالہ) قرآن مجید میں لفظی تحریف	۸۹
۴۹	سوال	۹۱
۵۰	جواب	۹۲
۵۱	قرآن کو غیر عربی میں لکھنا تحریف ہے	۹۳
۵۲	انگریزی میں قرآن لکھنے سے بعض شکلوں میں معنی بدل کر کفر لازم آتا ہے	۹۴
۵۳	انگریزی تلفظ فساد نماز کا سبب ہوگا	۹۴
۵۴	انگریزی میں اعراب نہ ہونے کی وجہ سے اشتباہ ہوگا	۹۴
۵۵	غیر عربی میں لکھا ہوا قرآن وحی نہیں کہلا سکتا	۹۵
۵۶	حروف کی کمی لازم آئے گی	۹۵
۵۷	فتحہ کا الف سے بدل جانا	۹۵
۵۸	O اور W کے استعمال سے بھی کبھی تحریف لازم آتی ہے	۹۶
۵۹	مخرج اور صفت کی تبدیلی سے معنی بدل جاتے ہیں	۹۶
۶۰	حرف کی تبدیلی	۹۷
۶۱	اجماع کی مخالفت لازم آئے گی	۹۷
۶۲	ترک تعظیم کا گناہ لازم آئے گا	۹۷
۶۳	کلام عربی نہ رہے گا	۹۸
۶۴	قرآن کا مہمل ہونا لازم آئے گا	۹۸

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۶۵	عدم ادغام کی وجہ سے تحریف لازم آئے گی	۹۸
۶۶	قرآن کا حضور ﷺ کے لہجہ میں پڑھنا ضروری ہے	۹۹
۶۷	غیر عربی میں لکھنا حفاظت خداوندی کے خلاف ہے	۹۹
۶۸	تحریف قرآن لازم آئے گی	۱۰۰
۶۹	ثواب سے محرومی	۱۰۰
۷۰	عظیم خسارہ	۱۰۱
۷۱	جنتی زبان سے دشمنی	۱۰۱
۷۲	قرآن عربی میں پڑھنا لازم ہے	۱۰۱
۷۳	اللہ تعالیٰ پر تہمت	۱۰۲
۷۴	غیر عربی حروف کو کلام اللہ نہیں کہہ سکتے	۱۰۲
۷۵	لوح محفوظ میں عربی الفاظ محفوظ ہیں	۱۰۳
۷۶	غیر عربی میں لکھا ہوا قرآن عربی قرآن کے برابر نہیں ہو سکتا	۱۰۳
۷۷	ایک عظیم خطرہ	۱۰۳
۷۸	خطرناک سازش	۱۰۴
۷۹	تحریف لفظی و معنوی کا لزوم	۱۰۵
۸۰	قواعد عربیہ کا خیال نہ رکھنے سے تحریف لازم آئیگی	۱۰۶
۸۱	بعض عربی الفاظ کا مترادف دوسری زبان میں ہے ہی نہیں۔	۱۰۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۸۲	غیر عربی میں ادغام ممکن نہیں	۱۰۸
۸۳	مشدد حروف کی تبدیلی سے معنیٰ میں تحریف	۱۰۸
۸۴	عین کو A سے لکھنے سے معنیٰ میں تغیر ہو کر حرام ہوگا	۱۰۸
۸۵	اللہ پر بہتان	۱۰۹
۸۶	قرآن عربی مبین کی مخالفت	۱۰۹
۸۷	الف کی مختلف شکلیں	۱۰۹
۸۸	رسم قرآن میں تحریف	۱۱۰
۸۹	وقف و وصل میں تحریف	۱۱۰
۹۰	اہتمام وقف و وصل	۱۱۱
۹۱	راء کے قواعد سے ذہول	۱۱۱
۹۲	ادغام کے قواعد سے ذہول	۱۱۲
۹۳	غیر عربی میں قواعد کا اہتمام ممکن نہیں	۱۱۲
۹۴	اتباع جبرئیل کا ترک لازم آئیگا	۱۱۳
۹۵	شبہ اور اس کا جواب	۱۱۳
۹۶	تغیر معنی کی مثال	۱۱۴
	(چوتھا مقالہ) ملحدین اور قرآن کی طباعت وفروخت	**۱۱۵**
۹۷	سوال	۱۱۷
۹۸	الجواب	۱۱۸
۹۹	کفار کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کی مختلف اقسام	۱۱۹

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۰۰	اگر اہانت کا خوف ہو تو قرآن کفار کے ملک میں بھیجنا بھی جائز نہیں	۱۲۲
۱۰۱	جہاد میں چھوٹے لشکروں میں قرآن لے جانے کی ممانعت	۱۲۴
۱۰۲	اجماع امت	۱۲۴
۱۰۳	کفار کو قرآن پاک فروخت کرنا منع ہے	۱۲۴
۱۰۴	کفار کو دینی کتابیں فروخت کرنا منع ہے	۱۲۵
۱۰۵	کسی کافر کو قرآن شریف مَس کرنے دینا جائز نہیں	۱۲۵
۱۰۶	کافر کو قرآن پڑھانا جائز نہیں	۱۲۷
۱۰۷	شبہ	۱۲۸
۱۰۸	جواب	۱۲۸
۱۰۹	دوسرا شبہ	۱۲۹
۱۱۰	جواب	۱۳۰
۱۱۱	تیسرا شبہ	۱۳۰
۱۱۲	جواب	۱۳۱
۱۱۳	حضرت عمرؓ کو حالت کفر میں قرآن چھونے اور پڑھنے کی اجازت دینے کی وجوہات	۱۳۲
۱۱۴	چوتھا شبہ	۱۳۴
۱۱۵	جواب	۱۳۴

toobaa-elibrary.blogspot.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۱۶	پانچواں شبہ	۱۳۵
۱۱۷	جواب	۱۳۵
۱۱۸	قرآن پاک کی تصحیح اور رسم الخط کی حفاظت فرض ہے	۱۳۵
۱۱۹	کافر کو اجازت طباعت دینے میں بے حرمتی یقینی ہے	۱۳۶
۱۲۰	ممبران اسمبلی اور سربراہان کی ذمہ داری	۱۳۶
۱۲۱	عوام کی ذمہ داری	۱۳۷
۱۲۲	حکومت وقت کی ذمہ داری	۱۳۷
۱۲۳	شبہ	۱۳۸
۱۲۴	جواب	۱۳۸
۱۲۵	شبہ	۱۳۹
۱۲۶	جواب	۱۳۹
	(پانچواں مقالہ) عالمی مجلس قرأت	۱۴۳
۱۲۷	اعتراض نمبر ۱	۱۴۵
۱۲۸	جواب	۱۴۵
۱۲۹	قرآن الفاظ اور معنی کے مجموعہ کا نام ہے	۱۴۵
۱۳۰	الفاظ قرآن بھی مقصود ہیں	۱۴۶
۱۳۱	قرآن کے الفاظ وحرکات کی صحیح ادائیگی فرض ہے	۱۴۷
۱۳۲	تلاوت میں خوش آوازی مطلوب ہے	۱۴۷
۱۳۳	الفاظ ومعنی دونوں کی رعایت ضروری ہے	۱۴۸

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۳۴	اعتراض نمبر ۲	۱۴۸
۱۳۵	جواب	۱۴۹
۱۳۶	قاری کی تلاوت میں چار احتمال	۱۴۹
۱۳۷	بدگمانی سے بچو	۱۵۰
۱۳۸	مسلمان کا دل خوش کرنے کے لئے عمدہ آواز سے پڑھنا	۱۵۰
۱۳۹	محفل قرأت کے فوائد	۱۵۱
۱۴۰	قرأت سننے والوں کا فائدہ ہی فائدہ	۱۵۲
۱۴۱	اعتراض نمبر ۳	۱۵۳
۱۴۲	جواب	۱۵۳
۱۴۳	تلاوت میں خوش آوازی اختیار کرنے کا حکم	۱۵۳
۱۴۴	گانے اور تجوید میں فرق	۱۵۵
۱۴۵	خوش آوازی کی دو صورتیں	۱۵۶
۱۴۶	اعتراض نمبر ۴	۱۵۶
۱۴۷	جواب	۱۵۷
۱۴۸	مجلس قرأت میں شرکت کی دعوت کارِ ثواب ہے	۱۵۷
۱۴۹	اعتراض نمبر ۵	۱۵۷
۱۵۰	جواب	۱۵۸
۱۵۱	تجوید کے ساتھ قرآن پاک کا لوگوں تک پہنچانا واجب ہے	۱۵۸
۱۵۲	پوری تجوید منزل من اللہ ہے	۱۵۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۵۳	قرأت قرآن عملی تبلیغ ہے	۱۶۰
۱۵۴	حضور ﷺ کا لوگوں کو جمع کر کے قرآن سنانا	۱۶۰
۱۵۵	اعتراض نمبر۶	۱۶۱
۱۵۶	جواب	۱۶۱
۱۵۷	تبلیغی اجتماعات کی اہمیت	۱۶۱
۱۵۸	مجلس قرأت کے فوائد	۱۶۲
۱۵۹	اعتراض نمبر۷	۱۶۲
۱۶۰	جواب	۱۶۳
۱۶۱	محفل قرأت کو کھوکھلے مظاہرے کہنا غلط ہے	۱۶۳
۱۶۲	قرآن کے شمع ہدایت ہونے اور سنوار کر پڑھنے میں کوئی تعارض نہیں	۱۶۴
۱۶۳	اعتراض نمبر۸	۱۶۵
۱۶۴	جواب	۱۶۵
۱۶۵	مجلس قرأت کو لہو ولعب کا سبب قرار دینا درست نہیں	۱۶۵
۱۶۶	اعتراض نمبر۹	۱۶۶
۱۶۷	جواب	۱۶۶
۱۶۸	محفل قرأت میں قدر ضرورت روشنی کی اجزت	۱۶۶
۱۶۹	محفل قرأت کیلئے گیٹ بنانا، جھنڈیاں لگانا اسراف ہے	۱۶۶
۱۷۰	قراء کے لئے اسٹیج کی حقیقت	۱۶۷

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۷۱	صدر مجلس کی حقیقت	۱۶۷
۱۷۲	مجلس قرأت میں تالی بجانا منع ہے	۱۶۸
۱۷۳	مجلس قرأت میں اچھل کود کر داد دینے کی ممانعت	۱۶۸
۱۷۴	حسن قرأت پر داد دینے کا عمدہ طریقہ	۱۶۸
۱۷۵	قاری کی آمد پر نعرہ تکبیر اللہ اکبر کہنا جائز نہیں	۱۶۹
۱۷۶	اعتراض نمبر۱۰	۱۶۹
۱۷۷	جواب	۱۷۰
۱۷۸	محفل قرأت میں تلاوت پر اجرت حرام ہے	۱۷۰
۱۷۹	قاری کیلئے کرایہ آمد ورفت لینا جائز ہے	۱۷۰
(چھٹا مقالہ)	**صدق اللہ العظیم بعد تلاوت مستحب ہے**	۱۷۱
۱۸۰	سوال	۱۷۳
۱۸۱	الجواب	۱۷۳
۱۸۲	نمبر۱	۱۷۵
۱۸۳	نمبر۲	۱۷۵
۱۸۴	نمبر۳	۱۷۵
۱۸۵	نمبر۴	۱۷۵
۱۸۶	نمبر۵	۱۷۶
۱۸۷	نمبر۶	۱۷۶
۱۸۸	صدق اللہ العظیم پڑھنے کے دلائل	۱۷۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۸۹	صدق اللہ العظیم بدعت نہیں	۱۷۷
	(ساتواں مقالہ) **فلم قصص القرآن**	۱۸۱
۱۹۰	تصاویر کا حکم	۱۸۳
۱۹۱	عورت کی آواز عورت ہے	۱۸۳
۱۹۲	قرآن پاک کے اجزاء کو لہو ولعب بنانا	۱۸۴
۱۹۳	توہین قرآن کا سبب	۱۸۴
۱۹۴	قرآن کی عظمت مجروح ہوتی ہے	۱۸۴
۱۹۵	قرآن کے قصص میں احکام مضمر ہیں	۱۸۵
۱۹۶	فلم قصص القرآن کا عظیم نقصان	۱۸۶
۱۹۷	اسلام دشمنی	۱۸۶
۱۹۸	اللہ ورسول ﷺ پر تہمت	۱۸۷
۱۹۹	اسلام ومسلمان دشمنی	۱۸۷
۲۰۰	ایک عظیم خطرہ	۱۸۷
	(آٹھواں مقالہ) **مسائل القرآن**	۱۸۹
۲۰۱	بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمه الخ	۱۹۲
۲۰۲	بلا تحقیق کسی کے بارہ میں رائے قائم کرنا	۱۹۳
۲۰۳	صحابہ کے بارہ میں لب کشائی ظلم ہے	۱۹۳
۲۰۴	ائمہ کے اجتہاد پر آجکل کے ایک عالم کی نکتہ چینی	۱۹۳

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۲۰۵	محققین صوفیاء پر طعن کرنا درست نہیں	۱۹۳
۲۰۶	بہتان وغیبت کی برائی	۱۹۴
۲۰۷	حقیقت تنقید	۱۹۴
۲۰۸	قاعدہ کلیہ	۱۹۵
۲۰۹	کس کی رائے معتبر ہے	۱۹۵
۲۱۰	اسباب کفر	۱۹۵
۲۱۱	صفات الٰہی، انبیاء علیہم السلام اور احادیث متواترہ کی تکذیب وتوہین کفر ہے	۱۹۶
۲۱۲	ترجمہ قرآن کیلئے علوم متعارفہ کی ضرورت	۱۹۷
۲۱۳	احاطہ علم کے معنی	۱۹۷
۲۱۴	علم الصرف اور علم لغت کی ضرورت	۱۹۷
۲۱۵	علم نحو کی ضرورت	۱۹۸
۲۱۶	علم معانی کی ضرورت	۱۹۸
۲۱۷	علم تجوید کی ضرورت	۱۹۸
۲۱۸	مفہوم قرآن کی وضاحت کی صورتیں	۱۹۹
۲۱۹	علم حدیث وتفسیر واصول فقہ کی ضرورت	۱۹۹
۲۲۰	قرآن فہمی کیلئے آیت سے مندرجہ ذیل علوم کی ضرورت کا اثبات	۲۰۰
۲۲۱	علم کلام، علم فقہ اور علم تصوف کا قرآن سے ثبوت	۲۰۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۲۲۲	مذکورہ بالا علوم کی مہارت کے بغیر ترجمہ اور تشریح کرنا سب گمراہی ہے	۲۰۱
۲۲۳	علوم متعارفہ حاصل کیے بغیر درس قرآن کا نقصان	۲۰۱
۲۲۴	غیر عالم کے درس قرآن کا حکم	۲۰۲
۲۲۵	غیر عالم کی تفسیر قرآن کا حکم	۲۰۲
۲۲۶	آیت سے درس نظامی کے حصول کا ثبوت	۲۰۳
۲۲۷	آیت کی تشریح	۲۰۴
۲۲۸	غیر منقول تفسیر کے جواز کی شرائط	۲۰۵
۲۲۹	غیر منقول تفسیر کے جواز کے دلائل	۲۰۷
۲۳۰	غیر منقول تفسیر کے عدم جواز سے متعلق احادیث	۲۰۸
۲۳۱	مذکورہ آیات واحادیث میں تطبیق	۲۰۹
۲۳۲	کن آیات میں غیر منقول تفسیر بشرائط معتبر ہے	۲۱۰
۲۳۳	تفسیری نکات	۲۱۱
۲۳۴	کافر ایک ملت ہیں	۲۱۲
۲۳۵	حضور ﷺ کے لئے قیاس کی اجازت	۲۱۲
۲۳۶	ظلم کی تعریف	۲۱۲
۲۳۷	فقہ میں مذکورہ کلمات جن سے کفر لازم آتا ہے کا اثبات	۲۱۳
	جمیل اللطائف (نکات القرآن)	۲۱۵
۲۳۸	تمہید برائے جمیل اللطائف	۲۱۷

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۲۳۹	جمیل اللطائف	۲۱۸
۲۴۰	آداب ضیافت	۲۱۹
۲۴۱	مہمان کو زیادہ دیر انتظار نہ کرائے	۲۱۹
۲۴۲	مہمان کی خدمت خود کرے	۲۱۹
۲۴۳	ماحضر پیش کرے	۲۲۰
۲۴۴	مہمان کے لئے کھانا وافر ہونا چاہئے	۲۲۰
۲۴۵	کھانے پر درجہ توسط کا لحاظ رکھے	۲۲۰
۲۴۶	کھانا غذائیت سے بھرپور ہونا چاہئے	۲۲۰
۲۴۷	گوشت بہترین غذا ہے	۲۲۰
۲۴۸	قرض ادھار کر کے مہمانی کرنا ضروری نہیں	۲۲۱
۲۴۹	ذات وصنعت دونوں اعتبار سے کھانا بہتر ہو	۲۲۱
۲۵۰	حضرت ابراہیم کے بچھڑا ذبح کرنے کی وجہ	۲۲۲
۲۵۱	سنت کی اقسام	۲۲۲
۲۵۲	نمائش نمود کی ایک صورت	۲۲۲
	قربانی	۲۲۳
۲۵۳	قربانی جان کا فدیہ ہے	۲۲۳
۲۵۴	شکار کردہ جانور کی قربانی درست نہیں	۲۲۳
۲۵۵	مال ورقم بجائے قربانی دینا درست نہیں	۲۲۴
۲۵۶	حلال جانوروں کی قربانی	۲۲۴

toobaa-elibrary.blogspot.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۲۵۷	قربانی میں بکرا وغیرہ اور ساتواں حصہ مقرر ہونے کی وجہ	۲۲۳
۲۵۸	مرغی وغیرہ کی قربانی درست نہیں	۲۲۴
۲۵۹	قربانی نبی کی جان کا فدیہ	۲۲۵
۲۶۰	قربانی کے بجائے صدقہ خیرات درست نہیں	۲۲۵
۲۶۱	قربانی میں ذبح ضروری ہے	۲۲۶
۲۶۲	قربانی کے فدیہ عظیم ہونے کی وجہ	۲۲۶
۲۶۳	قربانی کا انکار موجب عذاب ہے	۲۲۷
۲۶۴	قربانی کس پر واجب ہے؟	۲۲۷
۲۶۵	صاحب ثروت پر وجوب	۲۲۷
۲۶۶	قربانی کے لئے خرید کردہ جانور ایام قربانی کے بعد خیرات کرنا	۲۲۸
۲۶۷	بجائے قربانی بچہ کو ذبح کرنا حرام ہے	۲۲۸
	رضاعت (دودھ کا رشتہ)	
۲۶۸	مسئلہ رضاعت کی وضاحت	۲۲۹
۲۶۹	رضاعت (دودھ کا رشتہ)	۲۳۱
۲۷۰	دودھ پلانے والی ماں ہے	۲۳۱
۲۷۱	مرضعہ کے رشتہ داروں سے رشتہ داریوں کا قیام	۲۳۱
۲۷۲	مرضعہ کے دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ حرمت کی حد	۲۳۲
۲۷۳	جو رشتے نسب میں حرام، رضاعت میں بھی حرام	۲۳۲

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۲۷۴	رضاعی بہن بھائیوں کی اولاد میں کون کون محرم ہے	۲۳۴
۲۷۵	رشتہ رضاعت کی حقیقت	۲۳۵
	فہرست اعجاز کوثر	
۲۷۶	ماقبل سورۃ سے تقابل	۲۴۴
۲۷۷	تفسیر اعجاز کوثر	۲۴۵
۲۷۸	تحقیق معنی الکوثر	۲۴۶
۲۷۹	لفظ اعطاء اور اس کے مترادفات کی لغوی تحقیق	۲۵۱
۲۸۰	اعطینا کہنے کی وجہ	۲۵۶
۲۸۱	مختلف قابل الاستعمال صیغے	۲۵۷
۲۸۲	نحر کے معنی	۲۶۲
۲۸۳	فصلّ کے معنی	۲۶۴
۲۸۴	فصل لربك وانحر	۲۶۹
۲۸۵	لربك	۲۶۸
۲۸۶	وانحر	۲۶۸
۲۸۷	قوله تعالى وانحر	۲۶۹
۲۸۸	ان شانئك هو الابتر	۲۶۹
۲۸۹	شانئک اور اس کے مترادفات کی تحقیق	۲۶۹
۲۹۰	دلائل اعجاز قرآن بصورت تحدی	۲۷۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۲۹۱	اعطاء کوثر کے فوائد	۲۷۷
۲۹۲	نماز و قربانی کے حکم کے فوائد	۲۷۹
۲۹۳	قوله ان شانئك فيه خمس فوائد	۲۸۰
۲۹۴	قرآن ہزاروں معجزات پر مشتمل ہے	۲۸۲
۲۹۵	قرآنی معجزات ہمیشہ کے لئے ہیں	۲۸۳
۲۹۶	ساری دنیا کے لیے چیلنج	۲۸۴
۲۹۷	نظم ختم القرآن پر مبارک باد	۲۸۶

عرض مرتب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ☆

گذشتہ کئی برس سے جامعہ دار العلوم الاسلامیہ کا شعبۂ اشرف التحقیق مختلف تحقیقی تصنیفی وتالیفی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ اب تک ۸۰ سے زائد مواعظ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ عنوانات اور حواشی کے اضافہ کے ساتھ طبع کر چکا ہے جمیل الفتاویٰ اور احکام القرآن کی ترتیب وتصحیح کا کام بھی اس ادارے میں ہو رہا ہے، اور جب سے فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ نور اللہ مرقدہ کا انتقال ہوا ہے ہماری یہ کوشش ہے کہ حضرتؒ کے اُن علمی شاہپاروں کو جو مختلف اخبارات ورسائل میں بکھرے ہوئے ہیں یکجا کر کے عنوانات وحواشی کے اضافہ کے ساتھ کتابی شکل میں ہدیہ قارئین کئے جائیں۔

چنانچہ اس سلسلے کی پہلی کڑی حضرتؒ کا ایک طویل مضمون دلائل وجوب قربانی کتابی شکل میں مرتب کر کے پیش کیا گیا اس کے بعد سیرت طیبہ پر مشتمل چار وقیع مقالے، نبی کل کائنات، ذکر رسولؐ، عصمت انبیاءؑ، حیات النبیؐ مقالات سیرت کے نام سے پیش کئے گئے۔

اور اب مقالات القرآن کا ایک مجموعہ آپ حضرات کے ہاتوں میں ہے اس مجوعہ کا پہلا مقالہ قرآن اور ہم اب سے کئی برس قبل خدام الدین میں طبع ہوا تھا جس میں اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ دنیا میں صرف مسلمان ہی ایک واحد قوم ہے جس کے پاس اللہ کا

toobaa-elibrary.blogspot.com

کلام اپنی اصل شکل وصورت میں موجود ہے اور ساتھ ہی اس بات کا گلہ بھی ہے کہ ہم نے اس نعمت کی قدر نہیں کی۔

دوسرا مقالہ جو ترجمان اسلام میں طبع ہوا تھا جس میں ادارہ ثقافت اسلامی کے ایک اجلاس میں یہ بات کہی گئی تھی کہ قرآن پاک کی تشریحات ہر زمانے میں حالات کے تقاضوں کے مطابق کی جاسکتی ہے حضرتؒ نے اس کا رد کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ قرآن پاک کی وہی تشریح معتبر ہے جو حضور ﷺ اور کبار صحابہ سے منقول ہو۔

تیسرا مقالہ ماہنامہ الاشرف کراچی میں طبع ہوا تھا جس میں اس بات پر پچاس عقلی دلائل دیئے ہیں کہ قرآن کریم عربی کے علاوہ کسی بھی زبان مثلاً رومن انگلش وغیرہ میں لکھنا درست نہیں۔

چوتھا مقالہ ماہنامہ الخیر میں طبع ہوا جس میں اس بات کو انتہائی تحقیق کے ساتھ بیان کیا گیا کہ قرآن پاک کی طباعت وفروخت کی اجازت کسی غیر مسلم کو دینا ہرگز جائز نہیں۔ یہ مقالہ ١٣٦٠ھ میں حضرت تھانویؒ کے سامنے تحریر کیا گیا تھا اور حضرتؒ نے بھی اس پر اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

پانچواں مقالہ ہفت روزہ خدام الدین میں طبع ہوا جس میں محافل قراءت جو منعقد کی جاتی ہیں ان کی شرعی حیثیت کو ثابت کیا گیا ہے اور اس پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات ہیں۔

چھٹا مقالہ دراصل ایک صاحب کے اس اعتراض کے جواب میں لکھا گیا کہ بعد تلاوت ''صدق اللہ العظیم'' پڑھنا بدعت ہے۔

ساتواں مقالہ کچھ بے دین لوگوں نے ایک فلم قرآن پاک میں مذکور قصص پر بنائی تھی جس کے رد میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ نے البلاغ میں ایک

اداریہ لکھا تھا مفتی صاحب نے اس کے تکملے کے طور پر مزید اس بات کے رد میں دلائل لکھے کہ قرآن میں مذکور قصص پر فلم بنانا ہرگز جائز نہیں ہے یہ البلاغ میں طبع ہوا تھا۔

آٹھواں مقالہ مسائل القرآن کے نام سے ہے مفتی صاحبؒ نے حضرت تھانویؒ کے حکم سے جو احکام القرآن عربی میں لکھی تھی اس کا اردو ترجمہ شروع کیا تھا اور اس کا نام مسائل القرآن رکھا تھا لیکن افسوس کہ وہ مکمل نہ ہوسکا اور اسکی صرف پہلی قسط ہی خدام الدین میں چھپی تھی جس میں مدارس دینیہ میں درس نظامی کے تحت جو علوم وفنون پڑھائے جاتے ہیں ان کا اثبات قرآن حکیم کی آیت سے کیا گیا ہے قابل دید ہے۔

نواں مقالہ: حضرت مفتی صاحبؒ نے آخر عمر میں نکات کو جمع کرنا شروع کیا تھا اور اس کا نام ''جمیل اللطائف'' رکھا تھا افسوس کہ یہ سلسلہ جو کہ بالکل آخر عمر میں شروع کیا تھا پورا نہ ہوسکا اگر مکمل ہوتا تو عجیب وغریب تفسیر ہوتی۔ اس میں میزبانی، قربانی اور رضاعت کے مسائل کو قرآن پاک کی ایک ایک آیت سے عجیب انداز میں مستنبط کیا ہے جو قابل دید ہے احقر نے ان تمام مقالات کو مرتب کر کے ان پر عنوانات قائم کیے اور کہیں کہیں حواشی کا اضافہ بھی کیا ہے۔

دسواں مقالہ: مفتی صاحب قدس سرہ نے اس بات کے اثبات کے لئے کہ قرآن حکیم میں جہاں جو لفظ استعمال کیا گیا ہے اور اس کو جس معنی میں استعمال کیا گیا ہے عربی لغت ومعنیٰ کے اعتبار سے وہ سب سے بہتر ہے، اس سے بہتر الفاظ اور تعبیر اختیار نہیں کی جاسکتی۔ یہی قرآن کا اعجاز ہے کہ اس کی مثل لانے سے قیامت تک ہر شخص عاجز رہے گا اس مضمون میں مفتی صاحبؒ نے قرآن کریم کی سب سے چھوٹی سورۃ ''الکوثر'' کی تفسیر لکھی ہے جس میں اس سورۃ میں مذکور الفاظ کے مترادف الفاظ ذکر کر کے قرآن میں مذکور الفاظ کی خوبی کو ظاہر کیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

قرآن پاک کی اس تعبیر میں جو نکات ہیں ان کا بھی اظہار کیا ہے جو قابل دید ہے۔ یہ مضمون مفتی صاحبؒ نے عمر کے آخری ایام میں تحریر فرمایا تھا پھر کتابوں میں رکھ کر بھول گئے اور طبع نہ ہو سکا اس کی گمشدگی کا حضرتؒ کو بہت افسوس تھا مقالات القرآن کی جب ٹریسنگ بھی نکل چکی تھی تو اچانک ایک روز کتابوں میں سے مِل گیا، حضرت مولانا مشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ العالی نے فرمایا اس کو مقالات القرآن کا حصہ بنا کر طبع کر دیا جائے تاکہ حضرتؒ کی خواہش کی تکمیل ہو جائے اور علماء و عوام اس سے مستفید ہو سکیں۔ اس مضمون پر احقر نے عنوانات قائم کئے اور کچھ حواشی لکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نافع بنائے۔

اس کتاب کے شروع میں استاد مکرم حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی مدظلہ کا مضمون ''ایک قرن کا اختتام'' بھی شامل کیا گیا ہے جس میں حضرت مفتی صاحبؒ کی زندگی کے مختصر حالات اور آپکی شخصیت کا ایک عکس قارئین کو نظر آئے گا۔

شروع میں مفتی صاحبؒ کی ایک نظم ''کلام الٰہی'' اور آخر میں مولانا محمود اشرف صاحب کے ختم قرآن پر لکھی گئی ایک نظم بھی شامل کی گئی ہے اس کے بعد ان شاء اللہ مفتی صاحبؒ کے فقہی مقالات اور سیاسی مقالات کو بھی پیش کرنے کا ارادہ ہے احباب سے درخواست ہیکہ وہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ جلد اس کام کی تکمیل بھی کروادیں۔

اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ وہ میری اس کوشش کو قبول فرما کر ذخیرہ آخرت بنائے اور میرے والدین کے لئے اس کو بلندی درجات کا باعث بنائے۔ آمین۔

خلیل احمد تھانوی

خادم ادارہ اشرف التحقیق

کلام الٰہی

(از جناب مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور)

حضورِ محمد علیہ السلام
نبوّت کے سرمایہ' اختتام

ہُوا اِن پہ نازل جو نادر کلام
ہے وحی الٰہی کا مسک الختام

نبیؐ آخری اور وحی آخری
چلیں تابہ آخر یہ دونوں نظام

وہ اوصافِ معجز کے میزان کل
یہ احکام حقّہ کی جمع تمام

رسالت کا جنّ و بشر تک عموم
تو قرآں کا ہر حکم ہر اک کو عام

نبوّت ہے جب تا ابد دائمی
ہے قرآن بھی معجزہ بالدوام

وہ قصرِ نبوّت کی خشت آخری
اخیروں کو یہ آخری اِک پیام

وہ ختم المذاہب یہ ختم الامم
وہ ختم رسالت یہ ختم کلام

نبی ازازل تا ابد بے مثل
کلام ازل بے بذل لاکلام

toobaa-elibrary.blogspot.com

نہ مخلوق خالق کبھی بن سکے
نہ پھر لے سکے مثل کا کوئی نام

حفاظت کا وعدہ ہے اس کے لئے
کہ اس پر ہے بنیادِ دینِ مدام

وہ ہر حرف پر نیکیاں دس ثواب
وہ ہر لفظ میں کیف ہر صبح وشام

بپاسِ حبیبؐ اتنا لطف وکرم
کہ ہیں بندہ بندہ سے خود ہمکلام

زہے قسمتِ راہ غارِ حرا
وہ آغازِ 'اقراء' کا اوّل مقام

وہ عرفات وعرفہ وہ جمعہ کا دن
کہ ''الیوم اکملت'' تھا اختتام

ہر اک وصف کی انتہا وصفِ حق
کلام خدا انتہائے کلام

ہر آیت ہے جب دائمی معجزہ
ہزاروں ہیں یہ معجزاتِ عظام

کہاں اور ہے اب خدائی کتاب
کہ ہو بالیقیں حرف حرف اس کا عام

نہیں کوئی بھی اتنی لمبی کتاب
کہ حفظ اس کو کر پائے ہر خاص وعام

حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی مدظلہ
مفتی واستاذ الحدیث دار العلوم کراچی

زیر نظر مضمون نہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی سوانح حیات ہے، نہ ان کے غیر معمولی کمالات وصفات کا آئینہ دار۔ ان سب کے لیے مستقل تصنیف کی ضرورت ہے یہ آئندہ۔ طور تو محض اپنے محسن وشفیق استاذ کے ساتھ تعلق خاطر کی چند یادداشتوں کا مجموعہ ہے امید ہے کہ یہ مضمون اس حیثیت سے پڑھا جائیگا۔ محمود عفی عنہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی صاحب کا انتقال

ایک قرن کا اختتام

۲۱ رجب ۱۴۱۵ھ بروز اتوار مطابق ۲۵ دسمبر ۱۹۹۴ء کی صبح بعد نماز فجر استاذ محترم مربی ومشفق، فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا ایک نسل، ایک پورے قرن کا خاتمہ ہوگیا۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' حضرت مفتی صاحب قدس سرہ غالباً اس وقت برصغیر کے وہ واحد عالم دین تھے جنہوں نے شیخ وقت، محدث بے بدل استاذ الاکابر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اور حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ سے نہ صرف باقاعدہ علمی استفادہ اور کسب فیض کیا تھا بلکہ ان دونوں جلیل القدر شخصیات کی صحبت بابرکت اور فیض تربیت سے اپنے آپ کو منور کیا تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حالات

حضرت مفتی صاحبؒ غالباً ۱۳۲۲ھ /۱۹۰۳ء کے لگ بھگ تھانہ بھون میں پیدا ہوئے، مدرسہ کی ابتدائی تعلیم راجوپور ضلع سہارنپور میں شروع ہوئی جہاں آپ کی ننھیال مقیم تھی پھر اسکول کی ابتدائی تعلیم علی گڑھ میں حاصل کی جہاں والد صاحب ملازمت کے سلسلے میں مقیم تھے، مگر اسکول کی تعلیم سے جلد ہی دل اچاٹ ہوگیا اور مدرسہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون آکر ابتدائی فارسی اور عربی کتب پڑھنا شروع کیں، مولانا اشفاق احمد صاحبؒ نے جلال آباد میں مدرسہ قائم کیا تو شرح جامی اور اعلیٰ کتب وہاں پڑھیں۔ مگر پھر حضرت سہارنپوری قدس سرہ کے ارشاد کے مطابق مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور تشریف لے آئے اور بقیہ ساری تعلیم یہیں مکمل کر کے ۱۳۴۲ھ میں سند فراغت حاصل کی۔ دورۂ حدیث میں تمام طلباء میں سب سے اوّل رہے، جس پر حضرت سہارنپوریؒ نے انعام میں کئی کتابیں اور ایک گھڑی عطا فرمائی اور کتب حدیث کی خصوصی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔

حضرت سہارنپوریؒ کی آپ پر خصوصی توجہ اور شفقت تھی، ایک مرتبہ انگریزی جوتے پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا ''کیا کھوسڑے سے پہن رکھے ہیں؟'' فرماتے تھے کہ اس کے بعد انگریزی طرز کے جوتے ایسے دل سے اُترے کہ پھر پہننے کو دل ہی نہ چاہا۔ چنانچہ عمر بھر دیسی جوتے ہی استعمال کیے۔

فراغت کے بعد حضرت سہارنپوریؒ ہی کے حکم سے کچھ عرصہ کے لئے حیدر آباد دکن کے مدرسہ نظامیہ میں نائب شیخ الادب کے منصب پر خدمت کے لئے تشریف لے گئے مگر جلد ہی وہاں کے ماحول سے ایسے برگشتہ ہوئے کہ حضرت سہارنپوریؒ کو لکھا کہ آپ مجھے واپس بلا لیجئے۔ فرماتے تھے کہ وہاں پیری و مریدی کا ایسا زبردست ماحول تھا کہ آدمی کا اس سے بچنا ممکن نہ تھا۔ جب وہاں تدریس کے لئے گیا تو لوگوں نے میرے ساتھ عظمت

و عقیدت کا وہ برتاؤ شروع کیا جو غلو رکھنے والے مُریدین اپنے پیر کے ساتھ کرتے ہیں، تو مجھے کچھ ہی عرصہ میں یہ احساس ہوگیا کہ اگر میں مزید کچھ وقت یہاں ٹھہرا رہا تو سارا علم غت ربود ہو جائیگا اور میں صرف ایک پیر بن کے رہ جاؤنگا چنانچہ میں نے حضرت سہارنپوریؒ سے واپس بُلانے کی درخواست کی، چنانچہ حضرتؒ نے مجھے واپس بُلا لیا اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں بحیثیت مدرّس میرا تقرر فرما دیا اور تدریسی کام شروع ہوا۔

مظاہر العلوم میں تدریس کا یہ سلسلہ ۱۳۷۰ھ تک جاری رہا اس عرصہ میں آپ نے ہر علم و فن کی کتابیں طلباء کو پڑھائیں اور تشنگان علوم کو سیراب کیا مگر حضرتؒ کی زیادہ شہرت ادب میں تھی اور طلباء دُور دُور سے استفادہ کے لئے حاضر ہوتے تھے۔

اسی دوران ۱۳۴۶ھ میں سہارنپور سے رسالہ ''المظاہر'' اور پھر ۱۳۶۸ھ میں رسالہ ''دیندار'' جاری فرمایا جس کے مدیر اعلیٰ، مضمون نگار، طابع، ناشر اور خادم سب کچھ خود حضرتؒ ہی تھے اور بے سروسامانی کے باوجود بہت استقلال اور ہمت کے ساتھ تدریسی مصروفیات کے ہمراہ اِن رسائل کے ذریعے دعوت و تبلیغ اور علم و حکمت کی خاموش خدمت انجام دیتے رہے۔ آپ حضرت سہارنپوریؒ کے خاص شاگرد اور مُرید باصفا تو تھے ہی مظاہر العلوم کے قیام کے دوران حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سے خصوصی عقیدت و ارادت کا اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے خاص محبت و مودّت کا تعلق بھی قائم ہوا۔ حضرتؒ اپنی مجلسوں میں حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کی ذہانت و ذکاوت، حسن انتظام اور تقویٰ و تواضع کے واقعات بھی ذکر فرماتے تھے اور پریشانی کے زمانے میں حضرت مولانا زکریا صاحبؒ نے آپ کے ساتھ جو خصوصی تعلق رکھا اس کا بھی کئی بار ذکر فرمایا۔

بہر حال ۱۳۶۰ھ میں حضرت مفتی صاحبؒ مظاہر العلوم سہارنپور سے تھانہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

بھون کی ''دکان معرفت'' پر منتقل ہوگئے جہاں حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانویؒ کا آفتاب عالمتاب چارسُو علم و معرفت کی کرنیں بکھیر رہا تھا۔ یہ حضرت تھانویؒ کی علالت کا زمانہ تھا۔ حضرت مفتی صاحبؒ چونکہ حضرت تھانویؒ کے ایک طرح سے داماد تھے اس لئے خلوت و جلوت میں حضرت تھانویؒ کی صحبت کا شرف حاصل رہا۔ اس زمانہ میں حضرت تھانویؒ اپنے ضعف کی بناء پر نہ صرف خطوط کے جوابات بطور املاء حضرت مفتی صاحبؒ سے لکھواتے تھے بلکہ آنے والے استفتاء بھی آپ کے سپرد کرتے تھے، جن کے جوابات مفتی صاحبؒ لکھ کر حضرتؒ کی نظر سے گذارتے تھے اور پھر وہ فتاویٰ روانہ کئے جاتے، یہ زمانہ حضرت مفتی صاحبؒ کی انتہائی مصروفیت کا زمانہ تھا، حضرت تھانویؒ کی شب و روز خدمت کے ساتھ مدرسہ امداد العلوم میں تدریس، اہم فتاویٰ کی تحریر اور قابل تحقیق مسائل کے حل کے ساتھ حضرت تھانویؒ کی خدمت میں آنے والے حضرات کی دیکھ بھال اس پر مستزاد تھی۔ اسی دوران احکام القرآن عربی کی دو منزلوں کی تصنیف آپ کے سپرد ہوئی، جس کا قصہ حضرت مفتی صاحبؒ خود سناتے تھے کہ اوّلاً ''احکام القرآن'' کی تصنیف کا کام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحبؒ کے سپرد ہوا تھا مگر جب وہ ڈھاکہ تشریف لے گئے اور کام میں تعویق ہوئی تو حضرتؒ نے ارادہ فرمایا کہ یہ کام اپنے احباب میں تقسیم کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ نے قرآن مجید کی ایک آیت کا انتخاب کیا جس پر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحبؒ پہلے ہی قلم اُٹھا چکے تھے، آپ نے وہ آیت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ کو لکھ کر بھیجی کہ بطور نمونہ اس سے عربی زبان میں احکام قرآن مستنبط کر کے بھیجیں، اس زمانہ میں چونکہ میں (حضرت مفتی جمیل احمد تھانویؒ) حضرت (تھانوی) کے خط املاء کروا کے روانہ کرتا تھا جب حضرتؒ نے یہ خطوط ان حضرات کو بھیجے تو مجھ سے بھی فرمایا کہ: مولوی جمیل تم بھی اس پر لکھو! چنانچہ میں نے بھی حسب الحکم اس پر کچھ لکھا، اُدھر اُن

حضرات کی طرف سے بھی جوابات آئے۔

حضرتؒ نے وہ سب تحریریں ملاحظہ فرمائیں اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی سابقہ تحریر بھی ملاحظہ کی اور پھر فرمایا کہ بحمد اللہ سب حضرات یہ کام کر سکتے ہیں، چنانچہ حضرتؒ نے قرآن مجید کی پہلی دو منزلیں حسب سابق مولانا ظفر احمد صاحبؒ کے پاس رہنے دیں، تیسری چوتھی منزل میرے سپرد کی، پانچویں چھٹی منزل مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے سپرد ہوئی اور ساتویں منزل مولانا ادریس صاحب، کاندھلویؒ کو دی گئی۔

فرماتے تھے کہ حضرت تھانوی قدس سرہ کی زندگی میں یہ کام شروع ہو گیا تھا مگر ابتدائی مراحلہ میں تھا کہ حضرتؒ کا انتقال ہو گیا۔ میں نے اپنے حصہ کی ایک جلد تحریر کی تھی کہ آنکھ کی تکلیف شروع ہو گئی چنانچہ کام روکنا پڑا۔ تحریر شدہ جلد شروع میں میرے پاس رکھی رہی مگر جب حضرت مولانا ظفر احمد صاحبؒ اور دیگر حضرات کے اجزاء طبع ہونے شروع ہوئے تو میں نے بھی اپنا تحریر شدہ حصہ اُن حضرات کو روانہ کیا تا کہ وہ اسے ملاحظہ فرمالیں۔ لیکن اِن حضرات کی رائے یہ ہوئی کہ میرے تحریر شدہ مسوّدہ کا انداز چونکہ باقی حضرات کے تحریر شدہ مسوّدات سے مختلف ہے اس لئے فی الحال اس کی اشاعت نہ کی جائے (حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ کا مسوّدہ باقی حضرات کے مسوّدہ سے طویل بھی تھا نیز اس میں فقہی احکام پر اکتفاء کرنے کے بجائے دوسرے علوم و نکات بھی مفصّل ذکر کئے گئے تھے جو حضرت مولانا ظفر احمد صاحبؒ اور حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کے خیال میں کتاب کے اصل موضوع ''دلائل القرآن علیٰ مسائل النعمان'' سے باہر کی چیز تھے) اس طرح اس مسوّدہ کی

(۱) وقتی ضرورت کے تحت اس کی طباعت موخر کی گئی تھی بعد میں مزید تعطل کا شکار اس لئے ہوئی کہ یہ نسخہ بہت باریک لکھا ہوا تھا کاتب کے لئے اس کا پڑھنا مشکل تھا جب تک کہ کوئی اسکو مکمل نقل نہ کر لے الحمد للہ کہ یہ سعادت اس ناکارہ کے حصہ میں آئی احقر نے تین سال کی محنت شاقہ کے بعد اس کو مکمل نقل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے (خلیل احمد تھانوی)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اشاعت ممکن نہ ہوسکی۔ (۱) یہاں تک کہ حضرتؒ نے آخری زمانہ میں اپنا مسودہ حاصل کر کے اس کی تبییض اور تکمیل کا کام خود شروع فرمایا۔ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور کے مہتمم اور آپؒ کے صاحبزادے اور جلیل القدر عالم حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب مد ظلہم نے اس مقصد کے لئے دارالعلوم میں آپ کے معاونین کا تقرر فرمایا اور کئی سال کی محنت شاقہ کے بعد بحمد اللہ احکام القرآن کی یہ تیسری اور چوتھی منزل حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں مکمل کر لی۔ جو اب زیر اشاعت ہے۔ (۱)

پاکستان بننے کے بعد حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ اپنی اہلیہ اور اہلیہ کی حقیقی والدہ حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہؒ کے ہمراہ پاکستان تشریف لے آئے، جہاں حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب نور اللہ مرقدہ نے حضرت پیرانی صاحبہؒ کے خصوصی احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے انہیں وہ کوٹھی الاٹ کروا کے دی جو حکام بالا نے حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ کو دی تھی اور جو انکے نام الاٹ ہونے والی تھی (۲)۔ اس طرح حضرت مفتی محمد حسن صاحب قدس سرہ نے شیخ کے کمال عشق میں ان کی اہلیہ محترمہ کے لئے ایک وسیع رہائش کا انتظام فرمایا اور حضرت مفتی جمیل احمد صاحب کا بحیثیت استاذ اور مفتی جامعہ اشرفیہ میں تقرر فرمایا۔

جامعہ اشرفیہ لاہور اس وقت چار بڑے اکابر کا مرکز تھا، حضرت مفتی محمد حسن

"(۱) احقر نے سورۃ یونس سے سورۃ نحل تک تیسری منزل مکمل نقل کر کے حضرت مفتی صاحب کو دکھائی جسمیں الحمد للہ سورۃ یونس پر مشتمل ایک جلد طبع ہوگئی اور سورہ ھود سے سورہ نحل تک دوسری جلد بھی کمپوز ہوگئی تصحیح کے بعد عنقریب طبع ہو جائے گی چوتھی منزل حضرت مفتی صاحب نے ادارہ میں بیٹھ کر مکمل کر لی تھی ابھی کمپوز نہیں ہوئی اس پر کام جاری ہے۔ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی کی دوسری منزل لکھنے سے رہ گئی تھی مولانا مشرف علی تھانوی صاحب نے حضرت اقدس مفتی سید عبدالشکور صاحب ترمذیؒ سے اس کی بھی تکمیل کرالی جو کمپوز ہو چکی ہے آجکل تصحیح کے مراحل میں ہے مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ کی ساتویں منزل کا ایک تکملہ بھی مفتی عبدالشکور صاحبؒ سے لکھوالیا ہے کمپوزنگ کے مراحل میں ہے۔ (۲) مفتی صاحب قدس سرہ اور پیرانی صاحبہ قدس سرھا کی ہندوستان میں جو سکنائی زمین تھی اس کے کلیم میں یہ کوٹھی آدھی آدھی دونوں کو الاٹ ہوئی تھی جس کی قیمت انہوں نے تقریباً ۶۰ ہزار حکومت وقت کو ادا کی تھی۔ پھر جب ۱۹۷۰ء میں حکومت نے توسیع گزگارام کے تحت اس کو واگزار کیا اور ان دونوں اکابرین کو رقم دی تو پیرانی صاحبہ نے مبلغ پچاس ہزار روپیہ جامعہ اشرفیہ کو دے کر اس میں ادارہ تالیفات اشرفیہ قائم کیا جس کا سرپرست مولانا عبید اللہ صاحب اور مولانا مالک صاحب کو بنایا گیا۔)

صاحبؒ، حضرت مولانا رسول خان صاحبؒ، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ اور حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ۔ ان چاروں اکابر کی محنت، اخلاص، فنائیت، وسعت علم اور تقویٰ کی بدولت جامعہ اشرفیہ پورے پاکستان میں جلد ہی علم دین کا اہم ترین مرکز بن گیا۔

حضرت مفتی صاحبؒ کو شروع سے عربی اردو ادب کا خاص ذوق تھا۔ مظاہر العلوم سہارنپور میں بھی ان کے دیوان متنبی حماسہ وغیرہ کے درس کا شہرہ تھا، جامعہ اشرفیہ لاہور میں بھی وہ شہرت برقرار رہی اور اس کے ساتھ فقہ تفسیر اور حدیث کی بڑی کتابوں کی تدریس رہی جس سے بلا مبالغہ سینکڑوں طالب علموں نے استفادہ کیا۔ تدریس کے آخری دور میں ابوداؤد شریف اور بیضاوی کا درس کافی عرصہ حضرتؒ کے پاس رہا (جس کے ساتھ دارالافتاء کی مکمل ذمہ داری بھی حضرتؒ ہی کے سپرد تھی) اس زمانہ میں اگر کوئی حضرتؒ سے پوچھتا کہ حضرت کیا پڑھاتے ہیں تو فرماتے الف۔ با (یعنی الف سے ابو داؤد اور ب سے بیضاوی)۔

اس کے بعد آخر میں صرف ابوداؤد شریف حضرتؒ کے پاس رہ گئی اور بحمد اللہ ۱۳۸۹ھ میں احقر کو بھی حضرتؒ سے ابوداؤد شریف پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

۱۳۸۹ھ میں دل کی تکلیف اور دوسرے عوارض کی وجہ سے تدریس کا سلسلہ جو تقریباً ۴۸ سال تک قائم رہا موقوف ہو کر صرف دارالافتاء کا مشغلہ رہ گیا جو آخری سانس تک جاری رہا۔

انداز تدریس

حضرتؒ کا انداز تدریس مظاہر العلوم سہارنپور کے رنگ پر تھا، طویل بحثیں یا

toobaa-elibrary.blogspot.com

محققانہ کلام کے بجائے حل کتاب پر زور ہوتا۔ چھوٹے چھوٹے جملوں کے ذریعے الجھے ہوئے مسائل حل فرماتے، اور سوال کی تشریح کے بجائے حدیث کی تشریح اس انداز سے فرماتے کہ سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ اسی لئے حضرتؒ کے درس سے صحیح استفادہ کرنے اور اسکا لطف اُٹھانے کے لئے ضروری ہوتا کہ آدمی ہمہ تن متوجہ ہو کر بیٹھے حضرتؒ کے کلمات کو غور سے سنے تاکہ اندازہ ہو کہ کس جملہ سے کس تحقیق کی طرف اشارہ ہے اور کس جملہ سے کون سا سوال دور ہوا ہے؟۔

حضرتؒ کے اسی انداز تدریس کی بناء پر ان کے درس میں کتاب کی رفتار حیرت انگیز حد تک تیز ہوتی تھی، حضرتؒ بالعموم کتاب کے صفحات کو پورے سال کے درسی ایام پر تقسیم فرما کر ہر روز کی مقدار متعین کر دیتے اور کوشش کرتے کہ وہ مقدار روزانہ لازماً پوری ہو جائے۔ اسی لئے حضرتؒ کے یہاں جلالین اور ابو داؤد جیسی کتب کے روزانہ کئی کئی صفحات پڑھے جاتے اور بالعموم کتاب سال سے پہلے ہی ختم ہو جاتی۔

تحریری خدمات

حضرت مفتی صاحبؒ شروع میں فتویٰ کے آدمی نہ تھے۔ مظاہر العلوم سہارنپور میں طویل عرصہ تک حضرتؒ تدریس ہی سے وابستہ رہے۔ مگر تحریر کا خاص ذوق وشوق تھا اسی لئے ۱۳۴۶ھ رسالہ "المظاہر" اور ۱۳۶۸ھ میں رسالہ "دیندار" کا اجراء فرمایا جس کے طابع ناشر تاجر سب خود ہی تھے ان رسالوں کے لئے طویل طویل مضامین اور نظمیں حضرتؒ خود تحریر کرتے جن کے ذریعے مختلف جہات سے دین کی دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیا جاتا۔ تحریر میں حضرتؒ کا خاص رنگ تھا کسی بھی موضوع پر دلائل کا انبار لگا دینا حضرتؒ کے لئے کوئی مشکل نہ تھا حضرتؒ بالعموم تحریر شروع کرتے وقت ہی طے فرما لیتے کہ مجھے اس میں

اتنے مثلاً بیس یا تیس یا چالیس دلائل ضرور دینے ہیں (اور عام طور سے دلائل کی تعداد چالیس سے کم نہ ہوتی) اور پھر حضرتؒ مختلف جہات سے دلائل کی وہ مقدار پوری فرما دیتے تھے۔

لہذا حضرتؒ کی تحریر میں عام اور سامنے کے موضوعات پر بھی دلائل کی خوب کثرت ہوتی تھی۔ جن میں نقلی دلائل بھی ہوتے اور عقلی بھی، آیات بھی ہوتیں اور احادیث بھی، اور ان میں قارئین کے لئے بالعموم اور بعد میں آنے والوں کے لئے بالخصوص علم وحکمت کا بڑا سامان ہوتا۔

پاکستان آنے بعد بھی مضامین کا یہ سلسلہ مسلسل ہی جاری رہا 'خدام الدین' 'صوت الاسلام' 'پیام اسلام' 'ترجمان اسلام' وغیرہ رسائل میں حضرت کے بیسیوں مضامین مختلف موضوعات پر طبع ہوئے مگر افسوس کہ وہ مضامین طبع ہو کر منتشر ہو گئے، حضرت نے تو کمال تواضع اور فنائیت کے پیش نظر اس کی نقل رکھنی بھی گوارا نہ کی، اُدھر اس زمانہ میں فوٹو اسٹیٹ کا بھی رواج نہ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ سب مضامین حضرت مفتی صاحبؒ کے لئے ذخیرۂ آخرت بن گئے مگر آنے والوں کے لئے اب اِن مضامین کا حصول ایک کٹھن مرحلہ ہے (وفق اللہ تعالیٰ لہ من یشآء)۔

افتاء کے کام کی ابتداء

۱۳۶۰ھ میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی علالت کا آغاز ہوا تو ان کی ایماء پر حضرت مفتی صاحبؒ تھانہ بھون تشریف لے گئے، حضرت مفتی صاحب کی اہلیہ حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہ کی صاحبزادی اور مجدد الملت حضرت تھانویؒ رحمۃ اللہ علیہ کی ربیبہ تھیں اس لئے حضرت مفتی صاحبؒ کی حیثیت داماد کی بھی تھی اور صاحبزادہ کی بھی۔ اور اس عرصہ میں حضرت مفتی صاحبؒ حضرت تھانویؒ قدس

toobaa-elibrary.blogspot.com

سرہ کے خدمت گذار رہے خلوت اور جلوت میں ان کے دست و بازو رہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے نام آنے والے خطوط کے جوابات حضرت مفتی صاحبؒ کو املاء کراتے نیز بہت سے فقہی مسائل کے جوابات مفتی صاحبؒ سے تحریر کرواتے جو حضرتؒ کی نظر ثانی کے بعد روانہ کئے جاتے تھے۔(۱) حضرت سہارنپوریؒ کی طویل صحبت کے بعد حضرت تھانویؒ کی اس خدمت اور صحبت نے مفتی صاحبؒ کو دو آتشہ کر دیا۔

تدریسی اور تحریری صلاحیت کے ساتھ اب فقہ اور تصوف کی صلاحیتیں بھی اجاگر ہونی شروع ہوئیں۔ ۱۳۶۲ھ میں حضرت تھانویؒ کا انتقال ہوا جس کے بعد تحریک پاکستان میں بھی حضرت مفتی صاحبؒ کی علمی اور تحریری شرکت رہی۔ پاکستان بنا تو ۱۳۷۰ھ میں حضرت مفتی صاحبؒ پاکستان تشریف لائے پھر تادم زیست ۴۵ سال تک جامعہ اشرفیہ کے دارالافتاء میں مسلسل اور انتھک طور پر فتوی کی خدمت انجام دی جو بلاشبہ جامعہ اشرفیہ کے لئے باعث برکت و شہرت بنی اور سینکڑوں نہیں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں افراد نے کسب فیض کیا۔

حضرت مفتی صاحبؒ بہت متواضع غریب المزاج ہونے کے ساتھ انتہائی درجہ کے خوددار تھے، ہمیشہ غرباء فقراء کی طرح زندگی گذاری لیکن خودداری اور استغناء کا عالم یہ تھا کہ اگر کسی شخص کی طرف سے ذرا سی لاپرواہی اور بے اعتنائی دیکھتے تو اس کے ساتھ دگنے استغناء کا معاملہ کرتے۔ اسی تواضع اور خودداری بلکہ ان دونوں باتوں سے بھی بڑھکر فنائیت کاملہ اور ثواب عنداللہ کے گہرے جذبات کے تحت انہوں نے اس بات کی بھی کوشش نہیں

(۱) اس زمانے میں لکھے گئے فتاوی کو حضرت مفتی صاحب نے خود ایک رجسٹر میں نقل کیا جو ایک معتد بہ مجموعہ بن گیا جس کا نام حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جمیل الفتاوی تجویز فرمایا۔ احقر کے پاس وہ محفوظ ہے اور احقر آج کل اس کی ترتیب و تخریج میں مشغول ہے جو الحمدللہ تکمیل کے مراحل میں ہے۔ خلیل احمد

کی کہ ان کے لکھے فتاوی کا ریکارڈ قائم کیا جائے اور وہ محفوظ ہوتے چلے جائیں، اسے مفتی صاحبؒ کی تواضع کہیں یا ارباب مدرسہ کا استغناء کہ جامعہ اشرفیہ میں حضرت مفتی صاحبؒ کے فتاوی کا مطلقاً کوئی ریکارڈ نہیں رکھا گیا۔ اور اب جو لوگ مفتی صاحبؒ کے فتاوی کو جمع کرنے کی خواہش رکھتے ہیں ان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ مختلف ذرائع سے ان فتاوی کو مختلف اشخاص اور مختلف رسائل سے حاصل کریں۔ البتہ حضرت مفتی صاحبؒ نے کچھ عرصہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور میں افتاء کی خدمت انجام دی تو اس زمانہ کے فتاوی غالباً ایک رجسٹر میں محفوظ ہیں۔(۱)

انداز فتوی

حضرت مفتی صاحبؒ عام مسائل کا جواب مختصر عطا فرماتے جس سے سائل کو مسئلہ معلوم ہو جائے، دلائل اور حوالوں کی فکر نہ فرماتے، لیکن جن مسائل میں سوال کرنے والے کو تحقیق ہی مطلوب ہوتی یا حضرت مفتی صاحبؒ اس میں تفصیل مناسب سمجھتے تو پھر وہ فتوی خوب شرح و بسط کے ساتھ لکھتے جن میں بالعموم دلائل سات، دس، بیس اور چالیس کی تعداد میں ہوتے تھے۔ ان دلائل میں نقلی اور عقلی دلائل دونوں قسم کے دلائل ہوتے۔ شرعی دلائل کو عقلی حکمتوں اور مصالح سے ثابت کرنے کا مفتی صاحبؒ کو خاص ملکہ تھا اور فتوی کے اندر اس معاملہ میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا چنانچہ ان کے مبسوط فتاوی عقلی حکمتوں اور مصالح سے بھرپور ہوتے تھے۔

(۱) احقر نے اس سلسلے میں مختلف احباب کو خطوط لکھے ہیں کہ اگر کسی کے پاس حضرت کے کچھ فتاوی موجود ہوں تو ارسال کر دیے جائیں اس سلسلے میں الحمدللہ احباب نے خاطر خواہ تعاون کیا ہے۔ اور پانچ پانچ سو صفحات پر مشتمل تقریبا دو جلدوں کا مواد جمع ہو چکا ہے جس کی ترتیب میں احقر مشغول ہے۔ تھانہ بھون کے مجموعہ کے بعد انشاءاللہ اس کو بھی طبع کیا جائے گا۔

فتویٰ میں احتیاط

حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی قدس سرہ فتویٰ لکھنے اور مسئلہ بتانے میں غیر معمولی احتیاط فرماتے احقر سے بار بار فرمایا کہ میں مقلد ہوں اور سلف صالحین کی تحقیق کا پابند ہوں۔ یہ فرماتے کہ ہم مفتی نہیں ہیں ہم ناقل فتویٰ ہیں۔ اکابر نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اُسے آگے نقل کر دینا اور مستفتی کو اس سے آگاہ کر دینا ہمارا کام ہے اور بس۔

اس کمال احتیاط کی وجہ سے حضرت مفتی صاحبؒ فقہی کتب کی عبارات سے سرِ مو انحراف نہ فرماتے نابالغہ کے نکاح میں سوء خیار کا مسئلہ درپیش ہوا تو مفتی صاحبؒ نے شامی کی عبارت سے ہٹنا پسند نہ فرمایا حالانکہ علامہ شامیؒ نے اُسے بطور اصول نہیں بلکہ جزئیہ تحریر فرمایا تھا لیکن حضرت مفتی صاحبؒ کا خیال تھا کہ شامی کے اس جزئیہ کی مخالفت بھی کم ازکم میرے لئے درست نہیں۔

اکابر کے عمل پر نظر

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ بار بار اس کی بھی تاکید فرماتے کہ کتابوں کے ساتھ اپنے اکابر علماء اور فقہاء کے عمل پر لازماً نظر رہنی چاہئے، حضرت مفتی صاحبؒ پورے جزم، مکمل اعتماد اور بھرپور یقین کے ساتھ یہ بات ارشاد فرماتے کہ ہمارے اکابر کا عمل ہمیشہ راجح پر رہا ہے اگر اکابر کا عمل بظاہر عام کتابوں میں ذکر کردہ مسئلہ پر نظر نہیں آرہا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کتابوں میں ذکر کردہ مسئلہ مرجوح ہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ اس کی مثال دیتے ہوئے ارشاد فرماتے کہ اقامت میں حیعلتین (۱) کے وقت دائیں بائیں جانب منہ کا نہ پھیرنا راجح ہے اور اسی پر ہمارے اکابر کا

(۱) تکبیر میں حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کہتے وقت۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

عمل رہا ہے(۱) اور زیلعی علی الکنز کے حاشیہ میں اس کی تصریح بھی ہے۔

اسی لئے حضرت مفتی صاحب قدس سرہ ان مفتیان کرام کی تحقیق پر اعتماد نہ فرماتے جن کا مبلغ علم صرف کتب ہوتیں اور جو اپنی تحقیقات کے سامنے اکابر کا تعامل بآسانی رَد کر دیتے ہیں۔ مفتی صاحبؒ نے اپنے اسی طرز فکر کی بناء پر اپنے سے کم عمر ایک معاصر صاحبِ فتویٰ کے فتاویٰ کی جلدوں پر صاف لکھ رکھا تھا کہ عبارات کے معاملہ میں ان صاحب کے حوالہ پر اعتماد کیا جاسکتا ہے لیکن ان کی اپنی تحقیق پر فتویٰ دینا درست نہیں۔ مفتی صاحبؒ اُن صاحبِ فتویٰ کے بارے میں یہ بھی فرماتے کہ صاحب کی فتویٰ کی کتابوں پر خوب نظر ہے مگر ان کا جو فتویٰ اکابر کے خلاف ہوتا ہے وہ ہرگز قابل اعتماد نہیں (اوکما قال)

فتویٰ میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ پر اعتماد

حضرت مفتی جمیل احمد صاحبؒ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کا بہت احترام فرماتے۔ کئی بار احقر سے فرمایا کہ حضرت مفتی صاحبؒ فتویٰ کا ہائیکورٹ تھے۔ اِدھر اُدھر سے جو مسئلہ لکھا جاتا آخری فیصلہ حضرت مفتی صاحبؒ کے یہاں ہوتا تھا۔

مفتی صاحبؒ اپنے ذاتی مسائل اور ذاتی معاملات میں بھی اپنے آپ سے فتویٰ لینے کے بجائے اس قسم کے معاملات میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کو خط لکھتے اور جو جواب آتا اس پر عمل فرماتے (۲) (یہ حضرت مفتی صاحبؒ کی بے نفسی، دین میں احتیاط

(۱) اس مسئلہ کے بارے میں میں نے حضرت سے یہ بھی سنا ہے کہ مظاہر العلوم سہارنپور، تھانہ بھون اور دیوبند میں ہم نے اپنے سب اکابر کو اسی پر عمل کرتے دیکھا ہے۔ خلیل (۲) چنانچہ گولڈنگ روڈ کی کوٹھی جو کلیم میں الاٹ ہوئی تھی اور حکومت نے توسیع گنگارام کے تحت جبراً ایکوائر کی تھی اس سلسلے میں ایک دوسال حکومت کے خلاف عدالت میں کیس بھی کیا حکومت نے رقم بینک میں جمع کرادی کیس چلتا رہا جب فیصلہ ہوا تو اس وقت تک اس رقم پر ستر ہزار انٹرسٹ کے نام سے مزید اضافہ ہو چکا تھا مفتی صاحب کو اشکال ہوا کہ یہ رقم تو بظاہر اصل قیمت سے زائد ہے میرے لئے اس کا لینا جائز نہیں۔ مختلف مدارس سے استفتاء کیا گیا سب نے جواز کا فتویٰ دیا کہ جب آپ نے لی نہیں تو آپ اس کے مالک نہیں اس پر اضافہ سود نہیں مفتی شفیع صاحبؒ نے لکھا کہ احتیاط نہ لینے میں ہے آپ نے مفتی صاحبؒ کے فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے ستر ہزار کی خطیر رقم کو چھوڑ کر اپنے آپ کو شبہ حرام سے بچایا۔ خلیل

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور اپنے اکابر پر اعتماد کی ایک ادنیٰ مثال ہے)

جب حضرت مفتی شفیع صاحب قدس سرہ کا انتقال ہوا تو پورے ملک بلکہ پورے عالم اسلام میں اس سانحہ کو محسوس کیا گیا لیکن حضرت مفتی صاحبؒ نے اس حادثہ کی خاص تکلیف محسوس کی۔ ان دنوں میں احقر کی موجودگی میں ایک صاحب نے حضرت مفتی جمیل احمد صاحب کے سامنے اپنے تأثرات کا ذکر کیا کہ حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کے انتقال سے بڑا نقصان ہوگیا ہے۔ حضرت مفتی جمیل احمد صاحبؒ کچھ دیر تو سنتے رہے پھر ایک خاص کیفیت میں فرمایا

"تمہارا کیا نقصان ہوا؟ تمہیں کوئی مسئلہ معلوم کرنا ہو ہم سے معلوم کر لینا، نقصان تو ہمارا ہوا ہے کہ ہمیں اب مسئلہ معلوم کرنا ہوگا تو کس سے کریں گے؟"

صدر ایوب خان مرحوم کے زمانہ میں ایک مرتبہ رویت ہلال کا مسئلہ پیش آیا آخر شب میں حکومت نے چاند کا اعلان کر دیا۔ شہادتیں ناکافی تھیں۔ فجر کی نماز کے بعد احقر اپنے والد ماجد مولانا ناز کی کیفی مرحوم کے ہمراہ جامعہ اشرفیہ حاضر ہوا تو مدرسہ کے دفتر میں جو اُس وقت مسجد کے حوض کی بالائی سطح پر تھا علماء جمع تھے، حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مدظلہم، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہ اور حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ تشریف رکھتے تھے، لوگوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ باہر سے ٹیلی فون کی بھرمار تھی لوگ مہتمم صاحب سے مسئلہ پوچھتے تو مہتمم صاحب حضرت مولانا ادریس صاحبؒ کی طرف اشارہ کر دیتے حضرت مولانا ادریس صاحب فرماتے کہ بھائی یہ تو شرعی مسئلہ ہے اس میں تو مفتی صاحب کی بات چلے گی اور مفتی جمیل احمد صاحب کی طرف اشارہ فرما دیتے۔ مفتی صاحبؒ فرماتے کہ حکومت جانے اور اس کا مسئلہ میں بہر حال روزہ سے ہوں (یعنی آج عید نہیں ہے) اسی دوران کراچی حضرت مفتی شفیع صاحبؒ قدس

سرہ سے بات ہوئی اور پھر بالآخر مسئلہ کا صاف اعلان کر دیا گیا۔

اندازِ تحریر

حضرت مفتی صاحب کی تحریر اور زبانی عبارت بالعموم مختصر اور حشو و زوائد سے خالی ہوتی تھی بلکہ بعض مرتبہ اختصار کی بناء پر مخاطب کے لئے بات سمجھنا مشکل ہو جاتا تھا۔ ۱۹۷۶ء میں آنکھ میں موتیا ہو جانے کی وجہ سے آنکھ بنوانی پڑی اور اس کے بعد بینائی کا موٹا چشمہ لگانا پڑا اس کی وجہ سے مفتی صاحبؒ کو اپنی تحریر شدہ عبارت موٹی نظر آتی مگر وہ باریک ہوتی تھی۔ کچھ تو حضرت مفتی صاحبؒ کی عبارت مختصر، نیز شروع سے مفتی صاحبؒ طبعی طور پر باریک خط میں تحریر کرتے تھے جس کے الفاظ قریب قریب ہوتے بعد میں آنکھ بنوانے کی وجہ سے خط اور زیادہ خفی ہوگیا علاوہ ازیں ضعف کی وجہ سے نقطے اور شوشے بکثرت رہ جاتے تھے اس لئے مفتی صاحبؒ کی تحریر کردہ عبارت پڑھنا مشکل ہو جاتا تھا۔

احقر ایک مرتبہ حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ کی کوئی تحریر حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کی خدمت میں لاہور سے کراچی لیکر حاضر ہوا۔ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ ارے بھائی میں یہ تحریر کیسے پڑھوں؟

آخر حیات میں حضرت مفتی صاحبؒ نے برادر عزیز مسعود اشرف سلمہٗ کو "اصلی نماز" کے نام سے ایک تحریر لکھ کر دی اور تاکید فرمائی کہ اسے جیبی سائز میں چھاپ دو اس کے اتنے (غالباً دو یا تین ہزار) نسخے میں خود خرید کر تقسیم کروں گا۔ مسعود میاں سلمہٗ نے پڑھنے کی کوشش کی مگر نہ پڑھی گئی کاتب نے کوشش کی مگر اس کے قابو بھی نہ آئی نتیجہ یہ کہ حضرت مفتی صاحبؒ کی یہ تحریر ان کی خواہش اور اصرار کے باوجود طبع نہ ہو سکی انتقال کے بعد احقر نے کوشش کی اور اسے صاف کاغذ پر منتقل کیا جہاں احقر کو بھی کچھ سمجھ نہ آیا تو قریب ترین

toobaa-elibrary.blogspot.com

الفاظ سے اس تحریر کو مکمل کیا۔ یہ رسالہ بحمد اللہ زیر طبع ہے اللہ تعالیٰ اسے حضرت مفتی صاحبؒ اور احقر کے لئے صدقہ جاریہ بنادے۔ آمین۔

عجیب بات یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں مسلسل تحریری کام کیا۔ وہ تقریر کے نہیں تحریر کے آدمی تھے، ان گنت فتاوی ان کے قلم سے جاری ہوئے بے شمار مضامین اور عربی اردو فارسی نظمیں انہوں نے لکھیں جو معروف دینی رسائل میں طبع ہوئیں اور جیسا کہ شروع میں تحریر کیا "المظاہر، دیندار" تو خود ان کے اپنے جاری کردہ رسائل تھے جو ان کے اپنے مضامین سے پُر ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ پاکستان میں "خدام الدین، ترجمان اسلام، صوت الاسلام، پیام مشرق، البلاغ" اور متعدد دینی رسائل میں ان کے علمی مضامین چھپتے رہے۔ مگر جب حضرت مفتی صاحبؒ کا انتقال ہوا تو ان کے پاس نہ اپنے مضامین کے اصل مسودات تھے اور نہ مطبوع رسائل۔ سلف کیسی عبدیت و فنائیت، اپنے کمال تواضع اور بے نفسی کی وجہ سے انہوں نے ان مضامین کو محفوظ رکھنے کی ضرورت نہ محسوس کی۔ انہوں نے جو لکھا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے لکھا۔ اور پھر اللہ ہی کے سپرد کر دیا۔

ان للہ مااخذ ولہ ما اعطیٰ(۱)

احقر نے ان کی خواہش پر ان کی زیر نگرانی سلمان رشدی کے فتنہ ارتداد کے سلسلہ میں توہین رسالت اور اس کی سزا پر ستر اسی صفحات کا ایک مضمون مرتب کیا تھا جس کی عبارات احقر نے جمع کی تھیں ان کا ترجمہ بھی احقر ہی نے کیا تھا اور باقی مضمون حضرت مفتی صاحب کا تھا۔ احقر کی حیثیت ناقل کی تھی اصل فتوی حضرت کا تھا۔ یہ مضمون ماہنامہ "الحسن"

(۱) احقر نے اب تک حضرت مفتی صاحبؒ کے بہتر مقالات و مضامین اور ڈھائی ہزار سے زائد اردو اشعار اور چار سو سے زائد عربی اشعار جمع کر لئے ہیں جو ان شاء اللہ کتابی شکل میں شائع کئے جائیں گے۔ جن میں سے کچھ چھپ چکے ہیں دلائل وجوب قربانی، مقالات سیرت چار مقالے۔ اور زیر نظر کتاب مقالات قرآنی کے آٹھ مقالے۔ عربی اشعار پر ایم۔ اے کا مقالہ مولوی رشید احمد سلمہٗ بن قاری احمد میاں تھانوی نے لکھا ہے۔

کی ایک اشاعت میں طبع ہوا تھا۔ حضرت کے انتقال سے کچھ عرصہ قبل احقر نے چاہا کہ کم از کم حضرت مفتی صاحب کا یہ ایک مضمون ہی کتابی شکل میں طبع ہو جائے چنانچہ احقر نے اسے ترتیب دے کر "توہین رسالت اور اس کی سزا" کے نام سے طبع کرنے دیا۔ مگر قدرت کا کرشمہ کہ یہ کتاب بھی حضرت کے انتقال کے ایک ہفتہ بعد ہی طبع ہو کر آئی۔ احقر کو ایسا معلوم ہوا کہ جیسے حضرت مفتی صاحب نے اپنی زندگی میں اس دنیائے دنی سے کوئی جزاء نہ لینے کا تہیہ کیا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ نے ان کے سب کاموں کا پورا پورا اجر آخرت کے لئے ذخیرہ فرما دیا۔ جزاہ اللہ تعالی من عندہ خیر الجزاء بما هو أہلہ

حضرت مفتی صاحب کے انتقال کے بعد ان کے سب سے بڑے صاحبزادہ استاذ محترم حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب مدظلہم اور سب سے چھوٹے صاحبزادہ عزیزم مولانا خلیل احمد تھانوی سلمہم اللہ نے حضرت کے آثار کو جمع کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے اور جناب خلیل میاں بہت تندہی سے یہ کام کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ انشاء اللہ حضرت کے یہ آثار و معارف جمع ہو کر سامنے آئیں گے تو امت کے لئے بہت نفع کی چیز ہوگی۔ خلیل میاں کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ وہ مفتی صاحب کے آخری سالوں میں ان کے دست و بازو بنے رہے بلکہ بلا مبالغہ انہوں نے مکمل ادب پوری سعادتمندی اور حکمت و دانائی سے اپنے والد کی ایسی خدمت کی ہے جس کی مثال کم از کم احقر کے سامنے نہیں۔ امید ہے کہ اپنے والد کی یہ محبت بھری جسمانی خدمت انشاء اللہ اب ان کیلئے روحانی اور علمی خدمت کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔

مسکنت اور بے نفسی

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے احقر کو محض اپنے فضل و کرم خاص سے اولیاء اللہ اور اپنے

toobaa-elibrary.blogspot.com

زمانہ کے اکابر علماء کی خدمت میں حاضری اور صحبت سے بلا استحقاق نواز ا اور حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمت میں تو بہت حاضری رہی ۔ بلکہ حاضر باش رہا۔ احقر نے حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی صاحبؒ (اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ) کے یہاں بے نفسی مسکنت اور دنیا سے دل اٹھ جانے کی خاص کیفیت عجیب وغریب محسوس کی ہے۔ حضرت مفتی صاحب کے والد کا بچپن میں انتقال ہو گیا تھا۔ والدہ، بہنوں اور چھوٹے بھائی مولانا محمد احمد تھانویؒ (مہتمم وبانی جامعہ اشرفیہ سکھر) کی کفالت انہیں کے سر تھی پھر غربت وافلاس کا دور دورہ رہا۔ اس لئے مفتی صاحب نے بڑی مشقت کی زندگی برداشت کی اور بہت تکلیفیں اٹھا کر علم دین کا پرچم تھامے رکھا۔

شادی کے بعد بھی بعض اقرباء و متعلقین کی طرف سے تکوینی طور پر دل ٹوٹنے کے ایسے واقعات پیش آئے جس سے حضرت مفتی صاحب کی طبیعت پر غیر معمولی اثرات پڑے، پھر جن اداروں سے ان کا تعلق رہا وہاں بھی ان کی ہمت افزائی کم ہوئی بلکہ عدم تعاون کا عمل زیادہ جاری رہا اس طرح انہوں نے تقریبا پوری زندگی تنہا گزاردی اس تنہائی میں ان کی غمگسار و مونس وہ ذات باری تعالی تھی جس کی پناہ ہر مسکین وغریب کیلئے سرور قلب ونظر ہے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ رسول اللہ ﷺ کی اس دعا کا مظہر تھے اللھم احینی مسکینا و امتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھیے، مسکنت کی موت عطا کیجئے اور مساکین کے گروہ میں مجھے اٹھائیے۔

حضرت مفتی صاحب آخر شب میں تین چار بجے اٹھ بیٹھتے تھے بس وہ ہوتے اور ان کا پروردگار بعد میں دن بھر وہ ہوتے اور مسلسل دینی کام۔ مفتی صاحب روزانہ پیدل یا

بس کے ذریعے پہلے گولڈنگ روڈ نزد گنگا رام کے گھر سے جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد تشریف لاتے، پھر جب ماڈل ٹاؤن تشریف لے گئے تو وہاں سے مسلم ٹاؤن جامعہ اشرفیہ بس کے ذریعہ تشریف لاتے اور بس کے ذریعہ ہی واپس جاتے تھے۔ ایک پرانے کپڑے کے بٹوہ میں چند سکے ان کے پاس ہوتے تھے جن کے ذریعے وہ بس کا کرایہ ادا کرتے تھے۔ شدید گرمی کے زمانہ میں وہ ساری دو پہر دارالافتاء میں گزارتے تھے۔ ایسی گرمی میں چند پیسوں کا برف منگوا کر ایک پرانے تھرماس میں وہ برف رکھتے تھے اس تھرماس میں تھوڑا سا پانی ڈال کر نکالتے ایک اجلے کٹورہ میں پانی نکال کر اس ٹھنڈے یخ بستہ پانی کو گھونٹ گھونٹ پی کر ختم کرتے۔ یہ غالباً ان کی سب سے بڑی عیاشی تھی۔ جس کے وہ عادی تھے۔ ورنہ چائے یا اور دوسری چیزوں سے انہیں کوئی خاص رغبت نہیں تھی۔ عصر کے بعد واپس بس کے ذریعے ہی گھر روانہ ہوتے۔ کبھی کبھار کوئی صاحب اسکوٹر پر حضرت کو ماڈل ٹاؤن لے جاتے تو مشقت کچھ کم ہو جاتی آخر حیات میں ضعف زیادہ ہو گیا تو جامعہ اشرفیہ کے منتظمین کو حضرت کو لانے اور لیجانے کیلئے مدرسہ کی کار کا بندوبست کر دیا جو حضرتؒ کو لاتی اور لے جاتی تھی جس کے بعد حضرت مفتی صاحبؒ کی یہ مشقت ختم ہوئی۔

ابتدائی زندگی میں حضرت کے ذرائع آمدنی نہ ہونے کے برابر تھے بچے بھی زیر تعلیم تھے اس لئے مفتی صاحبؒ کا ہاتھ تنگ تھا البتہ بعد میں صاحبزادگان ماشاء اللہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے تو وسعت ہو گئی۔

آخر حیات میں فرماتے کہ "مجھے زندگی بھر یہ خواہش رہی کہ میں شامی کا ایک نسخہ ذاتی طور پر اپنے لئے خریدوں اس کی اس طرح جلد بندی کرواؤں کہ ہر صفحے کے بعد ایک صفحہ سفید کاغذ لگا ہو۔ پھر ہر مسئلہ سے متعلق شامی کے علاوہ دوسری کتابوں میں جو کچھ لکھا ہو وہ شامی کے سامنے نقل کر دوں تا کہ اس مسئلہ سے متعلق تمام پہلو ایک جگہ جمع ہو جائیں مگر

toobaa-elibrary.blogspot.com

افسوس کہ زندگی بھر اتنے پیسے ہی نہ ہوئے کہ اپنی شامی خرید سکوں پھر فرمایا کہ اب بحمداللہ وسعت ہوگئی ہے مگر اب صحت ہی ختم ہوگئی ہے۔(۱)

شگفتگی اور زندہ دلی اور ہمت

مسکنت، بے نفسی اور مشقت کی اس زندگی کے ساتھ حضرت مفتی صاحبؒ کا دل زندہ تھا۔ ان کی ہمت بلا کی تھی اور ان کی شگفتہ طبعی اور چٹکلے اپنی مثال آپ تھے۔

جامعہ اشرفیہ لاہور کے دارالافتاء میں ایک دن ایک تاجر جن کا حضرت سے محبت کا پرانا تعلق تھا حاضر ہوئے، دروازہ ہی سے اپنی کمزوری اور بیماریوں کی شکایت کرنے لگے کہ حضرت میں کمزور ہوگیا ہوں اب مجھ سے زیادہ چلا نہیں جاتا۔ حضرت نے پوچھا کہ ارے بھائی اب تمہاری عمر کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ حضرت ساٹھ سال سے زیادہ ہوگئی ہے۔ (حضرت مفتی صاحب کی اپنی عمر اس وقت ۸۷ سال تھی) حضرت ان کی بات سن کر سیدھے کھڑے ہوگئے فرمایا تم بڈھے ہوگئے ہو مگر میں تو ابھی جوان ہوں ابھی میری عمر ہی کیا ہے؟ ۴۳ اور ۴۴ سال تو کل میری عمر ہے۔

(۸۷=۴۴+۴۳)

ایک مرتبہ احقر حاضر ہوا عرض کیا حضرت طبعیت کیسی ہے کیا حال ہے؟ فرمایا بس اب میں دکاندار نہیں رہا۔ احقر نے عرض کیا کہ حضرت تو پہلے بھی دکاندار نہ تھے۔ فرمایا نہیں پہلے میں ''دوکان دار'' تھا میرے دونوں کان صحیح کام کرتے تھے آج کل ایک کان بند ہے دوسرا کام کر رہا ہے اس لئے اب میں ''ایک کان دار'' ہوگیا ہوں۔

پھر فرمایا کہ دکاندار کو بھی دوکاندار اسلئے کہا جاتا تھا کہ اس کے دونوں کان اور

(۱) حضرت یہ بھی فرماتے تھے کہ علامہ شامی کے سامنے جتنی کتابیں رہی ہیں وہ کسی دوسرے مصنف کے سامنے نہیں رہیں اس لئے شامی کی تحقیق سب سے زیادہ قابل قبول ہے لہٰذا اگر کچھ کتابیں ان کی نظر سے نہ گذری ہوں یا کوئی تحقیق کسی اور کتاب میں موجود ہو اور وہ شامی کے حاشیہ پر درج کردی جائے تو مفتیان کرام کے لئے بہت نافع صورت ہو جائیگی۔ محمود عفی عنہ

دونوں آنکھیں گاہکوں کی بات سننے اور انہیں دیکھنے میں منہمک رہتی ہیں۔ کبھی ایک گاہک کی بات سنتا ہے کبھی دوسرے گاہک کی۔

ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب کراچی تشریف لائے۔ کراچی وسیع شہر ہے ملنا ملانا مشکل ہے۔ ایک صاحب حضرت مفتی صاحبؒ کے ساتھ ہوئے ایک کار کا بندوبست کیا اور مختلف جگہوں میں حضرت مفتی صاحبؒ کو ملایا۔ حضرت مفتی صاحب کی اپنے بھتیجے مولوی راحت علی صاحب سے ملاقات ہوئی تو فرمایا بھائی آدمی کراچی آئے اور سب سے ملنا چاہے تو دو چیزوں کی ضرورت ہے ایک کار اور دوسرا بے کار (یعنی ایک تو کار ہو اور دوسرا کوئی ایسا شخص جو فارغ ہو اور سب سے ملاقات کرادے)

حضرت مفتی صاحب کی عام گفتگو میں یہ لفظی اور علمی لطائف بکثرت ہوتے تھے غالباً حضرت کے صاحبزادہ مولانا خلیل احمد صاحب نے انہیں جمع کرنا بھی شروع کردیا ہے۔

احقر پر خصوصی شفقت اور احسان

اس ناچیز پر حضرت والا کی شفقت بحمدللہ بچپن ہی سے بلا استحقاق رہی۔ احقر کی عمر دس سال تھی جب حفظ قرآن مکمل ہو۔ احقر کے دادا حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ نے اس موقع پر فارسی میں ایک نظم تحریر فرمائی جس کے ابتدائی دو شعر یہ تھے۔

اے کہ نعمتہائے تو بالا تر از حسبان ما — ہم بتو فریاد ما از تنگی دامان ما
ما نبودیم و تقاضا ما نبوده اے کریم — خود زجود تو وجود ما و ہم ایمان ما

اور آخری شعر تھا

بہر سال حفظ قرآنش دعایم یاددار — عالم قرآن گر دو حافظ قرآن ما

۱۳۸۱ھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس موقع پر حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ نے بھی اردو میں ایک طویل نظم تحریر فرمائی تھی جو اس شعر سے شروع ہوئی تھی۔

خدائے وحدہ کا خاص جب احسان ہوتا ہے — تو پتلا خاک کا یوں حافظ قرآن ہوتا ہے

اور درمیان کے شعر یہ تھے:

مبارک ہو میاں محمود تم کو اس قدر نعمت — کہ تم پر حق تعالی کا بڑا احسان ہوتا ہے

خدا نے آج تو حافظ بنایا تم کو قرآن کا — مگر حافظ وہ ہے جو ماہر قرآن ہوتا ہے

خدا وہ دن کرے تم حافظ و قاری ہو عالم ہو — وہ عالم ہو کہ جس پر سایۂ رحمان ہوتا ہے

کرو تم نام روشن خاندان علم و تقوی کا — وہ رتبہ پاؤ جو علم و عمل کی جان ہوتا ہے

اردو میں ایک قطعہ تاریخ لکھا جس کا دوسرا شعر یہ تھا

ہاں ہاں مبارک آپ کو سب اقربا احباب کو
تاریخ اگر پوچھے کوئی کہہ ''حفظ قرآن ہو گیا''

۱۳۸۱ھ

ایک قطعہ تاریخ فارسی زبان میں تحریر فرمایا جو یہ تھا

محمود تو حافظ شدی عالم کناد اللہ ہم
تاریخ می پرسند اگر گو حافظ قرآن ام

۱۳۸۱ھ

احقر کی شادی ہوئی تو تاریخ نکالی ''شغف بہا حبا''

احقر کو بحمد للہ حضرت سے جلالین شریف اور ابوداؤد شریف پڑھنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ جامعہ اشرفیہ لاہور سے دورہ حدیث کرنے کے بعد جامعہ دارالعلوم کراچی میں اپنے جدّ مشفق حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کی خدمت میں

تخصص فی الافتاء کے عنوان سے رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ جس کے بعد واپس جا کر جامعہ اشرفیہ میں بحیثیت استاذ تقرر ہوا تو حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحبؒ کے پاس دارالافتاء میں بیٹھنے اور کام کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضرت مفتی صاحبؒ کے بارے میں عام تاثر یہ تھا کہ دارالافتاء لاہور میں حضرت کے پاس بیٹھنا اور حضرت سے استفادہ کرنا بہت مشکل ہے۔ لیکن حق تعالی کا کیسے شکر ادا ہو اور حضرت مفتی صاحب کے احسانات کا کیسے شکریہ ادا کروں کہ حضرت نے اس ناکارہ و آوارہ پر بہت ہی شفقت فرمائی۔ اور اپنے ساتھ لگائے رکھا۔ البتہ دو سال بعد فرمایا: بحمد اللہ تمہیں مناسبت ہے اور تم یہ کام کر سکتے ہو۔ مگر میرا مشورہ ہے کہ تم کتابیں پڑھاؤ اور جب تک موقوف علیہ کی کتابیں پڑھا لو تو پھر یہ کام کرو تو انشاء اللہ بہت فائدہ ہوگا۔ (۱) چنانچہ حسب ارشاد احقر کتب کی طرف متوجہ رہا اور مدرسہ کا سارا وقت تدریس میں لگانے لگا۔

احقر کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی وجہ سے بہن بھائیوں اور ادارہ اسلامیات کی ذمہ داری احقر پر بڑھ گئی تو خاصے طویل عرصہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دارالافتاء کے باضابطہ تعلق میں انقطاع رہا اور دارالافتاء میں باقاعدہ بیٹھنے کی سعادت سے محرومی رہی۔ یہاں تک کہ چھوٹے بھائی بڑے ہو گئے اور احقر کی گھریلو ذمہ داریوں میں کچھ تخفیف ہو گئی تو ادھر آہستہ آہستہ نیچے کی تمام کتابیں پڑھاتا ہوا بحمد اللہ احقر موقوف علیہ تک پہنچ گیا تو حضرت مفتی صاحب احقر کو تاکید کرنے لگے کہ اب تم دارالافتاء میں کام شروع کر دو۔ کئی مرتبہ احقر کو دیکھ کر فرمایا: کہ سب کو دیکھ کر خوشی ہوتی ہے مگر تمہیں دیکھ کر رنج ہوتا ہے احقر نے عرض کیا کہ حضرت کیوں؟ فرمایا تم کام کر سکتے ہو مگر اب آتے

(۱) حضرت مفتی صاحبؒ یہ بھی فرماتے تھے کہ وہی مفتی صحیح طور پر فتوی کا کام سرانجام دے سکتا ہے جس نے کم از کم موقوف علیہ تک کی تمام کتب (فنون سمیت) پڑھائی ہوں اور ایک عرصہ کسی جید مفتی کی زیر نگرانی فتوی کا کام کرتا رہا ہو ورنہ اس کا فتوی کچا رہتا ہے۔ محمود عفی عنہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

نہیں۔

الحمدللہ کہ آخر میں پھر پابندی کے ساتھ دارالافتاء جانے لگا اور حضرت کے پاس بیٹھنے لگا۔ اپنی غفلت کی بناء پر گو حضرت سے وہ حاصل نہ کرسکا جو کرنا چاہئے تھا مگر حضرت کی زیارت اور صحبت کی برکات سے بحمداللہ محرومی نہ رہی۔

میخانہ کا محروم بھی محروم نہیں ہے

البتہ اب پچھتاوا ہوتا ہے کہ عمر ضائع کردی (۱) اور ایسی بے مثال شخصیت کی قدر کی نہ ان سے صحیح طور پر استفادہ کیا۔ ان کی شفقتیں یاد آتی ہیں تو دل مسوس کر رہ جاتا ہے۔ لیکن اب پچھتانے سے کیا حاصل انا للہ وانا الیہ راجعون۔ غفر اللہ تعالی لہ' ورحمہ' رحمۃ واسعۃ واعلی اللہ تعالی درجاتہ فی الجنۃ وجزاہ اللہ تعالی عنا خیر الجزاء۔ اللہ تعالی ان کے درجات بلند فرمائیں اور اپنی بارگاہ سے انہیں اجر جزیل عطا کریں۔ آمین

احقر

(۱) یہ مولانا کی عاجزی ہے ورنہ الحمدللہ اللہ تبارک وتعالی نے استاذ مکرم حضرت مولانا مفتی محمود اشرف صاحب مدظلہ العالی سے باوجود یکہ والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور چھوٹے بھائیوں کی سرپرستی کے علاوہ ادارہ اسلامیات کی ذمہ داری بھی کندھوں پر آپڑی ان اکابرین مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ اور والد صاحب قدس سرہ کی خصوصی توجہ اور دعاؤں کی برکت سے اس مقام پر فائز کردیا کہ آج اپنے دادا مکرم کی جگہ دارالعلوم کراچی میں مسند افتاء پر فائز ہیں اور اپنے علوم سے ایک عالم کو فیض یاب کر رہے ہیں اا اپنے استاد مفتی جمیل احمد تھانوی ہی کی طرح فتوی کے ساتھ احادیث کی کتب بھی پڑھا رہے ہیں۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ خلیل احمد تھانوی

بروفات حسرت آیات حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی نور اللہ مرقدہ

تاریخ وفات ۲۲ رجب ۱۴۱۵ھ، مطابق ۲۵ دسمبر ۱۹۹۴ء

کون امت کے دکھوں کا اب بتائے گا علاج
آہ رخصت ہوگئے وہ مفتی اعظم بھی آج
نبض امت پر رکھے گا کون انگشت شفاء
کون بیماران ملت کے لئے دے گا دوا
کون شفقت سے سنے گا سب کے اشکالات کو
حل کرے گا کون اہل دین کے شبہات کو
راہ رو کو منزل مقصود تک لائے گا کون
قوم کو ظلمت کدہ میں راہ دکھلائے گا کون
ہر عمل میں ہوگا خود قرآن کی تفسیر کون
بن کے دکھلائے گا اب اسلاف کی تعبیر کون
کس سے ہوگا عام اب یہ درس فقہ و اجتہاد
کس کے فتوؤں پر کریں گے اہل دانش اعتماد
اٹھ گیا ہے اجتہاد و فقہ کا دُرِّ عظیم
ہوگئی ہے بالیقیں اب مسند افتاء یتیم
جا رہا ہے کون یہ اشکوں کا طوفاں چھوڑ کر
قلب حیران، روح بریاں، چشم گریاں چھوڑ کر

toobaa-elibrary.blogspot.com

کس کی میت ہے یہ کاندھوں پر بتاۓ بیخودی
دیکھتے ہیں حسرتوں سے جس کو علم و آگہی

کس کے دم سے تھی بہار جاوداں کی رونقیں
اٹھ گیا ہے کون لے کر گلستاں کی رونقیں

وہ سراپا علم و دانش زہد و تقوی کا عَلَم
یاد کرکے رو رہے ہیں جس کو قرطاس و قلم

وہ سراپا دین کا پیکر تھی جس کی زندگی
سنت اسلاف کا مظہر تھی جس کی زندگی

ہر ادا تھی جس کی دین حق کا پیغام ثبات
ہر عمل تھا جس کا ملت کے لئے درس حیات

وہ سراپا مسلک اسلاف دیوبند کا ثبوت
وہ سہارنپور کے درس مظاہر کا سپوت

مسلک تھانہ بھون کی ایک تابندہ شناخت
زندگانی جس کی تھی سنت کی اک زندہ شناخت

اسعد اللہ اور خلیل احمد کا تلمیذ رشید
خانقاہ اشرف و امداد اللہ کا حفید

وہ سعید احمد کا داماد اور سعید احمد کا پوت
خاندان اشرف و امداد اللہ کا سپوت

اب کہاں سے لائیں گے وہ پیکر علم و عمل
کب ملے گا امت مرحوم کو نعم البدل

علم و دانش کے در و دیوار سب افسردہ ہیں
جامعہ کے یہ گل و گلزار سب افسردہ ہیں

ہر جگہ افسردہ ہے ہر آنکھ ہے آج اشکبار
کون اٹھا ہے کہ جس پر آسمان ہے سوگوار

مسند تحقیق لگتی ہے کوئی افسانہ آج
یہ ادارہ اشرف التحقیق ہے ویرانہ آج

ہر افق پر آج کس کے علم و دانش کی ہے دھوم
یاد کرتا ہے کسے ہر گوشۂ دارالعلوم

میکدہ سے اٹھ گیا ہے وہ حسیں وہ خوب رو
عمر بھر روئیں گے جس کو جام و مینا و سبو

کون لے کر چل دیا یوسف کو اس بازار سے
سسکیاں سنتا ہوں عارفؔ ہر در و دیوار سے

عارفؔ ان کے نقش پا اِک جادہ جمشید ہیں
اپنی سیرت سے وہ اب بھی زندہ جاوید ہیں

(حضرت مولانا مشرف علی تھانوی عارفؔ دامت برکاتہم)

toobaa-elibrary.blogspot.com

قرآن اور ہم

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

قرآن اور ہم (۱)

نعمت عظمیٰ

دنیا بھر میں صرف مسلمانوں کو ہی یہ نعمت عظمیٰ حاصل ہے کہ ان کے پاس اللہ کی کتاب اس شان سے موجود ہے کہ جس کا حرف حرف یقینی ہے۔

دوسروں کے پاس یا تو خدائی کتاب ہی نہیں۔ مذہب نام سے ایک ڈھونگ ہی ڈھونگ ہے۔ یا برائے نام ہے۔ تو چند لوگوں کے لکھے ہوئے ترجمے جن کی اصل نایاب اور یہ معلوم کرنا ناممکن ہے کہ ترجمہ صحیح بھی ہے یا نہیں اور صحیح ہے تو کونسا صحیح ہے۔

صرف ترجمہ کلام الٰہی نہیں ہوسکتا

پھر خدائی کتاب کا ترجمہ انسان سے ہونا ہی محال ہے۔ اگر صحیح بھی مل جائے تو اس کو خدائی کتاب نہیں کہا جاسکتا۔

محال اس لئے کہ الفاظ مضامین کی ادائیگی کا آلہ ہیں۔ خدائی ایک ایک لفظ، ایک حرف، بلکہ ایک ایک نقطہ اپنے اندر بہت بہت معانی کو لئے ہوتا ہے، اور ترجمہ کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام معانی کا احاطہ کرنے والا، اپنی زبان کا لفظ خدائی لفظ کی جگہ رکھ دیا جائے، نہ انسان کا علم خدا کے برابر، نہ انسان کی قدرت خدا کے برابر، نہ ہر انسان کو ان تمام معانی کا علم، نہ ایسا کوئی لفظ انسان کی قدرت میں ہے جو ان تمام معانی کا احاطہ کر سکے۔ اسلئے انسان سے الفاظ الٰہی کا ترجمہ ہی ممکن نہیں۔

---

(۱) حضرت مفتی صاحب کا یہ مقالہ ۵ اپریل ۱۹۵۷ء کو خدام الدین میں طبع ہوا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

انجیل وتوریت وغیرہ کے ترجمہ کی حقیقت

ہاں بہت بہت احتمالات ومعانی میں سے ایک ایک لے کر اس کے مقابل اپنی زبان کا لفظ رکھ دینا مجازاً برائے نام ترجمہ، اور حقیقت میں الفاظ خداوندی کی اپنے ناقص علم کے مطابق ایک مختصر تشریح کہلا سکتی ہے۔ اور دنیا جانتی ہے کہ اصل اور چیز ہے اور تشریح اور چیز، اب اگر کسی خدائی کتاب کی اصل موجود نہ ہو اور یہ مختصر تشریحات جن کا نام ترجمہ رکھ دیا گیا ہے ملتی ہوں تو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ خدائی کلام ہوسکتا ہے۔ سوائے دھوکہ اور پروپیگنڈہ کے اس کی کوئی حقیقت نہیں بن سکتی (۱)۔ بلکہ یہ تشریحات بھی غیر نبی سے ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتبار ہوں گی جن کو خدائی کتاب تو کیا مذہبی بات بھی کہنا مشکل ہے۔

قرآنی تراجم کے صحیح ہونے کی وجہ

تشریحات کے معتبر ہونے کا فخر بھی صرف مسلمانوں ہی کو حاصل ہے۔ کہ ان کی خدائی کتاب کی تشریحات حضرت نبی ﷺ سے معتبر سندوں سے ثابت ہیں۔

قرآن کے علاوہ کسی آسمانی کتاب کی صحت کا ثبوت ممکن نہیں

اول تو سوائے قرآن شریف کے کسی مذہب کی بنیاد یعنی کتاب الٰہی کی آج اصل ہی نہیں ملتی، اگر کوئی شخص کسی کتاب کے متعلق دعوی بھی کردے تو اس کا ثبوت یقینی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ہزاروں برس کے بعد آج کسی ایسی کتاب کے متعلق جس سے دنیا قطعاً ناآشنا (۲) ہے یہ دعویٰ ہوگا تو بالکل بلاسند اور قطعاً ناقابل قبول ہوگا۔ پھر کسی لفظ پر بھی اطمینان نہیں ہوسکتا۔ کہ اصل کیا ہے؟ تبدیلی کیا ہے؟

---

(۱) اس لئے کہ جب وہ الفاظ جن میں یہ کلام نازل ہوا تھا سامنے موجود نہیں تو اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ مذکورہ ترجمہ صحیح ہے اور انہی الفاظ کا ہے جو نازل ہوئے تھے۔ اس لئے یہ صرف دھوکہ ہے (۲) ناواقف۔

کتاب الٰہی کے ثبوت کی شرائط

کسی کتاب کے کتاب الٰہی ثابت ہونے کیلئے کئی باتوں کی ضرورت ہے۔

۱۔ کس پر نازل ہوئی۔

۲۔ وہ نبی تھا یا نہیں اور اس کی نبوت پر کیا دلیلیں ہیں۔

۳۔ کب نازل ہوئی۔

۴۔ اس نزول کے واقعات کو اس شخص کے علاوہ اوروں نے بھی جو اس زمانہ میں موجود تھے کچھ نہ کچھ آثار سے دیکھا یا نہیں۔

۵۔ اس وقت کے لوگوں میں کسی نے اس کو کتاب الٰہی تسلیم کیا یا نہیں۔

۶۔ اور پھر ہر ہر بات کی سند کیا ہے اور وہ سند کیسی ہے۔ یقینی ہوسکتی ہے یا نہیں اور دنیا جانتی ہے کہ نقل کے واسطے یقینی دلیل صرف ایک دلیل ہوتی ہے کہ ابتدائے زمانہ سے لے کر آج تک اس کے نقل وبیان کرنے والے ایسی کثیر تعداد میں ہوں کہ عقل ان کے جھوٹ پر جمع ہونے کو محال سمجھتی ہو۔

۷۔ پھر اس کتاب کا حرف حرف بے کم وکاست (۱) اول سے آج تک ویسے ہی ہو اور اسی قدر نقل کیساتھ محفوظ آرہا ہو۔

۸۔ اور جب تک دنیا میں کاغذ اور تحریر کا رواج نہ تھا۔ کم سے کم اس وقت تک تو اتنے لوگ منہ زبانی حرف بحرف یاد رکھنے والے ہوں کہ سرمو (۲) تغیر وتبدل نہ ہوا ہو۔

۹۔ پھر بعد میں صرف تحریر پر مدار نہ ہو۔ کہ ممکن ہے جس کے پاس وہ تحریر موجود ہو اس نے کوئی ردو بدل کر دیا ہو۔

۱۰۔ پھر تحریریں بھی اول سے جب سے شروع ہوئی ہوں اس قدر تعداد میں ہوں کہ

---

(۱) بغیر کمی زیادتی کے ابتداء نزول سے آج تک محفوظ ہو (۲) بال برابر بھی تبدیلی نہ ہوئی ہو۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کوئی عقل ان کو غلط، جھوٹ یا ردوبدل کیا ہوا تسلیم نہ کر سکے۔ (۱)

۱۱۔ پھر جس پر نازل ہوا ہو اسی سے اس کی ہر تشریح وکیفیت معتبر ذرائع سے ثابت ہو۔ اس قدر پکا پختہ ثبوت ہو تو اس وقت وہ کتاب کتاب الٰہی ثابت ہو سکتی ہے۔

صرف قرآن سب شرائط پر پورا اترتا ہے

اب آپ خود انصاف سے غور کر کے دیکھ لیں کہ کیا آج ساری دنیا میں سوائے ایک قرآن مجید کے کوئی اور خدائی کتاب کہیں ایسی موجود ہے جس کو ہر عقل وانصاف والا اس پختہ ثبوت کی کسوٹی پر پرکھ کر خدائی کتاب اور اس سے متعلق مذہب کو خدائی مذہب کہہ سکے۔ بجز (۲) اس کے کہ خود قرآن مجید نے جس کے متعلق جتنا بتایا ہے وہ اس کا ثبوت ہے لہٰذا اگر کسی کتاب کے نام کے نفس کتاب الٰہی کے نام ہونے کا پھر کوئی ثبوت ہے تو وہ بھی مسلمانوں کے پاس (۳) ہے دوسرا کوئی اس نام کی کتاب کو کتاب الٰہی ہونا ثابت نہیں کر سکتا۔

اعجاز قرآن

ساری دنیا میں یہ نعمت عظمیٰ صرف اور صرف مسلمانوں کو ہی حاصل ہے کہ ہر زبان میں اول سے لے کر آج تک سینکڑوں نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں وہ حافظ رہے ہیں کہ حرف تو حرف نقطہ نقطہ اور زیر زبر تک اس قدر محفوظ کہ سارے عالم میں اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ آج کوئی لکھنے چھاپنے والا ذرا بھی بھول چوک کر جاتا ہے تو اتنے عالم اس کا پیچھا لیتے ہیں کہ جان چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔

(۱) یعنی تحریر میں بھی تواتر ہو (۲) سوائے (۳) مطلب یہ ہے کہ توریت، انجیل، زبور، نامی کتابوں کو جو اللہ کا کلام کہا جاتا ہے تو ان ناموں کی کتابوں کا کلام الٰہی ہونا بھی صرف قرآن ہی سے ثابت ہے غیر مسلموں کے پاس تو اس کا بھی ثبوت نہیں۔

تشریحات قرآن کی حفاظت کے لئے مختلف علوم کی ایجاد

بلکہ حضرت نبی ﷺ سے پختہ ثبوت وسند سے اس کی تشریحات وتفصیلات اور پھر ہر ہر جز کیلئے پورے پورے فن بنا دئے ہیں۔

مفرد لفظ کے مادہ کے لئے علم لغت اور صورت کیلئے علم صرف، باہمی ربط قریب الشکل کیلئے علم الاشتقاق، مرکبات کے باہمی تعلق کے لئے علم نحو، دلالت پر معنے کے تفاوت کے لئے معانی وبیان، عمدگی سمجھنے کیلئے علم بدیع، معانی اخذ کرنے کیلئے اصول فقہ، مسائل ماخوذہ کے لئے علم عقائد وفقہ وتصوف، طرز استدلال کیلئے منطق، رفع شبہات کیلئے فلسفہ، تشریحات کیلئے علم تفسیر، تفصیلات کیلئے علم حدیث مع علوم متعلقہ۔ (۱)

اس لئے اس گئے گزرے زمانہ میں بھی آج سارے عالم میں اس باب میں کوئی شخص عالم سے آنکھ ملانے والا نہیں ہے۔ یوں حیاء و غیرت کو بالائے طاق رکھ کر چھوٹا سا دعویٰ کر دینا انصاف کا خون کرنا عقل والوں کو دیوانہ بنانا اور ساری دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنا ہے

دین صرف اسلام ہی ہے

لاریب۔ ’’ان الدین عند اللہ الاسلام‘‘ (۲) (بیشک دین تو خدا کے نزدیک اسلام ہی ہے) ’’ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ‘‘ (۳) (اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی دین لائے گا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا)

(۱) گویا قرآن پاک کی حفاظت کیلئے نہ صرف یہ کہ مذکورہ بالا علوم ایجاد کیے گئے بلکہ ان کی حفاظت کی گئی تاکہ اللہ پاک کی صحیح مراد کو سمجھنے اور ترجمہ میں غلطی نہ ہو (۲) سورۃ ال عمران آیت ۱۹ (۳) سورۃ ال عمران آیت ۸۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

لمحہ فکریہ

اب ذرا ہم میں سے ہر شخص اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے کہ اس زمانہ میں ایسی عظیم الشان اور یکتا نعمت (۱) کی کیا قدر کی ہے اور اس قدر شناسی کے اہم ترین فرض کی ادائیگی میں کتنا حصہ لیا ہے (۲) اور اپنے دل و دماغ سے، جسم و جان سے، اولاد و اقرباء سے، عزت و جاہ سے، دولت و ثروت سے کتنی حق شناسی کی ہے۔

الفاظ و معنی کی حفاظت کیلئے ہم نے کیا کیا؟

کمی بیشی سے بچانے کیلئے ہم نے خود یا بذریعہ اولاد و اعزہ، احباب، اس کے لفظ لفظ کو محفوظ کرنے میں کیا کوشش کی ہے حفظ قرآن کا کتنا کام کیا۔ کتنے مدرسے قائم کرائے کتنے آدمی اس میں لگائے کتنی امداد اس کیلئے منظور کی کتنے قدم اس کیلئے اٹھائے کتنے لوگوں کو اس طرف توجہ دلائی۔

قرآن شریف کے مضامین و احکام مع تشریحات نبویہ و نائبین نبی کس کس نے کتنے کتنے حاصل کیے اور اس کے کتنے انتظامات کئے؟ اگر کیے تو معتبر اہل علم و اہل حق کے ذریعے کس نے کئے اور گمراہ لوگوں کے ہاتھ کتنے بکے۔

اغیار کی تحریف سے بچانے کیلئے کیا کیا؟

یورپ سے متاثر ہونیوالے طبقہ نے جو تحریفات معنوی کر کر کے یورپی نظریات کو خدائی احکام بنانے کی کوششیں جاری کر رکھی ہیں ہم نے قرآن کی حفاظت کیلئے ان کا کیا تدارک کیا کونسا ادارہ قائم کیا۔ اور کس طرح ان دوست نما دشمنوں کے حملوں سے قرآنی احکام کی حفاظت کی اور کہاں تک یورپ کے اور دوسرے کفار کے اثرات سے مسلمانوں کو

(۱) یعنی قرآن حکیم (۲) اس کی قدر و منزلت کو پہچاننے کے فریضہ کو ہم نے کتنا ادا کیا ہے۔

بچانے اور اثر کی مکافات کے ادارے قائم کئے۔

قیام مدارس میں کیا کوشش کی؟

قرآن مجید کے اشارات اور کنایات اور اجمالوں کی تفصیلات (۱). حدیث شریف، اجماع امت اور فقہ سے حاصل شدہ احکامات کے درس تدریس میں ہم نے کتنا حصہ لیا، اس کے حقیقی اور کل احکام کی اشاعت اور تحصیل میں کیا کیا کوششیں کیں، اور اپنی مادری زبان میں ان کی کتنی درسگاہیں قائم کر کے مسلمانوں کو پکا پختہ مسلمان اور خود اور سب کو قرآنی رنگ میں رنگنے کی سعی کی، کتنے شبینہ مدرسہ بنائے کتنوں کو دین سکھایا۔

صحیح تلفظ میں قرآن پڑھنے اور عملی زندگی میں جاری کرنے میں ہمارا کیا کردار ہے؟

ہم نے اپنی پوری زندگی کو اس سرمایہ ہدایت کے کس قدر مطابق بنایا اور اس مطابقت کی سہولت کیلئے کسی استاد یعنی سچے پیر کی دستگیری حاصل کی اور کتنے لوگوں کو اس راہ پر چلنے کی دعوت دی۔

جس طرح قرآن شریف کے حرف حرف کو حضور ﷺ نے ادا کیا تھا ہم میں سے کتنوں نے اس کے حاصل کرنے اور دوسروں کو حاصل کرانے کی تدبیریں کیں۔ یعنی صحیح تجوید و قرأت کے مدرسے قائم کئے اور کتنوں نے تجوید حاصل کی۔

حفاظت قرآن میں ہمارا کیا کردار ہے؟

قرآن شریف کو پوری طرح حل کرنے اور لفظ لفظ کے تلفظ و معانی کو دلائل سے

(۱) قرآن حکیم میں جو احکام اشارۃً اور کنایۃً یا اجمالی طور پر ذکر کیے گئے ہیں ان کی تفصیلات معلوم کرنے کیلئے کیا کوششیں کیں؟

toobaa-elibrary.blogspot.com

سمجھنے اور سمجھا سکنے، تحریفات کا قلع قمع (۱) کرنے اور علوم متعلقہ میں مہارت پیدا کرنے کیلئے کس کس نے اپنی جان اپنی اولاد اپنے اعزہ واحباب پیش کئے کتنے اس کے اہل بنے یا بنائے کتنے ایسے درس نظامی کے مدرسے قائم کرائے یا چلائے یا کم ازکم ان کی امدادیں ہی کیں۔ اسکولوں کالجوں میں تو اولاد بھیجی مگر کوئی اللہ کا بندہ ایسا بھی ہے جس نے کم سے کم ایک بچہ کو دین وقرآن کے لئے وقف کردیا ہو اور اسی طرح کتنے ادارے اس کے احکام کو مسلم وغیر مسلم تک پہنچانے والے بنائے یعنی تبلیغی ادارے۔

نعمت عظمی کی ناقدری

کیا ایسی عظیم المرتبت (۲) بے مثال نعمت کی یہ قدر ہوتی ہے کیا ہم ہی وہ مسلمان ہیں جن کو یہ نعمت عظیمہ عطا فرمائی گئی ہے مگر ہم نے اس کو بالکل پس پشت ڈال رکھا ہے کیا ہم اس کے مستحق نہیں کہ ہم پر اس ناقدردانی کا وبال ہو اس کی کسمپرسی کا عذاب اور اس کی گستاخیوں کی سزائیں نازل نہ کی جائیں؟ اے اللہ ہماری آنکھیں کھول دے اور اپنے کلام کی قدردانی کے ساتوں شعبوں (۳) کی خدمت کی ہمیں توفیق دے۔

ناقدری کے عذاب سے بچنے کی ترکیب

کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ فرض شناس ہوکر اپنی اولاد میں سے کم ازکم ایک کو تو ضرور اس کتاب الہی کی حفاظت واشاعت کے کسی ایک شعبہ کیلئے وقف کردیں اگر قیامت میں ہم سے باز پرس کی گئی کہ اس قدر زبردست نعمت دے کر تم کو تمام عالم سے امتیاز بخشا گیا تھا تم نے اس نعمت کا شکر اس کی ہدایت پر عمل اس کی حفاظت واشاعت کی کوشش میں اپنی اولاد کو لگایا یا کچھ وقت صرف کیا اور کچھ جان مال سے اعانت کی تو سوچ لیں ہمارے پاس کیا جواب ہے؟

وما علینا الا البلاغ

(۱) جڑ سے اکھاڑ پھینکنے (۲) بڑے مرتبے والی (۳) قرآن حکیم کے الفاظ ومعانی کی حفاظت کے سات شعبے جن کا ذکر یہاں تک کیا ہے۔

تحریف قرآن کی مہم

toobaa-elibrary.blogspot.com

تحریف قرآن کی مہم

پاکستان صرف اس طلب وسعی(۱) کا نتیجہ تھا کہ ایک اسلامی ملک میں قرآنی قانون نافذ ہو سکے اور مسلمان آزادی کے ساتھ خدا اور رسول کی مرضی کے اصول پر زندگی گزار سکیں۔ مگر حیرت اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس طلب وسعی کا نتیجہ مایوس کن نظر آرہا ہے۔ یورپ سے مرعوب ذہنیت کے لوگ اسلامی اصول میں تحریف وتبدیل کے درپے ہورہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ قرآن کو اپنے مزعومات(۲) کے مطابق ڈھال لیں۔ کلام رسول ﷺ کو نظر انداز کردیں اور اپنی خواہشات کے مجموعے کو اسلام قرار دے کر اہل پاکستان سے اسے تسلیم کرالیں۔ اس صورت حال کا سب سے افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ایسے افراد اور گروہوں کی نیز ان کی اس مساعی بد کی سرپرستی حکومتی مشینری کی طرف سے ہوتی ہوئی نظر آرہی ہے جو ملت اسلامیہ میں مایوسی کے ساتھ بددلی کا موجب ہورہی ہے۔

آپ بار ہا سن چکے ہیں کہ اسلام دشمن لوگوں نے بہت جگہ اپنے کو مسلمان ظاہر کر کے مسلمانوں کی قیادت وامامت کی ہے اور اس خفیہ ہتھیار سے ان کے ایمان واسلام کو ہلاک کر دیا ہے کچھ ایسی ہی صورت حال ان تحریفی مساعی کے پس پردہ بھی کارفرما نظر آتی ہے۔

ہماری حکومت کے بعض حکام کی سادہ لوحی ملاحظہ ہو کہ ان دشمنان اسلام کو ہی اسلامی طور سے قانون کی پرکھ کے لئے موقع دیا جارہا ہے اور ان سے رپوٹیں لی جارہی ہیں جو لوگ خود ہی غیر اسلامی چیزوں کو اسلام میں ٹھونسنے والے تھے انہی کو اس کا منصف بھی قرار دیا جاتا ہے۔ اور انہی سے پوچھا جاتا ہے کہ عملی قانون کی دفعات اسلام کے موافق ہیں یا خلاف۔

(۱) کوشش (۲) اپنے گمان کے مطابق

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

کسی عمارت کے پختہ یا کمزور ہونے کی تشخیص اطباء اور ڈاکٹروں سے کرانا دق یا معمولی بخار کی تشخیص معماروں یا انجینئروں سے کرانا قانون کی موشگافیوں کے لئے مزارعوں کو طلب کرنا مسجدوں کی اذان و امامت کے لئے ہندوؤں کو نامزد کرنا کیسی انصاف کی بات ہے۔ ذرا سب اس پر غور کرلیں۔

''اخبار مشرق لاہور'' ۳۰ جولائی ص ۲ کالم ۲،۳ پر اسی طرح کے ایک ادارہ ''ثقافت اسلامیہ'' کی ایک کمیٹی کا کارنامہ بیان کیا ہے کمیٹی نے یہ اصول بیان کیا کہ قرآن خود نا قابل تغیر ہے لیکن اس کی تشریحات چونکہ انسانی عقل کے ذریعے ہوئیں اس لئے ہر زمانہ میں علم و تجربے کی وسعت اور حالات کے تقاضوں کے مطابق قرآنی احکام کی نئی تشریح کی جاسکتی ہے۔

اور صدر کمیٹی کی تقریر اس سونے پر سہاگہ ہے۔

''چونکہ اسلام نے قرآن کی تشریح و تعبیر کا حق کسی خاص طبقہ کے لئے محدود نہیں کیا ہے اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اسلام کی بنیادی تعلیمات پر غور کرے اور نئے حالات کے مطابق ان کی تشریح کرے یہ مجلس ماہانہ جلسے منعقد کرکے اہم مسائل پر اسلامی نقطہ نظر سے اور جدید تقاضوں کی روشنی میں بحث کرے گی۔''

دونوں اقتباسات کو غور سے پڑھئے اور خود اپنے دل سے معلوم کرلیجئے کہ قرآن مجید کی تحریف کس زور شور سے کی جارہی ہے اس کے لئے ادارہ قائم ہے اور ہر ماہ نئی نئی تحریفیں کرنے کے لئے جلسے منعقد ہوا کریں گے اور پریس کے ذریعے اس کو ہر مسلمان کے دل و دماغ پر مسلط کریں گے اور حکومت و حکام ان کی سرپرستی کرکے اس طرح اسلامی حکومت

میں اسلام کے پرخچے اڑانے کے کارنامے انجام دینگے۔ یہ بوالعجبی (۱) ملاحظہ کریں کہ ایک طرف اعتراف ہے کہ ''قرآن خود نا قابل تغیر ہے'' دوسری طرف اس کے مفہوم میں تغیر و تبدیلی کی عام دعوت ہے۔ کیا قرآن مجید صرف دعاؤں حرفوں اور معنی و مفہوم سے خالی لفظوں کا نام ہے کہ ان کو تو نا قابل تغیر تسلیم کرلیا گیا مگر مفہوم کو قابل تبدیل۔

قرآن کی تشریح کون کرسکتا ہے

یہ کہ اس کی تشریحات انسانی عقل کے ذریعہ ہوتی ہے اور تشریح اور تعبیر کا حق کسی خاص طبقہ کے لئے محدود نہیں کیا ہے دونوں دعوے بے اصل اسلام کے خلاف اور عقل صحیح سے بالکل مردود ہیں۔

قرآنی تشریح صرف نبی کا منصب ہے

حضور ﷺ کا ذکر قرآن مجید میں بار بار آیا ہے اور خصوصیت ارشاد فرمائی ہے:

ویعلمهم الکتاب والحکمة (۲) (اور نبی ان سب کو اللہ کی کتاب کی تعلیم دیتے اور سکھاتے ہیں) عرب اہل زبان تھے اور فصاحت و بلاغت میں طاق لیکن ان کو بھی یہ اجازت نہیں دی گئی کہ وہ خود کتاب الہی کا کوئی مفہوم اپنی رائے سے قرار دے لیں۔

حضور ﷺ کی خصوصیت اور فرض منصبی یہ قرار دیا گیا ہے کہ ان کو کتاب اللہ کی تعلیم دیں۔

اور تمام عالم کے لئے قرآن مجید کے معانی کا بیان کرنا حضور ﷺ کے فرائض منصبی میں ہے وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیهم (۳)

(ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نازل کیا ہے کہ آپ لوگوں پر ان تمام احکام کو جو ان کے لئے نازل کئے گئے ہیں کھول کر بیان فرمائیں) اس لئے خود سے کوئی مفہوم تجویز کرنا قرآن

(۱) تعجب خیز بات (۲) البقرہ آیت ۱۲۹ (۳) النحل آیت ۴۴

toobaa-elibrary.blogspot.com

شریف کے نزول کے غرض کے خلاف اور بالکل حرام ہے۔

نبی تشریحات خدا سے لیتے ہیں

حضور ﷺ کا یہ تعلیم فرمانا اور احکام کو کھول کھول کر بیان کرنا بھی اپنی طرف سے اور اپنی رائے سے نہیں بلکہ یہ بھی حق تعالیٰ کی طرف سے دل میں پیوست کرنے سے ہے۔ فاذا قرانٰہ فاتبع قرانہ ثم ان علینا بیانہ (۱) (تو جب ہم (بہ واسطہ فرشتہ) قرآن پڑھ دیں آپؐ اس کے بعد پڑھا کریں پھر ہمارے ہی ذمہ اس کا کھول کر بیان کرنا ہے) لہذا قرآنی مفہومات بھی حق تعالیٰ کی طرف سے نبی ﷺ اور نبی ﷺ کے صحابہ پر اور سلسلہ بہ سلسلہ آج تک آئے ہیں۔ یہاں خود رائی اور من گھڑت مفہومات کا دخل نہیں۔ ما اتاکم الرسول فخذوہ ومانھا کم عنہ فانتھوا (۲) (جو چیز یا حکم رسول دیں لے لو، جس سے روکیں رک جاؤ)

تشریح قولی بھی ہے فعلی بھی

تشریح وتفصیل حضور ﷺ کے ارشادات میں بھی ہوگی۔ جیسا کہ ان آیات سے معلوم ہوا ہے اور خود حضور ﷺ کے فعل مبارک اور منظوری سے بھی جیسے ارشاد ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (۳) (قسم ہے کہ تمہارے لئے اللہ کے رسول میں ہی عمدہ نمونہ ہے) اور ارشاد ہے: قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (۴) (آپ کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو پھر اللہ تعالیٰ تم کو محبوب بنالیں گے)

(۱) القیامۃ آیت ۱۸ (۲) الحشر آیت ۷ (۳) الاحزاب آیت ۲۱ (۴) آل عمران آیت ۳۱

غیر نبی کی تشریح تکذیب وانکار ہے

بلکہ علم کامل اور احادیث کے بغیر جو مفہوم تجویز کیا جائے وہ تکذیب (۱) قرآن، گمراہی اور کفر کا سبب ہوگا یہودیوں کے حال میں ارشاد ہے: بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ ولما یاتھم تاویلہ (۲) (بلکہ ان لوگوں نے ایسی چیز کی تکذیب کی جس کے علم کا احاطہ نہیں کیا۔ اور اب تک ان کے پاس اس کا صحیح مفہوم نہیں آیا) قرآن کو جھٹلانا اور تکذیب کرنا اس عنوان سے بیان فرمایا گیا ہے کہ ایسی چیز کی تکذیب کی جس کے علم کا احاطہ نہیں کیا اور اب تک ان کے پاس صحیح مفہوم نہیں آیا۔

آیت مبارکہ میں غور کرنے سے معلوم ہو رہا ہے کہ احاطہ علمی اگر کامل طریق سے بھی حاصل ہو جائے تو پھر بھی بغیر ان تشریحات نبویہ کے وہ کلام الٰہی کا صحیح مفہوم نہ حاصل کرسکتا ہے نہ تکذیب کی علت سے بچ سکتا ہے۔ ضروری ہے کہ تفسیر کا علم اور پھر حدیث شریف کا پورا علم حاصل کیا جائے۔

کیا صحابہؓ کو بھی ان علوم کی ضرورت تھی؟

حضرات صحابہؓ کو ماہر زبان ہونے کی وجہ سے وہ علوم خود حاصل تھے پھر براہ راست حضور ﷺ سے یہ سب بیانات میسر تھے۔ اس وجہ سے ان کیلئے تو تشریحات نبویہ بالکل مشاہدہ اور عینی چیز تھی۔ ان کو ضرورت نہ تھی لیکن ہم تک پہنچنے میں درمیان میں کچھ واسطے آگئے ہیں۔ اس لئے احادیث ان واسطوں کی وجہ سے چند قسم کی ہوگئی ہیں اس کیلئے اصول حدیث کے سننے کی ضرورت ہوگی پھر چونکہ اصل تفاوت راویوں کی تعداد وحالات کی بنا پر ہوتا ہے۔ اس لئے ان کے حالات کیلئے فن اسماء الرجال کی حاجت بھی ہوئی۔ اور پھر

(۱) قرآن کا انکار (۲) سورۃ یونس آیت ۳۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

تمام احادیث کے لفظ لفظ کو سمجھنے کے لئے ان تمام علوم وفنون کی بھی جو قرآن کے علمی احاطہ کیلئے ضروری ہیں۔

تشریحات نبویہ کا ثبوت

احادیث حضور سے نقل ہیں اور نقل شدہ بات کے یقینی ہونے کی دلیل سارے عالم میں صرف ایک ہی ہے۔ تواتر۔ یعنی اول سے آخر تک مسلسل روایت کرنے والے اتنی تعداد میں ہوں کہ عقل ان کے جھوٹ پر جمع ہونے کو محال قرار دے، تمام بے دیکھے شہر حکومتیں ریلیں جہاز وغیرہ اس وجہ سے یقینی معلوم ہیں کہ ان کے دیکھنے اور بیان کرنے والے ہر زمانہ میں اسی قدر تعداد میں رہے ہیں۔ اس لئے ہر وہ حدیث یقینی طور سے حضور ﷺ کا ارشاد یا فعل یا منظوری ہوگی جو اس طرح نقل ہو کر آئی ہے یعنی متواتر۔ اور ہر ایسی حدیث براہ راست سننے دیکھنے کے مرتبہ میں ہو کر حضور کا یقینی ارشاد اور اس کی اطاعت اللہ تعالی کی اطاعت ہوگی۔ اس کا انکار نہ صرف حضور ﷺ کی اطاعت کا بلکہ خدا تعالی کی اطاعت کا انکار اور اسلام سے باہر ہونے کے معنی رکھے گا۔

اس سے کم درجہ کی حدیث کہ اگر صحابہ میں کم، بعد میں اس قدر راوی ہوں تو وہ بھی اسی درجہ میں ہوگی کیونکہ جن حضرات کو حق تعالی نے اپنے نبی کیلئے منتخب فرمایا ان کو اپنی رضا کا تحفہ عطا فرمایا نبی کا یار و مددگار بنایا اور حضور نے ہر ایک کو قابل اقتداقرار دیا ہے۔ ان میں شک وشبہ کی گنجائش ہی نہی ہے۔ اگر دو دو سے بھی روایت آتی ہو تو بھی جب دو کی گواہی ہر مذہب وحکومت میں قتل تک کے ثبوت کیلئے کافی (۱) ہے۔ حدیث کیلئے بھی کافی ہوگی بلکہ ایک ایک سے بھی ہو تو نیک کی روایت حجت ہے۔ حق تعالی کا ارشاد ہے وان جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا (۲) (جب کوئی فاسق تمہارے پاس خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو)

(۱) واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان (۲) سورۃ الحجرات آیت ۶

فاسق کی روایت تحقیق طلب اور نیک کی خبر تحقیق شدہ قرار دی گئی۔ مگر اصول حدیث سے سب کے مراتب سامنے آئیں گے۔ دنیا کے کسی مذہب کو اس پختہ ثبوت کے ساتھ نہ وحی الٰہی حاصل ہے نہ تشریحات نبوی۔

ان احکام الٰہی وتشریحات نبویہ سے معہ احاطہ علمی جو مسائل اصول فقہ واصول حدیث کی مدد سے راجح وقوی اختیار کر کے ایک جگہ جمع کئے گئے ہیں۔ اگر عقیدہ سے ان کا تعلق ہے تو علم العقائد۔ اگر جہادات ومعاملات سے متعلق ہیں تو علم الفقہ۔ تہذیب و معاشرہ سے متعلق ہیں تو علم تصوف انتظام حکومت، کارخانہ، گھر وغیرہ سے متعلق ہے تو سیاست ہیں۔ یہ کام ہزار سال سے بنا بنایا تیار کیا ہوا رکھا ہے۔ اور قیامت تک کوئی مسئلہ انشاء اللہ ایسا نہیں ہوگا جو صاف یا اصولی طریقہ سے ان میں نہ ہو ہاں اگر کسی کی نظر میں ہی کوتاہی ہو تو اس کی ذمہ داری خود اس پر ہوگی۔ ہر ایک کو تشریح کا حق دینا غلط اور کلام الٰہی کی توہین ہے۔

غرض اس طرح علمی احاطہ اور مراد الٰہی کے بیان سے حاصل کئے بغیر جو مفہوم تجویز کیا جائے گا وہ آیت شریفہ کی رو سے تکذیب کی علت اور بجائے دین کے کام ہونے کے خلاف دین کا ذریعہ بنے گا۔ اس لئے اس کی تشریح حدیث میں سخت وعید کے ساتھ ممانعت آئی ہے۔ حیرت ہے کہ ایسے ہوشمند لوگ کس طرح یہ کہہ گذرتے ہیں کہ تشریحات انسانی عقل کے ذریعہ ہوتی ہیں اور حق کسی طبقہ کیلئے محدود نہیں ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ نئی تشریح کرے۔

ہر زمانہ میں نئی تشریح اور نئے حالات کے مطابق تشریح غور کیجئے کہ حضرت خاتم الانبیاء کی وحی اور دین کی ایسی تحریف اور طرفہ یہ کہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس طرح قرآن مجید کو بازیچہ اطفال بنا لے پھر تو ہر شخص من مانی مرادوں پر تشریح کر کر کے ہر حکم الٰہی کو کچھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے کچھ بنادیا کرے گا۔ کیا یہ خدائی وحی کی کھلی توہین نہیں؟ کیا یہ صاف تحریف اور بحکم آیت سبب تکذیب نہیں؟ کیا یہ حرام اور کفر کے درجہ تک نہیں؟

خود تراشیدہ مفہوم کو خدائی حکم کہنا خدائی کا دعویٰ یا خدا پر بہتان ہے۔

فرض کیجئے اس ادارہ نے یا کسی اور نے کوئی مفہوم تراش بھی لیا تو اس کو خدائی مفہوم قرار دینا کیسے ہوسکتا اس کو قرآنی حکم کیسے کہا جاسکتا ہے۔ کیا اس طرح اپنے خود ساختہ مفہوم کو خدائی حکم قرار دینے میں در پردہ خود ہی خدا ہونے کا تو دعوی نہیں ہو رہا ہے کہ خدا تعالی کے سمجھائے ہوئے مفہوم اور پھر اس کو نبی ﷺ کے قول وعمل سے پہنچائے ہوئے مضمون کو بالائے طاق رکھ کر خود غلط سلط مفہوم گھڑ کر قرآنی لفظوں کی آڑ لے کر اپنی من گھڑت بات کو خدا کا حکم کہنا خود کو خدا ہی کہنے کے ہم معنی بن رہا ہے تو کیا مسلمان اس گئے گذرے زمانہ میں ایک دو کو نہیں ''ہر مسلمان کا فرض (۱)'' لفظوں سے لاکھوں کروڑوں خدا تسلیم کر لینے کیلئے آمادہ ہو جائیں گے۔

پھر نئے تقاضوں کا کیا علاج

سوال ہوسکتا ہے اور ہو رہا ہے کہ ''نئے حالات کے مطابق'' ''حالات کے تقاضوں کے مطابق'' آخر احکام الہی کیسے معلوم ہوں تو سوچنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ نئے حالات اور تقاضوں کا حکم آپ کو اسلام کا غلام بن کر معلوم کرنا ہے تو بحمد للہ ہر چیز کا حکم اسلام کے قانون میں صاف صاف یا اشارات سے بہ تشریحات صاحب وحی موجود ہے۔ اگر یورپ کی عیارانہ چالوں سے یکسو ہو کر خود معلوم کریں یا دریافت کرلیں تو ہر ایک بات کا

(۱) یہ الفاظ ادارہ ثقافت اسلامی کے صدر کی تقریر کے ہیں مکمل عبارت یہ ہے ''چونکہ اسلام نے قرآن کی تشریح وتعبیر کا حق کسی خاص طبقہ کے لئے محدود نہیں کیا ہے اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اسلام کی بنیادی تعلیمات پر غور کرے اور نئے حالات کے مطابق اگلی تشریح کرے''۔

جواب ہے اور خدا سلامت رکھے علمائے دین کو ابھی کچھ ایسے دین کے ماہر موجود ہیں جو ہر بات کا حکم معتبر دلائل سے بیان کر سکتے ہیں مگر واقعی وحقیقی علمائے دین سے معلوم کریں نہ کہ ان کے لباس وشکل وصورت میں جاہل ناواقف دین سے۔

اور اگر یورپ کی بے دینی ولامذہبیت کو لانا ہے اور اسلام کو اس کا غلام بنانا مطلوب ہے تو یہ مسلمان سے گوارا نہ ہوگا۔ وہ دین جو تمام ادیان کیلئے میزان کل ہے تمام بھلائیوں اور نیکیوں کا جامع ہے اس میں یورپ کی بے ایمانیوں بدکرداریوں اور بداخلاقیوں دغابازیوں حرام خوری وحرام کاری کو اسلام بنا کر وہ لانا چاہیں تو یہ اسلام دشمنی بھی ہے تہمت بھی ہے اور بے دین ہونا ہے۔ جن کو یہ باتیں پسند ہیں وہ فوائد دنیا کے لئے اسلام کو بدنام نہ کریں خدائی احکام اور خدا کے نبی کو بدنام نہ کریں۔ ان پر تہمت نہ لگائیں۔ مسلمانوں کو بد دین ولامذہب نہ بنائیں خود جو چاہے کریں مسلمانوں کو ان کے خدائی اسلام پر رہنے دیں۔ جو چودہ سو سال سے الہی مفہومات وتشریحات الٰہیہ سے آیا ہوا ہے۔ ان کو خدائے وحدہ لاشریک لہ کا ہی بندہ رہنے دیں اپنا بنانے کی اور خود معبود بننے کی ہوس نہ کریں۔

کیا مسلمان نئی تشریح مان سکتے ہیں

آخر کون کس کا بندہ ہے سوچ سمجھ لے کہ ایسے پختہ ثبوت سے ہزار سالہ مفہومات اسلامی کو جو تشریحات الٰہیہ سے حاصل ہوئے ہیں ایسے کسی کے کہنے سے خلاف دلیل اور من مانی باتوں کو اسلام بنانا ہے دھوکہ بنا کر کیوں مسلمان اسلام کے حقیقی مفہومات سے الگ ہو کر بے دین بننے لگے ہیں ان لوگوں پر کون سی وحی آگئی ہے کہ یہ اس مفہوم کو صحیح اور چودہ سو سالہ مفہومات کو غلط قرار دینے لگے اگر کوئی شخص اس کو تسلیم کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود اسلام سے بے بہرہ ہے اور خود اپنے ایمان پر ڈاکہ ڈلوانے کیلئے تیار ہوا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ناواقفوں کو تشریح کا حق کہیں نہیں

یہ بات جو یہ لوگ آج اسلام کے بارے میں پیش کر رہے ہیں اگر واقعی کوئی جاندار بات ہوتی اور یورپ سے متاثر و مرعوب ہو کر ان کے بے دینی کے نظریات کو اسلام میں داخل کرنا منظور نہ ہوتا تو ادارہ ثقافت اسلامی کے بنائے ہوئے یہ قواعد کہ ''تشریح و تعبیر کا حق کسی خاص طبقہ کیلئے محدود نہیں کیا ہے اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے یہ تشریحات چونکہ انسانی عقل کے ذریعہ ہوتی ہے اس لئے ہر زمانہ میں نئی تشریح کی جاسکتی ہے''۔ حکومت کے قوانین میں بھی جاری کیا جاتا اور ہر شخص کی اپنی تشریح وہاں بھی معتبر قرار دی جاتی ضروری تھی بلکہ اس طرح انجینئری، زراعت ڈاکٹری اور ہر فن میں دوسرے ہر شخص کی تشریح بھی معتبر قرار پاتی لیکن معلوم نہیں کن اسرار کی وجہ سے یہ قاعدہ اسلام پر تو نافذ کیا جاتا ہے مگر دنیا بھر کے کسی معاملہ میں اس کو استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

یہ کہاں کا انصاف ہے؟ اگر قاعدہ صحیح ہے تو سب جگہ نافذ کیا جائے اور غلط ہے تو اسلام پر کیوں اس کی مشق کی جاتی ہے اگر کچھ ہمت ہے تو حکومت کے ہی قانون کی تشریحات کا ہر شخص کو پہلے اختیار دلوایا جائے پھر کچھ کہنے کا منہ ہوگا۔ اور دونوں میں فرق بھی بہت ہے کہ یہ سب قوانین تو انسانی قوانین ہیں اور تشریحات کرنے والے بھی انسان، یہاں تو سہولت سے ہر شخص کو اختیار دینا چاہئے تھا یہ عجیب منطق ہے کہ خدائی قوانین میں تو ہر مسلمان کا فرض قرار دیا جاتا ہے اور حکومت کے قانونوں اور تمام فنون کے قاعدوں میں دوسروں کی تشریحات ممنوع، کیا یہ طرز عمل اس کی غمازی نہیں کرتا کہ مقصود کچھ اور ہے ورنہ جو عقل ہر جگہ اس قاعدہ کو مردود قرار دیتی ہے وہ یہاں کہاں چلی گئی۔

نئی تشریحات تکمیل دین کا انکار ہیں

اسلام تاحیات ایک مکمل دین ہے الیوم اکملت لکم دینکم (۱) (آج تمہارے لئے میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے) اس میں یہ کاٹ تراش تکمیل کا انکار اور ناقص ہونے کا دعویٰ کس قدر خطرناک طریق کار ہے۔

ادارہ ثقافت اسلامیہ کی قانونی سب کمیٹی نے عائلی قوانین کا جائزہ لینے کے بعد کہا ہے کہ قرآن نے اگرچہ تعدد ازدواج کی ممانعت نہیں کی ہے لیکن چونکہ اس کا منشاء یہ ہے کہ مرد ایک وقت میں ایک سے زیادہ شادی نہ کریں اس لئے پہلی بیوی کی اجازت کے بعد دوسری شادی کرنے والے افراد کیلئے ایک سال کی موجودہ سزا کی بجائے دو سال کی قید کی سزا مقرر کی جائے۔

اس کمیٹی نے یہ سفارش بھی کی ہے کہ یتیم پوتوں کو دادا کی میراث میں حصہ دار بنانے کیلئے قانوناً یہ لازمی قرار دیا جائے کہ یتیم پوتوں کا دادا ان کیلئے ۱/۳ ورثے یا اپنے متوفی بیٹے کے حصہ کے برابر جائداد کی وصیت لکھ دے۔

کمیٹی کے اصول کہ قرآن مجید کی نئی تشریح ہر مسلمان کا فریضہ اس کی معروضہ بالا شاہکاریوں کے ساتھ ساتھ آیت کی پیشگوئی سے یہ خطرہ تھا کہ یہ اصول قرآن مجید کی تکذیب وانکار کا سبب بن کر رہے گا یہ خطرہ جو سچے کلام سے بالکل سچا تھا اس کارنامہ میں سامنے آگیا تشریحات تو رہیں ایک طرف یہاں تصریحات کو ہی غلط قرار دے کر قرآن کو جھٹلایا جا رہا ہے اور بدحواسی میں یہ خیال بھی نہیں ہو سکا کہ کلام کا اول و دوم حصہ باہم ایک دوسرے کے خلاف بن گئے۔

ایک طرف یہ اعتراف کہ قرآن نے تعدد ازدواج کی ممانعت نہیں کی۔ دوسری

(۱) سورۂ مائدہ آیت ۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

طرف ساتھ ساتھ یہ دعویٰ کہ اس کا منشاء یہ ہے کہ مرد ایک وقت میں ایک سے زیادہ شادی نہ کریں۔ کیا سارے ملک میں کوئی ایسا نئی سمجھ والا ہے جو ان دونوں باتوں کو جمع کر سکے کہ تعدد کی ممانعت نہیں اور ایک سے زیادہ نہ کریں۔ دیکھ لی آپ نے نئے حالات کے مطابق نئی تشریح۔ یہ اقرار ہوتے ہوئے کہ تعداد ازدواج کی ممانعت نہیں تشریح یہ کہ ایک سے زیادہ نہ کریں۔ اب فرمایئے یہ صریح حکم الٰہی کی تغیر و تبدیل اور اپنے اقرار کے ساتھ تحریف نہیں تو کیا ہے۔ ''تعدد کی ممانعت نہیں کی'' کی تکذیب نہیں تو کیا ہے۔

مولانا جعفر شاہ پھلواری نے اپنی تقریر میں یہ ثابت کیا کہ مصلحت امت کے پیش نظر ہر حکم کو بدلا جا سکتا ہے ان کے بیان کے مطابق ایک نہیں بیسیوں ایسی مثالیں ہیں کہ عہد نبوی کے احکامات خلافت راشدہ کے زمانے میں آ کر بدل گئے۔ اور اس استدلال کے بعد انہوں نے قطعی الفاظ میں یہ اعلان کیا کہ مصالح امت کو ہر قانون پر فوقیت حاصل ہے۔ حنیف رامے نے سوال کیا ''قرآن پر بھی ہے'' مولانا چپ ہوئے پھر انہوں نے کہا کہ قرآن میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا نہیں ہے اور کیا حضرت عمر فاروقؓ نے قحط کے زمانہ میں اسے معطل نہیں کیا تھا۔'' (مشرق یکم اگست نمبر ۴ کالم ۸)

اسلام کی زبان سے سنئے کہ

من از بیگا نگاں ہر گز نہ نالم
کہ بامن ہر چہ کرد آں آشنا کرد(۱)

ان مولانا صاحب نے تو قصہ ہی ختم کر دیا کیسی تحریف کیسی تشریح کیسی تفصیل ہر حکم الٰہی کو بدل ڈالو، قرآن، حدیث، خدا اور رسول ﷺ اسلام کو برطرف کر دو، بس مصلحت کو معبود بنا لو۔ کیسا دین، کیسا ایمان، ان کا سب کچھ ہے تو مصلحت، دین مصلحت،

(۱) مجھے غیروں کی شکایت نہیں ہے بلکہ اپنوں سے گلہ ہے کہ مجھ پر ہمیشہ اپنوں نے ہی ستم ڈھائے ہیں۔

ایمان مصلحت، خدا مصلحت، رسول مصلحت، حنیف صاحب نہ مولوی نہ مولانا نہ علامہ مگر وہ بھی برداشت نہ کر سکے کہ مصلحت کیلئے ہر حکم بدلا جا سکتا ہو، اور وہ ہر قانون حتی کہ خدائی قانون سے بھی فوق ہو۔ پھر ہو یہ رہا ہے کہ سب خاموش ہیں کوئی اس توہین خدا پرتس سے مس نہیں ہوتا۔ تمام ملک ایک شہر خموشاں بنا ہوا ہے۔ دوسری دلیلیں تو وہاں ذکر نہیں صرف حضرت عمرؓ کا واقعہ دیا گیا مگر حیرت یہ ہے کہ ایک علمی آدمی ہوتے ہوئے ایسی حرکت کر دے جو کسی معمولی آدمی سے بھی نہیں ہو سکتی۔

حضور ﷺ نے شبہ کے وقت حدود کو جاری نہ کرنے کو فرمایا ہے اور قحط سالی میں بعض آدمی ایسے بھوکے رہ سکتے ہیں کہ کئی کئی وقت تک ایک دانہ ان کے منہ میں نہیں پہنچ سکتا ہو جس وقت کہ ان کو مردار تک کھانا جائز ہو جاتا ہے۔ دوسرے کا مال اس وقت کھا لینا اور یافت (۱) پر قیمت دے دینا بھی درست ہو جاتا ہے ایسے قحط شدید کے وقت جبکہ اس کے جائز ہونے کا شبہ ہو سکتا ہے اگر شبہ کا فائدہ ملزم کو دے دیا جائے تو یہ اس حدیث کا بھی اتباع ہے اور قرآن کا بھی، کیونکہ اس وقت سرقہ کو جس پر ہاتھ کاٹنے کی حد ہے یقینی طور سے نہیں پایا گیا۔ اس لئے قرآن و حدیث سے ہی انہوں نے یہ حکم دیا اور دین کا ہر عالم ایسے وقت یہی کہے گا یہی قرآن و حدیث کا حکم ہے۔ حضرت عمر پر تہمت لگانا کہ انہوں نے قرآنی حکم کو بدل دیا غلط اور عقل سے باہر کی بات ہے۔

نئی تشریح کفر تک پہنچاتی ہے

ان حرکتوں سے اس آیت کا مضمون واضح ہو کر سامنے آ گیا کہ واقعی احاطہ علمی اور مراد الٰہی بہ تشریح نبی (۲) نہ ہونے سے تکذیب قرآن اور سلب ایمان تک نوبت آ جاتی ہے۔ تشریح کا مطلب تمام دنیا کی نظر میں اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ لفظوں میں جس مفہوم کی

(۱) جب اس کے پاس مال آ جائے تو قیمت دے دے (۲) نبی کی تشریح سے نہ ہونے کی وجہ سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

گنجائش ہو وہ پیش کر دیا جائے۔ اگر قرائن و دلائل کے مطابق ہو تو صحیح تشریح ہے ورنہ غلط اور تحریف۔

دوسری تشریح سنئے ''یتیم پوتوں کو دادا کی میراث میں حصہ دار بنانے کیلئے قانو نا یہ لازمی قرار دیا جائے کہ یتیم پوتوں کا دادا ان کیلئے ۱/۳ ور ثے یا اپنے متوفی بیٹے کے حصہ کے برابر جائداد لکھ دے'' گویا اسے بھی قرآن مجید کی تشریح قرار دیا ہے۔ کیا تمام دنیا کے شرق و غرب جنوب وشمال کے درمیان کوئی ایسا متنفس (۱) ہے جو پورے قرآن کے کسی لفظ میں اس کی گنجائش نکال سکتا ہو کہ یہ وصیت لازمی بن سکتی ہو۔ مسئلے کی پوری تفصیل کسی ایک بیٹے کی موجودگی میں پوتے کا حصہ نہ ہونے کی قرآن و حدیث اور اجماع سے تصریح، تمام خلاف باتوں کی حقیقت اور عقلی و نقلی دلائل کے انبار، تمام شبہات کے جوابات، احقر کی کتاب ''پوتے کی میراث'' میں ملیں گے جو ایم ثناء اللہ ریلوے روڈ لاہور ادارہ سے ملتی ہے۔ اور بیٹے کی عدم موجودگی میں پوتے کے حصوں کی تشخیص اور ثبوت بھی مکمل ملے گا۔ یہاں صرف اسکے تحریف بلکہ تبدیل وانکار قرآن ہونے کو پیش کرنا ہے۔

ہر شخص غور کر سکتا ہے کہ جو بات خدا تعالیٰ نے لازمی نہ قرار دی ہو اس کو لازمی قرار دینا تشریح ہے یا تحریف و تبدیل۔ اور پھر بالکل خلاف عقل اور ظلم عظیم الگ، سنئے قانون عام ہوتا ہے۔ سب کیلئے ہوتا ہے۔ اگر کسی کے پہلی بیوی سے لڑکا تھا۔ بڑے کاروبار اور بڑی جائداد کا مالک تھا لاکھوں نقد رقم چھوڑ کر مرا ہے۔ اس کے بیٹے اس کے وارث اور قابض ہو گئے۔ مگر اس کے دوسری بیوی سے دو چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور خود غریب معمولی جائداد اور معمولی کاروبار کا مالک ہے۔ مرنے کا وقت آگیا ہے تو آپ لازم قرار دیں گے کہ وہ ان رئیس پوتوں کیلئے تہائی کی وصیت لازماً کرے ورنہ حکومت چھوٹے چھوٹے بچوں کے

(۱) ایسا انسان ہے

حلق میں انگلیاں ڈال کر نکال لے اور وہ کم سن بچے اپنے باپ کے معمولی ترکہ کے ۱/۳ حصہ سے محروم ہو جائیں کہ جس کا اختیار خدا اور رسول نے ان کو دیا تھا۔ یہ کتنا ظلم ہوگا کہ اس قانون سے کہ یہ یتیم بچے روتے بلکتے رہیں گے، کسمپرسی میں رہیں گے اور زر زر میکشد (۱) میں ۱/۳ جاتا رہے گا۔ چاہے آگے چل کر یتیم بچے تعلیم و تربیت سے محروم ہو جائیں اور بھیک کا پیالہ ان کے ہاتھ میں آجائے مگر ۱/۳ رئیس بھتیجے کو دینا ہوگا۔ خواہ وہ عمر اور کاروبار کی اہلیت میں ان سے کہیں زیادہ بھی ہو۔ یہ ہوگا اس تجویز کا پس منظر جو کتنا خطرناک ہیبت ناک اور گھناؤنا ہے ہر چند کہ دادا اس انجام کو دیکھ کر اپنا کل اثاثہ ان چھوٹے چھوٹے بچوں کیلئے خدا و رسول کی مرضی کے موافق چھوڑنا چاہتا تھا مگر حکومت ان بچوں سے بھیک منگوانے اور تعلیم و تربیت سے محروم کرنے کی فکر میں رہے گی۔ ۱/۳ ضرور اور لازمی دلوائے گی۔

اگر مرحوم بیٹے کے بچوں کو ماں کی طرف سے خوشحالی ہو یا اس کی وراثت میں خوب دولت و جائداد مل چکی ہو وہ اس کے پاس معمولی اثاثہ اور دوسری بیوی اور شیر خوار بچہ ہو۔ تو ان کے حلق میں سے نصف یا ۱/۳ نکلوا کر ان کی زندگی تلخ کی جائے گی اور بیوہ و یتیم کو در در کی ٹھوکریں کھلوائی جائیں گی۔ یہ نتیجہ ہوگا اس تجویز کا اور تا قیامت ان ظلموں اور تبدیل احکام کا گناہ عظیم تجویز کرنیوالوں پر الگ رہے گا۔

جو صاحبان دوسری شادی کو بند کرنے کیلئے ایک یا دو سال کی سزا کی سفارش کر رہے ہیں جو قرآن شریف کے احکام کی تبدیلی و تحریف بلکہ ایک گونہ توہین ہے کہ گویا خدا تعالیٰ نے اس کی اجازت دیکر غلطی کی ہے۔ ہم صحیح قانون ان کی غلطی اصلاح کا بنا رہے ہیں تو ایسا اقدام دنیا و آخرت میں تباہ کن ہے وہ لوگ یہ بھی تو سوچ لیں کہ ایسے قانون سے وہ

(۱) روپیہ روپے کو کھینچتا ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

بہت قسم کے فسادات کو ملک وقوم میں جنم دے رہے ہیں۔

عائلی قوانین کے نقصانات

(۱) اصل قانون بن جانے کے بعد سے ہی ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے اور آئندہ اور سختی سے ہوگا کہ بیویاں بات بات پر شوہروں سے گھر بگاڑ کر میکہ میں براجمان ہوں گی۔ نہ مرد دوسری شادی کر سکے گا نہ ان کو اس کا کوئی فکر لاحق ہوگا اس طرح اس قانون کی وجہ سے ہر گھر قیامت کا نمونہ بن کر رہے گا۔ روز فساد رہے گا۔

(۲) اگر مرد اپنے کو مرد ہی سمجھے گا اور اس کی پرواہ نہ کرے تو یہ قصہ بدکاریوں کا دروازہ کھول دے گا۔ سبب یہ قانون۔ بنے گا تو گویا یہ قانون بدکاریوں کا آلہ کار بنایا گیا ہے۔

(۳) جب مرد تنگ ہوگا اور بیوی جو لڑتی ہے دوسری کی اجازت دے نہ سکے گی تو عندکو بھی چھوڑئے ضرورتوں کیلئے وہ مجبور ہوگا کہ دوسری شادی کرنے کے ڈر سے یوں ہو نہیں سکے گا تو لامحالہ پہلی بیوی کو طلاق دے گا۔ تو یہ قانون طلاقوں کا انتظام کر رہا ہے اور گھر کے گھر برباد کرا رہا ہے۔ اگر بچے بھی ہو چکے ہوں گے تو ان کو تباہ کرا رہا ہے۔

(۴) طلاق کا ہو جانا گو مرد کیلئے بھی تکلیف دہ ہے، مگر غور کیجئے تو عورتوں کیلئے طلاق سخت تکلیف دہ ثابت ہوتی ہے۔ اول تو آج کل کے ماحول میں کنواریوں کی بھی اچھی جگہ شادی مشکل نظر آ رہی ہے۔ مطلقہ کی شادی تو اور زیادہ مشکل ہوگی اور اگر عمر بھی کچھ زیادہ ہو چکی ہوگی تو رہی سہی توقع بھی ختم ہو جاتی ہے اور اگر کچھ اولاد بھی ہوئی تو اور زیادہ وبال جان بن جاتی ہے۔

(۵) عورت کیلئے شوہر کا گھر اور اس کی آمدنی ہی اپنا گھر اور اپنی آمدنی ہوتی ہے۔ اگر بغیر طلاق کے ہی یا طلاق کے بعد تنہا یا مع اولاد کے اس کو باپ بھائی کا دست نگر بن کر رہنا پڑا تو کتنی ہی خاطر مدارات کی جائے یہ اس کے لئے انتہائی سوہان روح ہوتا ہے۔ اس کا

تجربہ اسی عورت کو ہوتا ہے جس پر یہ کیفیت گزرتی ہے شروع میں معمولی بات پر لڑ جھگڑ بیٹھتی ہے اور پھر تمام عمر وہ کیفیت ہوتی ہے کہ بس ان کا ہی دل جانتا ہے۔

یہ قانون ایسی صورتیں پیدا کر کے ان کی زندگی کو بالکل تلخ کر دے گا۔ یہ عورتوں کی خیر خواہی نہیں ہے سخت ترین بدخواہی ہے۔ اور جو عورتیں غور وخوض سے کام نہیں لیتیں وہ اس کو اچھا سمجھتی ہوں گی ورنہ سوچ بچار والی عورت کبھی اس قانون کو اپنے حق میں اچھا نہیں سمجھ سکتی۔ ممکن ہے اس کا علاج تجویز کیا جائے کہ ہم نے عورتوں کی تعلیم اور مخلوط تعلیم اس لئے جاری کی ہے کہ وہ کسی کی دست نگر بن کر نہ رہ سکیں اور اس طرح ان کی زندگی اجیرن نہ ہو سکے تو اس بے پردگی کی تعلیم اور ملازمتوں کے جو نتیجے سامنے آ چکے ہیں ملک وقوم کی عزت و ناموس کا دیوالہ نکالنے کے لئے وہ بھی کافی ہیں مگر خیر اس کا احساس تو نہ ملک والوں کو رہا نہ قوم کو نہ عزت وناموس کی کوئی شے باقی ہے۔ نہ اس کی حفاظت کی اب حاجت ہوگی نہ گھروں کو قحبہ خانوں سے امتیاز دینے کی ضرورت۔

لیکن یہ بھی تو سوچنا چاہئے کہ اگر بچے بھی ساتھ ہوئے تو ان کی تربیت گھر پر وتربیت بیرونی اور ملازمت کا قصہ ایک جان سو جنجال کتنا کٹھن معاملہ ہے۔ بیماری، تندرستی، آفات، راحت ہر طرح کے دور اور اکیلی عورت کیا کیا کر سکتی ہے اور یہ ہونا ناممکن نہیں ہے کہ عورت تنہا ہی ہے۔

جب کسی مرد کی بیوی مر جاتی ہے اور چھوٹے چھوٹے بچے رہ جاتے ہیں تو خیال کیجئے اسے کیسی کیسی صعوبتیں درپیش ہوتی ہیں یہی حال اس عورت کا ہوگا جو اکیلی رہ جائے گی، مرد قوی المزاج بھی برداشت نہیں کر سکتا تو صنف نازک کا کیا حال ہوگا؟

ممکن ہے کہا جا سکے کہ طلاق پر خود قدغن قائم کر دیا گیا ہے کہ ایک نوٹس چیرمین کو ایک بیوی کو دیں۔ ۹۰ دن میں وہ مصالحت کی کوشش کریں گے پھر اگر صلح نہ ہوئی تو طلاق ہو سکتی ہے۔ مگر اول تو یہ بات ہی دین کے خلاف ہے کوئی طلاق دے اور نوٹس نہ دے تو طلاق تو ہو کر رہے گی کوئی

toobaa-elibrary.blogspot.com

طلاق بائن دے دے یا طلاق مغلظہ دے دے تو صلح ہی حلال نہ ہوگی۔ اگر صلح کی گئی تو عمر بھر کی بدکاری ہوگی جیسے کہ آج ہو رہا ہے پھر یہ بھی خیال کرنے کی بات ہے کہ مقدمات میں بات ہوتی کچھ ہے اور ظاہر کچھ کی جایا کرتی ہے وہ طلاق کی وجہ حقیقی نہیں بیان کرسکتے۔ کچھ اور بیان کریں گے اور پھر صلح تو کرائی جب جاسکتی ہے جب کوئی کرنے کو تیار بھی ہو ورنہ بہانہ بسیار (۱) ہو کر ختم ہو جائے گی اور اگر صلح ہو بھی گئی تو پھر اصل وجہ اور کسی وقت رنگ لائے گی کون کس کس وقت تک صلح کرایا کرے گا۔

(۶) بیوی کی اجازت خود ایک بڑے فساد کا شاخسانہ ہے جو عورت بلا شرکت غیر خاوند کی حقدار اور کل آمدنی، مکان جائداد، کاروبار کی مع اپنی اولاد کے مستحق ہو رہی ہے وہ کب یہ گوارہ کرسکتی ہے، ہر چیز میں دوسری کو نصف کا مالک قرار دے دے خصوصاً جبکہ اس کو اس سے کوئی فائدہ کی بھی امید نہیں ہوسکتی بلکہ اور روز روز کی چپقلش کے اندیشے زیادہ ہوتے ہیں اس لئے اب دو صورتیں ہوں گی۔ یا مرد اس قدر تنگ اور مجبور کردیں گے کہ وہ اپنی آرزوؤں کو خاک میں ملا کر اس کی ہاں میں ہاں ملائیں ورنہ روزانہ گھر کو دوزخ بنالیں اور زندگی دشوار ہو جائے۔ صرف ایسی مجبوری میں وہ اجازت دے سکتی ہے یا پھر کوئی نشہ یا دوا ایسی کرائی جائے جس سے اس کے دماغی توازن میں فرق آجائے کوئی سفلی یا علوی بالکل ناجائز گناہ ایسا عمل کرایا جائے جس سے وہ حواس باختہ ہو کر وہی کہہ دے جو خاوند کہلانا چاہتا ہے اور ایسا ہو چکنے کے بعد جب اس کے ہوش وحواس بحال ہوں تو ساری عمر رویا کرے کہ خود کردہ را علاج نیست (۲)۔ اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی رسید کرلی تھی۔ اگر اس کی اجازت کا دخل نہ ہوتا تو صبر بھی آسکتا تھا مگر اب تو ساری عمر رونے دھونے کے سوا کوئی سبیل ہی نہیں ہوسکتی۔

یہ ہوگا اس قانون کا پس منظر۔ فرمائیے یہ عورتوں کی خیر خواہی ہے یا بدخواہی۔ ذرا عورتیں بھی اس پر غور کرلیں۔

(۱) صلح نہ کرنے کے بہت بہانے ہیں (۲) اپنے کئے کا علاج نہیں

قرآن مجید میں لفظی تحریف

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ مقالہ دراصل ایک استفتاء کا تفصیلی جواب ہے۔ جس میں حضرت مفتی صاحبؒ نے قرآن پاک کو عربی کے علاوہ کسی بھی زبان میں لکھنے کے عدم جواز کو پچاس دلائل سے ثابت کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ اس طرح قرآن پاک میں تحریف لازم آئیگی کیونکہ قرآن نام لفظ و معنی دونوں کا ہے۔ لہٰذا الفاظ کی حفاظت بھی اسی طرح ضروری ہے۔ جس طرح معنی کی۔ احقر نے ان سب دلائل میں عنوانات قائم کردیئے ہیں۔ اور جہاں ضرورت محسوس کی حواشی کا اضافہ کیا ہے۔

خلیل احمد تھانوی

قرآن مجید میں لفظی تحریف

۱

کیا ارشاد ہے علمائے کرام وائمہ دین کا اس مسئلہ میں کہ قرآنی الفاظ کو غیر عرب یا نومسلم کیلئے آسان کرنے کے واسطے (تاکہ انہیں قرآن کریم اپنی زبان میں پڑھنے کی آسانی ہوجائے) لاطینی وغیرہ حروف میں بدل لینا جائز ہے کہ نہیں؟ دلائل قویہ کے ساتھ فتوی مرحمت فرمائیں، تاکہ اللہ تعالی کی کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں رہے اور وہ اللہ کے احکام پڑھ لیں خصوصاً غیر اسلامی یورپی وطن والے فائدہ اٹھا سکیں۔ امید ہے کہ قرآن مجید کو غیر عربی میں لکھنے کے حکم کو ظاہر کریں گے اور جلد از جلد ہمیں ارسال کریں گے۔

مولانا عبدالرشید ربانی، امین عام
جمعیت علمائے برطانیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

الجواب مبسملا و محمدلا و مصلیّا و مسلّما

جہاں تک مجھے معلوم ہے اور بات یہی ہے کہ قرآن مجید الفاظ اور معنی دونوں کا نام ہے۔ دونوں میں سے ایک کو بھی بدل دینا تحریف ہے اعاذ نا اللہ منہ (۱)

کتاب الاتقان فی علوم القرآن جلد ۲ ص ۱۷۱ پر علامہ سیوطیؒ تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ: کیا غیر عربی خط میں قرآن شریف کی کتابت جائز ہے؟ زرکشیؒ فرماتے ہیں، میں نے اس بارے میں علماء میں سے کسی کا کلام نہیں دیکھا۔ پھر فرمایا اور احتمال ہے جواز کا، یعنی الفاظ بعینہ قائم رکھ کر حرف کی صورت کسی دوسرے خط کی کردی جائے تو جائز ہے جیسے نستعلیق میں لکھ دینا کیونکہ اس کو بھی اچھی طرح پڑھ سکتا جو قرآن کو عربی زبان میں پڑھتا ہے اور صواب کے قریب اس سے بھی منع کرنا ہے جیسے کہ غیر عربی زبان میں تلاوت حرام ہے اور اسلئے بھی کہ عرب کا قول ہے کہ قلم بھی دو زبانوں میں سے ایک ہے۔ اور عرب غیر عربی قلم کو نہیں پہچانتے کیونکہ اللہ تعالی نے بلسان عربی مبین فرمایا یعنی عربی زبان وخط میں نازل فرمایا ہے۔ اور جلد دوم ص ۱۶۷ پر لکھا ہے:

اور امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں مصحف عثمانی کے خط کی مخالفت حرام ہے، واؤ یا الف وغیرہ میں بھی۔ اور امام بیہقیؒ نے شعب الایمان میں کہا ہے اگر قرآن شریف کو لکھے پسندیدہ یہ ہے کہ ان حروف کی حفاظت کرے جن حروف سے انہوں (۲) نے یہ قرآن مجید لکھے ہیں اور لکھنے میں ان کے خلاف نہ کرے اور جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اس سے ذرا سا بھی نہ بدلے۔ کیونکہ حضرات صحابہ کرامؓ بڑے علم والے سچے دل اور زبان والے اور عظیم امانت دار تھے اور ہمارے لئے گنجائش نہیں ہے کہ ہم اپنے دلوں میں اس پر کوئی اعتراض رکھیں۔

(۱) اللہ ہم کو اس سے بچائے (۲) یعنی صحابہ نے

دلائل

قرآن کو غیر عربی میں لکھنا تحریف ہے

اللہ تعالی نے سورہ یوسف میں فرمایا ہے: اِنَّا أَنزَلنَاهُ قُرْآناً عَرَبِيًّا (۱) ''بیشک ہم نے نازل کیا ہے اس کو عربی زبان میں'' لہذا یہ کل کا کل عربی ہے اور کلام الفاظ کے مجموعہ کا نام ہے اور لفظ حروف کے مجموعہ کا اگر حروف عربی ہوں گے تو کلام عربی ہوگا اور اگر حروف عربی نہیں ہونگے تو کلام بھی عربی نہیں ہوگا۔ گویا قرآن، قرآن نہ رہے گا۔

اور سورۃ الشعراء میں ہے بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِيْنٍ (۲) ''اور ہم نے اس کو واضح عربی زبان میں نازل کیا ہے''

اور سورۃ ابراہیم میں ہے وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه ليبين لهم (۳) ''اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان میں تا کہ وہ ان کے واسطے خوب بیان کرسکے''

اور سورۃ بقرہ میں ہے قرانا عربيا غير ذی عوج (۴) ''ہم نے قرآن عربی میں بنایا ہے وہ کجی والا نہیں ہے''

ان سب آیات کا مقصد یہ ہے کہ قرآن عربی ہے اور عربی زبان کلمات کا مجموعہ اور کلمات حروف عربیہ کا مجموعہ ہیں اگر الفاظ عربی ہوں گے تو کلام اور زبان عربی ہیں اور اگر کلمات وحروف غیر عربی ہوگئے تو کلام اور زبان بھی غیر عربی ہوں گے۔ اور اللہ تعالی نے حرام فرمایا ہے کلمات کو اپنی جگہوں سے تحریف کرنے اور اس کے حروف کی تبدیلی ان کی جگہوں سے اور ان کا جز ہونے سے تحریف وتبدیل ہے۔

(۱) سورۃ یوسف آیت ۲ (۲) سورۃ الشعراء آیت ۱۹۵ (۳) سورۃ ابراہیم آیت ۴ (۴) سورۃ زمر آیت ۲۸

toobaa-elibrary.blogspot.com

سورة مائدہ میں فرمایا ہے یحرفون الکلم من بعد مواضعه (۱) ''یہودی کلمات کی تحریف کرتے ہیں ان کی جگہ مقرر ہو چکنے کے بعد سے'' اور ایسا ہی سورہ نساء میں بھی ہے۔

انگریزی میں قرآن لکھنے سے بعض شکلوں میں معنی بدل کر کفر لازم آتا ہے

یاد رکھ لینا چاہئے کہ عربی کے بعض حروف یورپی زبان میں نہیں پائے جاتے جیسے ث ش ص ض ظ ح خ د ط ع غ تو لامحالہ ایک کی جگہ دوسرا حرف رکھا جائے گا تو بہت مرتبہ معنی جواز سے حرام بلکہ کفر کی طرف بھی بدل جائیں گے۔ (۲)
مثلاً اگر لکھا جائے گا اَیْنَ الْیَقِیْن بجائے عَیْنُ الْیَقِیْن کے تو یہ کفر ہوگا کیونکہ عَیْنُ الْیَقِیْن بعینہ یقین کو کہتے ہیں اور اَیْنَ الْیَقِیْن کے معنی کہاں ہے یقین۔ استفہام انکار ہو کر، یقین کا انکار بن کر، کھلا کفر ہو گیا۔

انگریزی تلفظ فساد نماز کا سبب ہوگا

ذ ز ظ ض انگریزی میں جب لکھے پڑھے جائیں گے تو ان کی جگہ Z استعمال ہوگا جو سب کے معنی بدل دے گا اور نماز تک فاسد کر دے گا۔

انگریزی میں اعراب نہ ہونیکی وجہ سے بھی اشتباہ ہوگا

حرکتوں کا تو کسی نامکمل زبان میں اعتبار ہی نہیں ہے مگر عربی زبان میں جواز سے گناہ کی طرف بلکہ کفر کی طرف پہنچا دیتے ہیں کیونکہ کَ زبر کے ساتھ اور اَنتَ زبر کے ساتھ مذکر

---

(۱) سورة المائدہ آیت ۴۱ (۲) تجوید کی سب کتابوں میں ہے کہ اگر حرف حرف سے بدل جائے تو لحن جلی ہے جو حرام ہے۔

کیلئے ہیں اور زیر کے ساتھ مؤنث کیلئے ہیں۔ (۱)

جب دونوں میں فرق نہیں ہوگا مرد عورت سے اور عورت مرد سے مشتبہ ہو جائیں گے بلکہ اگر اللہ تعالی کیلئے زیر کیساتھ کہہ دیا تو کفر بن جائیگا۔

غیر عربی میں لکھا ہوا قرآن وحی نہیں کہلا سکتا

جبکہ وحی الٰہی عربی ہے لفظ لفظ حرف حرف عربی ہے، تو بدلے ہوئے الفاظ کیلئے ممکن نہیں ہے کہ یوں کہا جائے وہ وحی الٰہی ہے کیونکہ یہ حروف اور بگڑی ہوئی حرکات انسانی ہیں۔ نہ عربی اور نہ وحی الٰہی ہیں تو انکو وحی الٰہی کہنا جھوٹ اور اللہ تعالی پر تہمت ہے ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذباً (۲) ''کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے جو اللہ پر تہمت لگائے'' اس سے قرآن کا انکار لازم آئے گا تو تہمت کا گناہ الگ ہوگا۔

حروف کی کمی لازم آئیگی

حرف مشدد عربی میں تو ایک حرف لکھا جاتا ہے لیکن پڑھا جاتا ہے دو مرتبہ ایک مرتبہ ساکن اور ایک مرتبہ متحرک اور یورپی زبانوں میں تشدید ہوتا ہی نہیں تو ایک حرف باقی رہے گا اور دوسرا حرف غائب ہو جائے گا اور ایک حرف کا ترک کرنا بھی تحریف ہے اور غلط بنانے کی تہمت ہے۔ (۳)

فتحہ کا الف سے بدل جانا

بعض یورپی زبانوں میں بعض حروف فتحہ کی جگہ استعمال ہوتے ہیں کبھی الف کی

---

(۱) خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْل میں کاف مذکر کیلئے ہے مراد حضرت ذکریا ہیں اگر کاف پر زیر پڑھیں گے تو معنی بدل جائیں جیسے وَمَا اَنْتَ عَلَیْهِمْ میں معنی بدل جائیں گے اس لئے کہ زیر والا کاف مونث کیلئے استعمال ہوتا ہے۔
(۲) سورة انعام آیت ۲۱ (۳) تجوید کی کتابوں میں لکھا ہے کہ کسی حرف میں کمی کرنا بھی لحن جلی ہے اور مشدد کو مشدد نہ پڑھنا بھی لحن ہے جو حرام ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

جگہ مثلاً A کبھی یائے مجہولہ کی صورت میں ہوگا اور اشتباہ پیدا کرے گا جیسے لفظ سہارنپور انگریزی میں لکھا جائے گا Saharanpoor جو ساہاران پور بن گیا عربی کلمہ ان مختلف صورتوں سے مشتبہ ہو جاتا ہے اور یہ تحریف ہے کیونکہ یہ پڑھنے میں ساہارانپور ہو جائے گا یا ساہارینپور ہو جائے گا(۱)۔

انگریزی حرف C کبھی کاف کی آواز دیتا ہے کبھی سین کی تو یہ تحریف ہوگی۔

O اور W کے استعمال سے بھی کبھی تحریف لازم آتی ہے

کبھی ان زبانوں میں ضمہ کی جگہ انگریزی میں O دو بار اور کبھی حرف W استعمال ہوتا ہے تو اللہ اکبر اَلـلّٰهُوْ اَکْبَرْ ہو جائیگا جس کے معنی ہو جائیں گے ''اکبر نام کے کھلاڑی لوگ'' اور یہ تحریف عظیم ہے کیونکہ اَلـلّٰهُوْ لفظ لہو(۲) سے اسم فاعل کی جمع ہے اور نون اضافت کی وجہ سے ساقط ہو گیا ہے اکبر نام کی طرف مضاف ہونے سے۔

مخرج اور صفت کی تبدیلی سے معنی بدل جاتے ہیں(۳)

انگریزی حرف S ''ث'' کے بدلے میں اور ''س'' کے بدلے میں اور ''ص'' کے بدلے میں لکھا جاتا ہے اور عربی کے ان تینوں حرفوں کا الگ الگ مخرج ہے اور الگ الگ صفت ہے مخرج اور صفت کی وجہ سے ہی وہ ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا ہے اور غیر عربی حرف کی تبدیلی سے معنی بدل جائیں گے کیونکہ معنی ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ ہیں جیسے ثوم یعنی لہسن جو سالن میں کھایا جاتا ہے اور سوم کے معنی ہیں نرخ یا جنگل میں جانوروں کا چرانا ہے۔ اور صوم کے معنی ہیں روزہ یعنی انسان کا کھانا پینا جماع کا فجر سے غروب تک نیت کے ساتھ چھوڑنا تو غور کرو کہ معنی کہاں سے کہاں تک پہنچ جائے گا کیسی زبردست تحریف ہوگی۔

(۱) اور یہ حرف کی زیادتی ہے جو لحن ہے اور حرام ہے (۲) لہو کے معنی کھیل کے آتے ہیں اس کے اسم فاعل کے معنی کھلاڑی ہو گئے۔ (۳) مخرج اور صفت کی تبدیلی بھی لحن جلی کا باعث ہے جو حرام ہے۔

حرف کی تبدیلی

بعض عربی حروف ایسے ہیں کہ جب ان قاصر زبانوں میں کوئی حرف اس کا بدل نہیں ملتا تو یہ لوگ اس کی ادائیگی کیلئے دو یا تین حرف بناتے ہیں جیسے حرف خ کی جگہ انگریزی میں KH استعمال ہوتے ہیں اور وہ ہو جاتا ہے کھ جیسے خراب کے بدلے میں ''کھراب'' تو قرآن شریف کا لفظ نہ رہا۔

اجماع کی مخالفت لازم آئیگی

قرآن شریف کا ایک نسخہ ہے جس کو کہا جاتا ہے امام اور وہ وہ نسخہ(۱) جو لغت قریش پر لکھا گیا ہے اور اس بات پر بھی اجماع کیا ہے کہ لفظ ایسے طریقے پر لکھے جائیں کہ ان کو دوسری قرأت پر بھی پڑھا جا سکے اور کوئی تغیر نہ ہو مثلاً مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کو بغیر الف کے صرف میم پر کھڑا زبر دے کر مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ لکھا جاتا ہے تا کہ اس پر دوسری قرات مَلِكِ يوم الدين بھی منطبق ہو جائے اور جب یورپی زبانوں میں ایسا نہیں ہو سکتا تو امام کے خلاف اور اجماع کی مخالفت ہوئی جو گناہ عظیم ہے جیسے دائل سے پہلے اتقان سے نقل ہو چکا ہے۔

ترک تعظیم کا گناہ لازم آئیگا

حرف ل سوائے لفظ اللہ کے ہر جگہ باریک پڑھا جاتا ہے اور لفظ اللہ ان کی عظمت کی وجہ سے جب کہ اس سے پہلے فتحہ یا ضمہ ہو تو موٹا ہو جاتا ہے یہ پہلے نہ ہوں تو یہ بھی باریک پڑھا جائے گا جیسے ''بِسْمِ اللّٰہ'' اور ''لِلّٰہ'' میں باریک اور ''اللہ اکبر'' اور ''خلق اللہ'' میں موٹا پڑھا جائیگا اور غیر عربی زبانوں میں ایسا نہیں ہو سکتا تو لام ہرگز موٹا

(۱) حضرت عثمانؓ نے رسم قریش پر قرآن پاک لکھوایا اس پر سب کا اجماع ہے کہ رسم عثمانی کے خلاف لکھنا جائز نہیں

toobaa-elibrary.blogspot.com

نہ ہو سکے گا حالانکہ لام کا موٹا ہونا اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی وجہ سے تھا اس کے چھوڑنے میں تعظیم کا چھوڑنا ہوا اور ترک تعظیم گناہ ہے۔

کلام عربی نہ رہے گا

ایسے ہی حرف ''ر'' اگر بعد فتحہ یا ضمہ کے ہو یا کسی موٹے حرف سے پہلے ساکن ہو تو موٹی پڑھی جاتی ہے جیسے مِرْصَادِ میں، ان میں سے کوئی صورت نہ ہو تو باریک۔ اور غیر زبانوں میں اس کا بدل نہیں ہوسکتا لہذا یہ کلام عربی میں غلط ہو جائیگا۔

قرآن کا مہمل ہونا لازم آئے گا

عربی زبان میں نون ساکن کے بعد اگر ب آجائے تو نون میم سے بدل جاتا ہے جیسے مِنۢ بَعْدِ لکھا جائے اور مِمْ بَعْدِ پڑھا جائے اور منبر کو ممبر پڑھا جاتا ہے کیونکہ یہ منبر اسم آلہ ہے نبر معنی ظہر سے پس ممبر آلۂ ظہور ہوا۔ تو جب دوسری زبانوں میں دو میم سے ممبر لکھا جائے گا تو اسم آلہ ممبر بمعنی ظہور نہ ہو سکے گا پس مہمل اور غلط ہو جائے گا۔ اور قرآن غلط و مہمل نہیں ہو سکتا۔

عدم ادغام کی وجہ سے تحریف لازم آئیگی

الف اور لام عربی میں جب حروف شمسیہ (۱) سے پہلے ہوں گے تو اس میں ادغام پایا جائے گا اور بجائے لام کے وہ حرف دوگنا یعنی تشدید کا بن جائیگا جیسے الرحمٰن اور الرحیم اور اگر حروف قمریہ سے پہلے ہوگا تو ادغام نہیں ہوگا جیسے الحمد اور غیر عربی زبان میں کبھی ادغام نہیں کیا جائے گا یک ہی حرف رہے گا تو یہ لفظ قرآن کے لفظ کے خلاف اور تحریف ہوگا۔

(۱) حروف تہجی کی دو قسمیں ہیں قمری و شمسی۔ حروف قمری یہ ہیں۔ ''ا ب ج ح خ ع غ ف ق ک م و ی'' باقی سب حروف شمسی ہیں۔

قرآن کا حضور ﷺ کے لہجہ میں پڑھنا ضروری ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فاذا قرانٰہ فاتبع قرانہ (۱) ''جب ہم جبرئیل کی زبان سے پڑھیں تو تم اس کا اتباع کرو'' تو جبرئیل کی قرات کا اتباع نبی ﷺ پر واجب ہوا اور حضور ﷺ کی قرات کا اتباع تمام صحابہؓ پر اور ان کی قرات کا اتباع تابعین پر تبع تابعین پر پھر تمام مسلمانوں پر ہر استاد سے شاگرد پر۔ تو ہر حرف ایسا پڑھا جانا واجب ہے جیسے جبرئیل نے نبی ﷺ کے سامنے پڑھا تھا اور ایسے ہی آج تک استاد در استاد ہر شاگرد پر واجب ہے کہ ہر حرف کو اسی مخرج سے ادا کریں جس سے انہوں نے ادا کیا تھا اور انہی صفات سے ادا کریں جن صفات سے انہوں نے ادا کیا تھا اور یہ مقصد یورپی زبانوں میں فوت ہو جاتا ہے اس لئے حلال نہ ہوگا۔ ایسے ہی ایک حرف کے عوض دوسرا حرف رکھنے سے بھی یہ مقصد فوت ہو جاتا ہے وہ فضول گناہ ہے۔ جیسے ح کے بدلے خ اور کاف یا گاف بجائے قاف کے اور د کے بجائے ذ اور ت کے بدلے میں ث اور س بدلے میں ص اور ث کے اور ہ بجائے ح کے۔ یہ تو ہر زبان میں ہو رہی ہیں ان کو روکنا اور صحیح کرانا واجب ہے۔ علامہ جزری نے ٹھیک کہا ہے

الاخذ بالتجوید حتم لازم　　　من لم یجود القرآن آثم

''تجوید سے پڑھنا واجب و لازم ہے جو قرآن کو تجوید سے نہیں پڑھتا وہ گنہگار ہے''

غیر عربی میں لکھنا حفاظت خداوندی کے خلاف ہے

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (۲) ''بے شک ہم ہی نے نازل کیا ہے ذکر یعنی قرآن مجید کو اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں'' اور یہ ایک

(۱) سورۃ قیامۃ آیت ۱۸ (۲) سورۃ الحجر آیت ۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

عظیم معجزہ ہے کیونکہ چودہ سو سال گذر چکے ہیں کہ ایک حرف ایک نقطہ ایک شد اور ایک مد اور زیر زبر تک کا فرق نہیں آیا لیکن تعجب پر تعجب ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن لوگ خود مسلمانوں ہی کو اس کی تبدیلی پر بھڑکا رہے ہیں کہ حروف وحرکات وسکنات تک بدل ڈالیں کس قدر تعجب کی بات ہے کیوں سب مسلمان دشمنوں کے دھوکہ میں آگئے۔ اعاذ نا اللہ منہا(۱)۔

تحریف قرآن لازم آئیگی

اللہ تعالی نے تمام جہانوں کو اور تمام مخلوقات کو اس کا چیلنج کیا تھا اس جیسا قرآن لاؤ یا اس جیسی دس سورتیں لے آؤ یا ایک ہی سورت لے آؤ مگر چودہ سو سال تک سب اس سے عاجز رہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں نے خود مسلمانوں کو یہ دھوکہ دیا کہ وہ اس کے الفاظ کو بدل بدل کر ایک سورۃ یا دس سورۃ یا پورا قرآن نیا بنا ڈالیں اور سخت حیرت کی بات ہے کہ مسلمان انکے دھوکے میں آگئے اور تبدیل حروف وحرکات وسکنات تک پر تیار ہوگئے فیرحمھم اللہ و یھدیھم(۲)۔

ثواب سے محرومی

حدیثوں میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالی کی کتاب کا ایک حرف پڑھے گا اس کو ہر حرف کے بدلہ میں دس نیکیاں ملے گی (ترمذی وغیرہ) اور جب قرآن شریف کے حروف ہی باقی نہ رہیں گے تو اس سارے اجر وثواب سے محرومی ہو جائے گی۔ کیا مسلمان اسے قبول کریں گے؟

(۱) اللہ ہم کو اس سے پناہ میں رکھے (۲) پس اللہ ان پر رحم کرے اور ان کو ہدایت دے۔

عظیم خسارہ

قرآن شریف کے تمام حروف جیسے کہ علماء نے گنے ہیں ۳۲۳۷۶۰ (تین لاکھ تیئس ہزار سات سو ساٹھ) ہیں تو تمام نیکیاں ۳۲۳۷۶۰۰ (بتیس لاکھ سینتیس ہزار چھ سو) ہوئیں تو یہ سارا ثواب تو ختم ہوگیا اور یہ زبردست خسارہ کی بات ہے اور اس کا سبب یہ تبدیل حروف ہی ہوگا اور یہ بڑی عظیم معصیت(۱) ہے۔

جنتی زبان سے دشمنی

ایک حدیث میں ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عرب سے محبت کرو تین وجہ سے کہ میں عربی ہوں اور قرآن عربی ہے اور اہل جنت کی زبان عربی ہے (مستدرک بیہقی)

لہذا حروف وکلمات کا بدلنا اہل جنت کی زبان سے دشمنی ہی نہیں بلکہ جنت کی بھی دشمنی ہے حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "احبوا العرب لثلاث لانی عربی و القرآن عربی ولسان اہل الجنۃ عربی" ضروری تو یہ تھا کہ ہر مسلمان عربی قرآن کا حافظ یا تقریبا حافظ ہوتا اپنے ملک (جنت) کی زبان سے مانوس ہوسکتا نہ یہ کہ اتنی دوری ہو جائے۔

قرآن عربی میں پڑھنا لازم ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: الماھر بالقرآن مع السفرۃ الکرام البررۃ والذی یقرء القرآن ویتتعتع فیہ وھو علیہ شاق لہ اجران (بخاری و مسلم)

(۱) بہت بڑا گناہ ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

قرآن کا ماہر تو ان نیک آنے جانے والے فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ اور جو شخص قرآن پڑھتا ہے اٹک اٹک کر مشقت کے ساتھ اس کے لئے ڈبل اجر ہے۔(۱)

ان تمام حفاظ کرام کیلئے خوشخبری ہے کہ عربی الفاظ کو ٹھلا کر پڑھنے میں اجر عظیم ہے اور اگر مشقت میں پڑجائیں تو ہر ٹھلا کر پڑھنے والے کے واسطے دو اجر ہوں گے اس لئے سب پر لازم ہے کہ قرآن شریف کے الفاظ عربی میں سیکھیں اور دشمنوں کی دھوکہ دہی میں مبتلا نہ ہوں۔ بلکہ ان پر واجب یہ ہے کہ وہ ان عظیم اجروں کو حاصل کریں اتنی عربی سیکھیں جس سے پڑھ سکیں۔

اللہ تعالیٰ پر تہمت

حق تعالی کا ارشاد ہے کہ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر(۲) یعنی بے شک ہم نے ہی قرآن شریف کو شب قدر میں نازل کیا ہے) اور متعدد آیات میں ہے کہ قرآن شریف اللہ تعالی کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے اور نزول اول اور بالذات الفاظ(۳) کا ہی ہوتا ہے معانی تو ان کے تابع ہوتے ہیں تو اگر اس قران کو جو تبدیل حروف سے لکھا جائے گا اور غیر عربی زبان میں لکھا جائے گا، اگر قرآن کہا گیا تو یہ جھوٹ اور اللہ تعالی پر ایک تہمت ہوگی۔

غیر عربی حروف کو کلام اللہ نہیں کہہ سکتے

بہت سی آیات میں آیا ہے کہ قرانا عربیا اور بلسان عربی مبین وغیرہ وغیرہ یہ سب آیات ثابت کرتی ہیں کہ غیر عربی حروف کا کلام اللہ ہونا ناممکن ہے کہ وہ قرآن کہلا سکے اس کو تو قرآن کہنا گناہ ہے۔

(۱) ایک تو فی حرف دس نیکیاں تھیں اور تتلا کر پڑھنے پر دس اور بڑھ گئیں۔ (۲) سورۃ القدر آیت ۱ (۳) اصل نزول تو الفاظ ہی کا ہوا معنی اس کے ضمن میں آئے ہیں۔

لوح محفوظ میں عربی الفاظ محفوظ ہیں

حق تعالی کا ارشاد ہے بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ(۱) ''بلکہ وہ قرآن مجید لوح محفوظ میں ہے'' اور ہر شخص جانتا ہے کہ غیر عربی الفاظ والا قرآن لوح محفوظ میں نہیں ہوسکتا بلکہ خالص عربی الفاظ اترے ہیں اور اسی طرح محفوظ میں ہیں غیر عربی والا قرآن جعلی ہوگا۔

غیر عربی میں لکھا ہوا قرآن عربی قرآن کے برابر نہیں ہوسکتا

سب لوگ جانتے ہیں کہ ہر حرف وحرکت ونقطہ اور ہر جملہ وآیت قرآنی اللہ تعالی کی طرف سے ہے اور بدلے ہوئے حروف مخلوق کی طرف سے ہیں تو ہر حرف ونقطہ وحرکت جو ہماری جانب سے ہے اور جو خدا کی جانب سے اس کا مرتبہ وہی جو اس کے بنانے والوں کا ہے یعنی جو فرق خالق ومخلوق میں وہی مخلوق کے لفظوں میں اور خالق کے لفظوں میں ہے جیسے مخلوق کے لئے خالق کے برابر ہونا ناممکن ہے ایسے ہی تمام حروف وحرکات وسکنات جو ہماری جانب سے ہیں یعنی مخلوق کی جانب سے ہیں اللہ تعالی کے نازل کردہ حروف حرکات و سکنات کے مقابلے میں مثل مخلوق کے ہیں خالق کے سامنے نہ مخلوق خالق کے مساوی(۲) ہوسکتی ہے نہ یہ تغیرات قرآن ان کی عبارت کے برابر ہوسکتے ہیں۔

ایک عظیم خطرہ

ایک بڑا خطرہ یہ سامنے آگیا ہے کہ اگر یہ مذاق سب کا عام ہوگیا اور ہر ہر جگہ کے لوگوں میں یہ پہنچ گیا تو سب جگہ کے لوگ یہی کوشش کریں گے کہ قرآن شریف کے لفظوں کو

(۱) سورۃ البروج آیت ۲۱،۲۲ (۲) برابر

toobaa-elibrary.blogspot.com

اپنی زبان کے لفظوں سے بدل دیں تو خطرہ یہ ہے کہ اصل حروف قرآنی بالکل غائب نہ ہو جائیں۔ اور ہر اہل زبان جماعت کا قرآن اس کی زبان میں ہو جائے عربی قرآن بالکل دنیا سے نابود (۱) نہ ہو جائے جیسے تورات وانجیل میں ہوا کہ ان کی اصل زبان جس میں وہ نازل ہوئی تھیں بعینہ (۲) کہ کہیں نہیں ملتیں بلکہ مختلف انسانی ترجمے کہ جن کے متعلق کوئی دلیل اسکی نہیں ہے کہ یہ ترجمے اصلی ہیں یا اپنی طرف سے بنائے ہوئے ہیں کیونکہ اصلی ہونا جس چیز سے معلوم ہوسکتا تھا یہ کہ اصل کتاب موجود ہو پھر اس زبان کے جاننے والے موجود ہوں اور وہ اصل سے مقابلہ کر کے دیکھیں اور اصل زبان مفقود (۳) ہی ہے تو کسی کو صحیح ہی نہیں کہہ سکتے پھر ان ترجموں کا نام کلام اللہ کہہ دیا جاتا ہے اور یہ سوائے جھوٹ کے اور خدا پر بہتان کے اور کیا ہوسکتا ہے۔

گہری نظر سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ یہ تجویز ایک بڑا گہرا اور خفیہ وباریک دھوکہ ہے جو دشمنان اسلام نے قرآن کو دنیا سے معدوم (۴) کرنے کے لئے پھیلایا ہے اور تعجب ہے کہ مسلمان بھی اس کی کوشش کر رہے ہیں تو اوروں کی کیا شکایت؟

خطرناک سازش

ہر کتاب اور وحی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی جاتی ہے اس کے فقط الفاظ ہی نازل کئے جاتے ہیں اور معنی ان الفاظ کے تابع ہوتے ہیں۔ پس اگر وہ الفاظ جو اللہ کی جانب سے نازل کئے گئے ہیں نہ رہیں گے تو کلام اللہ معدوم (۵) ہو جائے گا بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ہوگا کہ جو تراجم واستنباطات منسوبہ ہوں گے ان کو کلام اللہ کا نام دے دیا جائے گا جو صراحتہ اللہ پر بہتان ہوگا کیونکہ تراجم واستنباطات ومنسوبات الفاظ الٰہی نہیں ہیں۔ نیز یہ

(۱) بالکل ختم نہ ہو جائے (۲) اپنی اصلی حالت میں (۳) مٹانے کیلئے (۴) جب الفاظ جو اصل کلام اللہ تھے نہ رہے تو گویا کلام اللہ ہی نہ رہا۔

کہ یہ معلوم کرنا بھی مشکل ہو جائیگا کہ یہ تراجم صحیح ہیں یا اپنی طرف سے گھڑے ہوئے ہیں اس لئے کہ ترجمہ کی صحت وعدم صحت یقینی علم کا ذریعہ فقط ایک ہی ہے کہ الفاظ اصلیہ جو کہ نازل کئے گئے تھے وہ سامنے ہوں تا کہ انطباق کیا جاسکے اور اس کے (یعنی الفاظ کے معنی سمجھنے کے) ماہر بھی ہوں اور یہاں الفاظ ہی معدوم ہیں۔ جیسے کہ تورات وانجیل کہ ان کے تراجم موجود ہیں مگر چونکہ الفاظ موجود نہیں ہیں اس لئے یہ تراجم غیر معتبر ہیں کہ ذریعہ علم ان تراجم کے صحیح ہونے کا فقط یہی تھا کہ اصل الفاظ سامنے ہوتے اور پرکھنے والے پرکھ کر فیصلہ کرتے۔ اب دشمنان اسلام نے یہ ایک گہری سازش تیار کی ہے کہ الفاظ قرآن کو معدوم کردیا جائے تا کہ تراجم قرآن کی صحت بھی مشکوک ہو جائے اور یہ معلوم نہ ہوسکے کہ یہ ترجمہ صحیح ہے یا غلط اور یہ بڑی ہی خطرناک سازش ہے ومکروا ومکر (۱) اللہ واللہ خیر الماکرین (۲) اور انہوں نے بھی چالاکی کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی چالاکی کی ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر چالاکی کرنے والے ہیں۔

تحریف لفظی ومعنوی کا لزوم

بامعنی لفظ اپنے معنی سے جدا نہیں ہوسکتا جب کہ معنی لفظ سے جدا ہو جاتے ہیں جیسے تراجم الفاظ پس اگر عربی الفاظ کو غیر عربی الفاظ سے تبدیل کر دیا جائے گا تو یہاں لفظ کے بدلنے سے معنی بھی بدل جائیں گے۔ سو محض الفاظ کی تبدیلی بھی تحریف تھی اور اب معنی کے تبدیل ہونے سے یہ دوہری تحریف ہوگئی، تحریف لفظی وتحریف معنوی جس کی وجہ سے گناہ بھی دوگنا ہو جائے گا فاعاذنا اللہ منہما (۳) یا تبدیلی سے مہمل ہو جائیں گے۔

(۱) مکر کا لفظ عربی زبان میں اچھی اور بری دونوں قسم کی تدبیریں کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور اردو میں صرف بری تدبیر کیلئے بولتے ہیں یہاں مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ان کی بری تدبیر کے مقابلہ میں بہتر تدبیر کی۔ (۲) آل عمران آیت ۵۴ (۳) اللہ تعالیٰ ہم کو ان دونوں باتوں سے پناہ میں رکھے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

قواعد عربیہ کا خیال نہ رکھنے سے تحریف لازم آئیگی

عربی زبان کی ایک بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کے قواعد ایسے بے مثال اور مضبوط ہیں کہ دنیا کی کسی بھی زبان کے ایسے قواعد نہیں ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل اسلام نے اپنی کتاب منزل (۱) کی زبان کی جو بے مثال خدمت کی ہے دنیا کی کسی قوم نے ایسی خدمت نہیں کی۔ اب اگر غیر عربی حروف کو عربی حروف کی جگہ تبدیل کر کے لے آئیں گے تو قواعد عربی کا لحاظ رکھنا ممکن ہی نہ رہے گا تو الفاظ کی تبدیلی اسکو عربی ہونے سے خارج کر دے گی نہ وہ اس کی زبان رہے گی نہ عربی۔ مثلاً نون ساکن اور تنوین (یعنی دو ضمے ٌ دو فتحے ً دو کسرے ٍ)(۲) کے متعلق یہ قاعدہ ہے کہ جب ان کے بعد لام آجائے تو نون کو اور نون کی آواز کو جو تنوین سے حاصل ہوتی ہے لام میں ادغام کر دیا جائے نون غنہ اور لام دوگنا ہو جاتا ہے۔

پھر اسی طرح تنوین کہ جب اس کے بعد ساکن اصلی یا عارضی (جیسے ہمزہ وصلیہ کے بعد لام وغیرہ) آجائے تو تنوین کی آوز سے جو نون ساکنہ پیدا ہوگا اس کو لام سے ملانے کیلئے نون مکسور سے بدل دیں گے تاکہ دو ساکن کے جمع ہو جانے کی خرابی نہ رہے جیسے وَیْلٌ لِکُلِ هُمَزَةٍ لُمَزَةِ۔ نِ الَّذِی کہ وَیْلٌ اور هُمَزَةٍ کی تنوین لِکُلِ اور لُمَزَةِ کے لام میں مدغم ہوگئی اور دو لام ہو گئے اور لُمَزَةٍ کی تنوین کہ جس کے بعد الَّذِیْ تھا الف وصل کو حذف کر کے نون تنوین کو زیر دے کر لام سے ملا دیں گے پس اس قاعدہ کی بنا پر جو ساکن کیلئے ہے کہ حرف ساکن کو جب حرکت دی جائے تو کسرہ کی حرکت دی جائے لہذا لمزة کی تنوین سے جو آواز نون ساکنہ کی حاصل ہوتی تھی اس کو کسرہ کی حرکت دے دی گئی

(۱) اللہ نازل کردہ کتاب یعنی قرآن حکیم (۲) دو پیش دو زبر اور دو زیر

''نِ'' کیا گیا اور یہ سوائے عربی زبان کے کسی بھی زبان میں ممکن نہیں ہوگا۔ پس یہ ایک بڑی تحریف ہوگی۔(۱)

بعض عربی الفاظ کا متبادل دوسری زبان میں ہے ہی نہیں

لفظ الحمد (تعریف کرنے والا ہونا حمد کیا ہوا ہونا) آٹھ معنی کو مشتمل ہے (۱) مصدر معلوم تعریف کرنا (۲) مصدر مجہول تعریف کیا جانا (۳) حاصل مصدر معلوم ستائش (۴) حاصل مصدر مجہول ستودگی (۵) اسم مصدر معلوم جامد ہونا (۶) اسم مصدر مجہول ذکر خیر (۷) مصدر مبنی للفاعل تعریف کرنا (۸) مصدر مبنی للمفعول تعریف کیا جانا۔ پس دنیا کی تمام زبانوں کو دیکھ لیجئے کوئی بھی لفظ اس کا جامع یا متبادل نہیں مل سکتا کہ اس میں آٹھوں معنی موجود ہوں لہذا لفظ الحمد کا ایسا جامع ترجمہ کہ وہ حقیقی ترجمہ کہلائے ممکن نہیں ہے پس ایک ایک (۲) معنی کے ذریعے سے تفسیر کی جاتی ہے چہ جائے کہ وہ جو تبدیل حروف کے بعد حاصل ہوتا ہو کیونکہ لفظ الحمد کو جب تبدیل کر دیں گے تو نہ لفظ باقی رہے گا اور نہ اس کے معانی (۳)۔

(۱) مفتی صاحبؒ نے تجوید کے دو قاعدوں کی طرف نشاندہی کی ہے ایک یہ کہ نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر حروف ''یرملون'' میں سے کوئی حرف آئے تو اس نون ساکن یا تنوین کا ان حروف میں ادغام ہوگا۔ لام اور راء سے بلا غنہ باقی میں مع الغنہ۔ ایک دوسرا قاعدہ اجتماع ساکنین کا ذکر کیا ہے کہ جب دو ساکن حرف اس طرح جمع ہوں کہ ایک حرف پہلے کلمے کے آخر میں دوسرا شروع میں، تو بعض صورتوں میں پہلے ساکن کو زیر دے کر پڑھتے ہیں اس جگہ لمزہ میں بھی تنوین چونکہ نون ساکن کے حکم میں ہے۔ اور الذی میں ہمزہ اصلی ہے جو درمیان کلام میں گر جاتا ہے اور پھر لام مشدد ہونے کی وجہ سے دو بار پڑھا جاتا ہے، ایک ساکن اور دوسرا متحرک۔ اس لئے گویا نون ساکن اور لام ساکن جمع ہوئے تو پہلے ساکن کو زیر دیا گیا، اسی لئے ایسے مقامات پر قرآن پاک میں چھوٹا سا نون لکھ کر اس کے نیچے زیر لگا دیتے ہیں جیسے ''نُوحُ ۨ ابْنَهٗ'' وغیرہ (۲) یعنی پیچھے جو آٹھ معنی لفظ الحمد کے ذکر کئے ہیں ان میں سے ہر معنی کے اعتبار سے تفسیر کی جاتی ہے (۳) ظاہر ہے جب لفظ ہی بدل گیا تو جو آٹھ تفسیریں یہاں ممکن تھیں سب باطل ہوئیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

غیر عربی میں ادغام ممکن نہیں

ایک قاعدہ عربیہ یہ بھی ہے کہ نون ساکنہ یا نون ساکنہ کی آواز جو تنوین سے پیدا ہوتی ہے جب اس کے بعد ر ل م ن و ی چھ حرفوں میں سے کوئی حرف آجائے گا تو اس نون ساکنہ یا آواز نون ساکنہ (۱) کو مابعد میں (۲) ادغام کر دیا جاتا ہے اور نون کو صرف ناک سے غنہ (۳) کے طریقہ پر پڑھا جاتا ہے سوائے اس کے کہ بعد میں ''ر'' یا ''ل'' آجائے کہ اس صورت میں ادغام تو ہوگا مگر غنہ نہیں ہوگا جیسے ان راہ استغنی اور ایحسب ان لن یقدر (۴) الخ اور غیر عربی زبانیں اس سے بالکل خالی ہیں۔

مشدد حرف کی تبدیلی سے معنی میں تحریف

غیر عربی زبانوں میں تشدید نہیں ہوتی بالخصوص یورپ کی زبانوں میں پس مثلاً لفظ اَلَّذِی یَدُعُّ الْیَتِیْم میں لفظ یَدُعّ کو بغیر تشدید عین سے یَدْعُ پڑھا جائے گا اور اس کے معنی ہو جائیں گے کہ وہ یتیم کو پکارتا ہے جب کہ یَدُعّ عین کی تشدید کے ساتھ جو کہ اصل تھا اس کے معنی ہیں کہ وہ یتیم کو دھکے دیتا ہے اور یہ صاف تحریف ہے لفظی بھی اور معنوی بھی اللہ تعالی ہم کو اس سے بچا کر رکھے۔

عین کو A سے لکھنے سے معنی میں تغیر ہو کر حرام ہوگا

اللہ کے اسماء حسنی میں سے ایک نام ''العلیم'' بھی ہے اور اگر کسی زبان میں لفظ ع ہوگا تو اس کو ہمزہ سے بدل کر پڑھا جائیگا اور اس کو ''الیم'' پڑھا جائے گا اور یہ معنی کے لحاظ سے ''المؤلم'' (تکلیف دینے والا) کے ہوگا اور تحریف عظیم ہے اور اللہ تعالی پر بہتان ہے اور

(۱) یعنی تنوین کو (۲) اس کے بعد والے حرف میں (۳) غنہ کہتے ہیں ناک میں آواز لے جانے کو یعنی اس نون کو ناک میں آواز لے جاکر پڑھتے ہیں (۴) یعنی نون کو ادغام کی وجہ سے بالکل نہیں پڑھیں گے۔

اس میں اہانت کا پہلو بھی ہے۔

اللہ پر بہتان

دوسری زبانوں کے سب کے سب حروف اور الفاظ اللہ کا کلام ہوں گے جیسے کہ صرف ترجمہ کہ وہ اللہ کا کلام نہیں ہے پس لوگوں کا قول ہوگا کہ یہ اللہ کا کلام ہے جو ایک بہت بڑا بہتان ہوگا پس ایسا کرنا حرام ہوگا اور یہ شخص مجرم ہوگا۔ (۱)

قرآن ''عربی مبین'' کی مخالفت

یورپی زبانوں میں بعض الفاظ ایسے ہیں جو عربی زبان میں ہیں ہی نہیں مثلاً پ ٹ چ ڈ ڑ ژ گ اور ھ دو چشمی جب یہ کسی لفظ کے ساتھ مل کر آئے جیسے کھالے وغیرہ پس ان حروف کی جگہ جو حرف بھی عربی کا لائیں گے تو کلمہ اور کلام مہمل ہوگا یہ معنی بدل جائیں گے پس وہ قرآن کہ جو عربی مبین ہے باقی نہ رہے گا۔

الف کی مختلف شکلیں

الف کبھی موٹا کر کے پڑھا جاتا ہے اور کبھی باریک یعنی جب الف ایسے حرف کے بعد آئے جس کو موٹا (۲) کر کے پڑھا جاتا ہے جیسے اللہ تو الف موٹا ہوگا اور اگر ایسے حرف کے بعد واقع ہو جس کو باریک پڑھتے ہیں تو الف باریک ہوگا اور غیر عربی میں ایسا نہیں

(۱) اس لئے کہ کلام اللہ کی تعریف علماء نے یہی کی ہے کہ '' الفاظ والمعنی جمیعا'' یعنی الفاظ اور اس میں پنہاں معنی دونوں کو ملا کر کلام اللہ کہا جاتا ہے اس لئے صرف ترجمہ کو کلام اللہ نہیں کہہ سکتے اسی طرح قرآن پاک کے علاوہ دوسری زبان کے یہ الفاظ جو کہ اللہ کے نازل کردہ نہیں ہیں ان کو جب کلام اللہ کہا جائے تو یہ اللہ پر الزام ہوگا کہ غیر کے کلام کو اس کا کلام کہا جائے۔ (۲) موٹے پڑھے جانے والے حروف یہ ہیں خ ص ض ط ظ غ ق اور لفظ اللہ کا لام اور حرف ''ر'' جبکہ ان پر زبر یا پیش ہو یا ان سے پہلے زبر پیش ہو پس جب الف ان حروف کے بعد آئے تو موٹا پڑھیں گے ورنہ باریک جیسے ''کان'' کا الف۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہو سکے گالہذا غلط پڑھا جائیگا۔

رسم قرآن میں تحریف

قرآن حکیم کا طرز تحریر بھی خصوصی اہمیت رکھتا ہے جس کا لحاظ اگر ترک کر دیا جائے تو معاملہ گناہ تک پہنچ جاتا ہے جیسے هم لم يدعوا هو لا يدعو پہلا صیغہ جمع ہے جس کے آخر میں الف علامت جمع ہے جو پڑھا نہیں جاتا، اور دوسرا صیغہ واحد ہے جس کے آخر میں الف نہیں ہے اور یہ فرق یورپی زبانوں میں نہیں ہوگا لہذا رسم قرآنی گڑبڑ ہو جائیگا۔

اسی طرح لفظ 'ت' اس کو کبھی مستطیل (۱) تحریر کیا جاتا ہے جیسے لفظ 'وقت' اور کبھی اسکو مستدیر (۲) تحریر کیا جاتا ہے جیسے لفظ 'مئة' اور تاء ثانی (۳) جو مستدیر (گول) لکھی جاتی ہے حالت وقف (۴) میں اس کو "ہ" پڑھتے ہیں جبکہ حالت وصل (۵) میں تا پڑھتے ہیں اور پہلی تاء جو مستطیل (۶) ہے وہ حالت وقف و وصل میں 'تا' ہی پڑھی جاتی ہے اور یہ فرق غیر عربی میں نہ ہوگا لہذا غلط ہوگا۔

وقف و وصل میں تحریف

عربی میں وقف (ٹھہراؤ) اور وصل (ملاپ) کیلئے قاعدے ہیں پھر کہیں تو وصل واجب ہوتا ہے اور وہاں رکنا اور وقف کرنا حرام ہوتا ہے اور کہیں وقف ضروری ہوتا ہے اور آگے ملانا اور وصل کرنا حرام ہوتا ہے جیسے اللہ تعالی کے اس قول میں "ما من الہ" (۷)

(۱) ت لمبی لکھی جاتی ہے (۲) کبھی ۃ گول لکھی جاتی ہے (۳) دوسری تاء (۴) جب تلاوت قرآن کریم کرتے ہوئے اس مقام پر رکیں تو اس کو حالت وقف کہتے ہیں (۵) دوران تلاوت ملا کر پڑھنے کی صورت میں (۶) جو لمبی لکھی ہوئی ہو (۷) یہ آیت اس طرح ہے وما من الہ الا الہ واحد (سورۃ مائدہ آیت ۷۳) اور اس کا ترجمہ ہے (حالانکہ بجز ایک معبود کے اور کوئی نہیں) اور جب ما من الہ پر وقف کریں گے تو مطلب یہ ہو جائے گا کہ کوئی معبود نہیں۔ جو قرآنی مفہوم کے خلاف ہے اس لئے کہ اس میں معبود حقیقی کی بھی نفی ہوتی ہے اسلئے یہاں وقف حرام ہے۔

یہاں وقف کرنا حرام ہے ایسے ہی "انی کفرت" (۱) کہ تاء پر رکنا حرام ہے۔

اہتمام وقف و وصل

روایت کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دو شخص حاضر ہوئے ان میں سے ایک نے خطبہ پڑھا اور اس نے کہا "من يطع الله ورسوله فقد رشد ومن يعصهما" اور رک گیا۔ نبی ﷺ نے اس سے فرمایا "قم بئس الخطيب انت" (اٹھ جاؤ تم برے خطیب ہو) اور ایسا آپ ﷺ نے اس کے وقف کی قباحت (۲) کی وجہ سے فرمایا کیونکہ درست بات یہ ہوتی کہ وہ "رشد" پر وقف کرتا اور "يعصهما" پر وقف حرام ہوا اور یہ بات تبدیل کی ہوئی عبارت میں حاصل نہیں ہو سکتی۔

راء کے قواعد سے ذہول

حرف "ر" جب کہ اس کے نیچے زیر ہو تو اس کو باریک پڑھا جاتا ہے لیکن جب اس پر رکنا ہو تو اب اس کے ماقبل کو دیکھا جائیگا اگر اس پر کسرہ (زیر) ہے تو "ر" کو باریک پڑھیں گے اور اگر اس سے پہلے حرف پر پیش یا زبر ہے تو "ر" کو موٹا پڑھیں گے اور اگر اس سے پہلا حرف ساکن ہے تو پھر اس حرف ساکن سے پہلے حرف کو دیکھیں گے اگر اس پر زبر یا پیش ہے تو "ر" کو موٹا پڑھیں گے اور اگر حرف ساکن سے پہلے حرف کے نیچے زیر ہو تو "ر"

(۱) یہ آیت اس طرح ہے انی كفرت بما اشر كتمونی من قبل (سورۃ ابراہیم آیت ۲۲) اور اس کا ترجمہ ہے "میں خود تمہارے اس فعل سے بے زار ہوں کہ تم اس کے قبل مجھ کو شریک قرار دیتے تھے" اس لفظ انی كفرت کا ترجمہ یہ ہے کہ میں کفر کرتا ہوں۔ لیکن اگلی آیت اس کے ساتھ ملنے سے مطلب واضح ہوتا ہے کہ تم جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہو میں اس کا انکار کرتا ہوں اور اگر اسی جگہ یعنی انی كفرت پر وقف کیا جائے تو یہ مطلب ہوگا کہ میں مطلق کفر کرتا ہوں جو بالکل غلط ہے۔ اس لئے یہاں وقف حرام ہے۔ (۲) غلط انداز اور غلط جگہ ٹھہرنے کی وجہ سے کیونکہ یہاں معنی میں یہ تغیر واقع ہوا کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے اور جو نافرمانی کرتا ہے دونوں ہدایت یافتہ ہیں اور یہ مطلب غلط ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو باریک پڑھا جائیگا جیسے "انا انزلنہ فی لیلۃ القدر"(۱) میں کہ "ر" سے پہلا حرف ساکن ہے اور اس سے پہلے حرف (جو 'ق' ہے) پر زبر ہے پس جب "ر" پر وقف کیا جائے گا تو "ر" کو موٹا پڑھا جائیگا اور اگر مابعد (۲) سے ملا کر پڑھیں گے تو "ر" کو باریک پڑھیں گے کیونکہ اس کے نیچے زیر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ "ر" کی دو حالتیں ہیں کبھی موٹا کبھی باریک اور جب اس کو غیر عربی میں بدل دیں گے تو ایسا نہیں ہو سکے گا اور نہ ہی اس کی عربیت باقی رہے گی۔

ادغام کے قواعد سے ذھول

ایسے دو حرف جو قریب المخرج (۳) ہوں اور پہلا ان میں ساکن ہو اور دوسرا متحرک تو پہلے کو دوسرے میں ادغام کر دیا جائے گا جیسے کہ حق تعالی کے اس قول میں ہے "اِذْ ظَّلَمُوْا" (۴)، "ظاء" کو مشدد پڑھیں گے پس "ذ" کو "ظ" میں ادغام کر دیا جائیگا اور تبدیل کئے ہوئے حروف میں یہ ناممکن ہے۔

غیر عربی میں قواعد کا اہتمام ممکن نہیں

الف، واؤ اور یا (ی) جب ساکن ہوں اور ان سے پہلے حرکت ہو جو ان حروف کے موافق ہو (یعنی الف سے پہلے فتحہ واؤ (۵) سے پہلے ضمہ (۶) اور ی سے پہلے زیر ہو) اور

(۱) سورۃ القدر آیت ۱ (۲) اگر اس کے بعد والے حرف سے ملا کر (۳) قریب المخرج کا مطلب یہ ہے کہ پہلے حرف کے بعد جو حرف ہے اس کے نکلنے کی جگہ بالکل اسکے ساتھ ہے جیسے 'ق' اور 'ک' کہ قاف کا مخرج زبان کی جڑ اور اوپر کا تالو ہے، جبکہ کاف کا مخرج زبان کی جڑ ذرا سامنہ کی طرف ہٹ کر اوپر کا تالو ہے۔ اسی طرح ب اور م کا باء کا، کہ باء دونوں ہونٹوں کی تری اور میم کا دونوں ہونٹوں کی خشکی ہے۔ (۴) یہ مثال متحرک المخرج مختلف الصفت کی ہے مختلف المخرج کی مثال یہ ہے کہ یابنی ارکب معنا باء کا ادغام میم میں ہوگا۔ یاالم نخلقکم کہ قاف کا ادغام کاف میں ہوگا (۵) زبر (۶) پیش۔

ان کے بعد ہمزہ ہو تو ان کو زیادہ سے زیادہ پانچ الف تک کھینچ کر پڑھیں گے یہ صرف عربی حروف میں تو ممکن ہے غیر عربی میں ممکن نہیں ہے۔

اور اگر مندرجہ بالا حروف کے بعد ہمزہ کے علاوہ کوئی دوسرا حرف ساکن یا مشدد ہو تو تب اسی طرح مد کیا جائیگا جیسے الرحیم اور تبدیل کئے ہوئے حروف میں ایسا نہیں ہوگا۔

اور اگر 'و' یا 'ی' سے پہلے حرف پر زبر ہو تو مد نہیں کیا جائے گا (۱) اور تبدیلی کی صورت میں یہ ناممکن ہے اور دونوں میں فرق نہ کیا جا سکے گا۔

اتباع جبرئیل کا ترک لازم آئیگا

دلیل نمبر ۷ میں گذر چکا ہے فاتبع قرانہ (۲) اور قرأت صرف الفاظ ہی کی ہوئی ہے۔ پس الفاظ جبرئیل اور ان کے مخارج (۳) وصفات (۴) کا اتباع واجب اور ضروری ہے اور الفاظ کی تبدیلی سے وہ جبرئیل کے قرأت کردہ الفاظ کا اتباع نہ ہوگا۔

شبہ اور اسکا جواب

اگر یہ کہا جائے کہ بعض حضرات نے قرآن مجید کو خط نستعلیق (فارسی اور اردو) میں لکھا ہے پس ان کی اقتدا ہمارے لئے کافی ہے تو یہ اعتراضات کیسے کئے جا سکتے ہیں؟

اس کے تین جواب ہیں۔ (۱) کتابت (لکھنا) اور قرات (پڑھنا) میں زمین و آسمان کا فرق ہے اس لئے کہ کتابت نقوش کا نام ہے یعنی وہ حروف کی صورتیں ہیں اور

(۱) کیونکہ اس وقت یہ واؤ اور یا حرف مدہ نہیں بلکہ حرف لین کہلائیں گے اور ان میں ہر صورت میں مد نہیں ہوتا البتہ اگر ان کے بعد کوئی حرف ساکن ہو یا وقف کی وجہ سے سکون ہو تو مد ہوگا۔ جیسے قریش میں اگر وقف نہ کریں مد نہ ہوگا اور اگر کریں تو مد ہوگا۔ (۲) سورۃ قیامۃ آیت ۱۸ (۳) حروف کے نکلنے کی جگہیں، حلق زبان ہونٹ ان میں مختلف مقامات متعینہ ہیں جہاں سے حروف نکلتے ہیں ان کو مخارج کہتے ہیں جو کل سترہ ہیں (۴) حروف کی ادائیگی کے وقت جو اس کی کیفیت ہوتی ہے جیسے موٹا ادا ہونا یا باریک ادا ہونا وغیرہ اس کو صفت کہتے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حروف عربی کے ہی ہیں اس کے پڑھنے میں کوئی تغیر نہیں ہوا بلکہ ان کی صورتیں تبدیل ہوئی ہیں پس اس لئے قرأت عربی میں کی جائے گی۔

(۲) اولی بات یہی ہے کہ قرآن کو خط عربی میں لکھا جائے تا کہ نقوش حروف کے موافق ہو جائیں اور میں یہ دیکھتا ہوں کہ امت کے متقی لوگوں نے قرآن کیلئے خط نستعلیق کو اچھا نہیں جانا بلکہ عربی ہی میں تحریر کرنے کو پسند فرمایا ہے اور ترجمہ اردو اور نستعلیق میں کیا ہے اور ترجمہ جو قرآن نہیں ہے اور اگر کہیں ایک دو آیت کو خط نستعلیق میں لکھ دیا تو اس کا اعتبار نہیں۔

(۳) اردو کے حروف عربی حروف کے خلاف نہیں ہوتے بلکہ ہر حرف عربی کا اردو زبان کا حصہ(۱) ہے تو گویا کہ حروف عربیہ حروف اردو کا جز ہیں تو اکی قرأت عربی میں کی جاسکتی ہے اور وہ اردو میں بھی کہلاسکتی ہے کیونکہ حروف عربی کے اردو میں داخل ہیں (یعنی اعم اخص مطلق کی نسبت ہے)

تغیر معنی کی مثال

اگر "الحمد" کے بجائے "الھمد" پڑھ دیا جائے تو ایک عظیم تغیر اور مسخ لازم آتا ہے کیونکہ "الھمد" کے معنی آگ بجھانے کے آتے ہیں یا موت کے بھی آتے ہیں تو گویا اس نے آگ بجھانا کہا یا موت اللہ کیلئے کہا اور یہ تحریف بالکل ظاہر ہے۔ اسی طرح العالمین کی جگہ الالمین یہ اَلم بروزن فاعل کی جمع ہے جو اسم آلہ ہے جیسے کہ عالم ما یعلم به الله جس کے ذریعہ سے خدا کو معلوم کیا جائے۔

(وما علینا الا البلاغ)

(۱) اس کا مطلب یہ ہے کہ عربی کے تمام الفاظ اردو میں تو ہیں لیکن اردو کے تمام الفاظ عربی میں نہیں ہیں۔

ملحدین اور قرآن مجید
کی
طباعت و فروخت

toobaa-elibrary.blogspot.com

الکتاب المبین فی ید الکفار والمشرکین

استحفاظ الدینیات

ملحدین اور قرآن مجید کی طباعت وفروخت

مبسملا و محمد لا و مصلیا و مسلما

جب راقم الحروف خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون میں فتاویٰ کا کام کرتا تھا مقبول احمد صاحب ایم ایل اے، دی تاج امرتسر کا اس مضمون کا استفتاء حضرتؒ (۱) کے نام آیا تھا۔ حضرت تھانوی قدس سرہ کے ارشاد پر احقر نے جواب لکھا اور حضرتؒ نے ملاحظہ فرما کر یہ لقب تجویز فرمایا ''الکتاب المبین فی ید الکفار والمشرکین'' اور اصلاح فرما کر آخر پر تحریر فرمایا ''جزاک اللہ افدت واجدت یا اجدت فیما افدت'' (اللہ تعالیٰ تم کو جزا دیں فائدہ پہنچایا اور عمدہ پہنچایا عمدہ کیا جس میں فائدہ پہنچایا) جواب اا ذیقعدہ ۱۳۶۰ھ کا یعنی اب سے چوالیس سال پہلے کا لکھا ہوا ہے چونکہ اب مسلمانوں کی حکومت ہے مسلمانوں کو بھی ہندو، مرزائی، شیعہ کے طبع وفروخت کرنے پر توجہ کرنی چاہئے۔ کیا برطانیہ کی حکومت میں رہتے ہوئے مسلمانوں کا سا، یہ جذبہ ایمانی اب بھی اسلامی حکومت والوں میں ہے یا نہیں۔ سوال وجواب پیش ہے۔

سوال:

ایک مسودہ قانون زیرِ غور ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ قرآن کریم کی طباعت اور فروخت صرف مسلمانوں تک ہی محدود رکھی جائے اور غیر مسلموں کو اس کی طباعت اور

(۱) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

فروخت سے روک دیا جائے۔ لہٰذا اس امر کا شرعی پہلو معلوم کرنے کیلئے آپ کی خدمت میں مندرجہ ذیل سوالات ارسال ہیں از راہ کرم ان کا جواب بہت جلد اور ممکن ہو تو بواپسی ڈاک ارسال فرما کر ممنون فرمائیں، سوالات حسب ذیل ہیں۔

۱) کیا قرآن کریم کے ادب و احترام کو قائم کرنے کیلئے قرآن پاک کی طباعت کا کام صرف اہل اسلام کیلئے مخصوص کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

۲) کیا قرآن کریم کے اکرام و احترام کی غرض سے قرآن پاک کی فروخت کا کام صرف مسلمانوں تک محدود کر دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

نیاز آگیں (مقبول احمد ایم ایل اے، دی تاج امرتسر)

الجواب:

نمبرانمبر۲ بسم الله الرحمن الرحيم حامدا و مصليا و مسلما (۱)

طباعت و فروخت مصاحف (۲) مسلمانوں کے ساتھ ہی خاص ہے دوسرے لوگوں کو خواہ وہ اہل کتاب (۳) ہوں یا مشرک ذمی (۴) ہوں یا حربی (۵) یا مستامن (۶) اسکی اجازت نہیں۔ چونکہ ہندوستان میں مسلمانوں کو قدرت یا علم قدرت نہ تھا یا بعض کو مسئلہ کا علم نہ تھا اس لئے اب تک یہ صورتیں رہیں کہ غیر مسلم کے ہاتھ یہ کام پہنچ گئے۔ اگر قدرت حاصل ہو تو ان دونوں کاموں کو مسلمانوں میں منحصر کر دینا اور غیر مسلموں کے لئے ممانعت

(۱) شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم والا ہے اللہ کی تعریف کرتے ہوئے اور رسول اللہؐ پر درود و سلام پڑھتے ہوئے (۲) قرآن پاک (۳) غیر مسلم وہ جو اللہ کی کسی کتاب کو مانتے ہوں جیسے یہودی اور عیسائی کہ توریت اور انجیل کو مانتے ہیں، (۴) ذمی وہ کافر ہیں جو اسلامی ریاست میں ٹیکس دے کر رہتے ہوں جیسے کافر اقلیتیں (۵) وہ کافر جو اپنے ملک میں رہتے ہوں جیسے ہندوستان کے کافر (۶) وہ کافر جو عارضی طور پر امن لے کر اسلامی ریاست میں آئے ہوں جیسے وہ کافر جو ویزا لے کر ہمارے اسلامی ملک میں آئیں۔

کرا دینا صرف جائز ہی نہیں بہت ضروری ہے بلکہ قرآن شریف تو قرآن شریف ہی ہے۔ حدیث تفسیر فقہ تصوف اور تمام دینی کتابوں کی کتابت و طباعت و فروخت کو بھی مسلمانوں کے لئے ہی مخصوص کر دینا ازبس (۱) ضروری ہے۔ خصوصاً اس زمانہ میں تو ایک درجہ میں واجب ہے۔

اس مدعیٰ (۲) پر قرآن و حدیث و اجماع و استنباط سے دلیلیں پیش کی جاتی ہیں امید ہے کہ اہل مقدرت (۳) اس میں غور کر کے پوری پوری کوشش کریں گے اور قرآن شریف اور تمام دینیات کا احترام بحال رکھنے کی سعی (۴) فرما کر مستحق اجر و ثواب ہوں گے۔

کفار کیساتھ مسلمانوں کے تعلقات کی مختلف اقسام

سورہ واقعہ میں ہے لا يمسه الا المطهرون (۵) (قرآن مجید کو چھو نہیں سکتے سوائے بالکل پاک لوگوں کے) اور تفسیر خازن جلد ۷ ص ۱۲ پر ہے اور قول ثانی پر کتاب سے مراد قرآن شریف ہے تو معنی یہ ہوئے کہ شرک سے پاک بالکل پاک کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا تفصیل آگے نمبر ۳ میں آئے گی۔

اور سورہ ممتحنہ میں ارشاد ہے۔

لا ينهاكم الله عن الذين لم يقتلوكم في الدين ولم يخرجوكم من دياركم ان تبروهم و تقسطوا اليهم ان الله يحب المقسطين ☆انما ينهاكم الله عن الذين قاتلوكم في الدين اخرجوكم من دياركم وظاهروا على اخراجكم ان تولوهم ومن يتولهم فاولئك هم الظالمون☆(۶)

(۱) بہت زیادہ (۲) اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے (۳) طاقت رکھنے والے احباب (۴) کوشش کر کے (۵) سورۃ واقعہ آیت (۶) سورۃ الممتحنہ آیت ۸

toobaa-elibrary.blogspot.com

"اللہ تعالی تم کو ان کافروں سے نہیں روکتے جنہوں نے نہ دین میں تم سے قتال کیا نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا کہ تم ان کے ساتھ احسان کرو اور عدل وانصاف کرو، اللہ تعالی تو انصاف کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔ ہاں ضرور روکتے ہیں اللہ تعالی ان کافروں سے جنہوں نے دین میں تم سے قتال کیا اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے پر مددگار بنے اس سے کہ تم ان سے دوستی کرو اور جو ان سے دوستی کریں گے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔"

کفار کے ساتھ مسلمانوں کے برتاؤ تین قسم کے ہیں۔ مجابنہ، محسنانہ (احسان کرنا) منصفانہ (عدل) اول کسی کافر کے ساتھ جائز نہیں اہل کتاب ہوں یا مشرک ذمی ہوں اس کی ممانعت اسی سورت کے شروع میں صاف آچکی ہے۔

یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جاء کم من الحق یخرجون الرسول وایاکم ان تومنوا باللہ ربکم(۱)

"اے ایمان والو! نہ بناؤ تم میرے دشمن اور اپنے دشمن کو دوست کہ ان کی طرف محبت ڈالو حالانکہ انہوں نے اس سے کفر کیا جو حق تمہارے پاس آیا ہے جو رسولؐ اور تم کو نکالتے ہیں اس لئے کہ تم اپنے رب پر ایمان لائے ہو۔"

اور دوسری آیتوں میں بھی ہے اور قسم سوم کا برتاؤ ہر قسم کے کافر کے ساتھ جائز ہے اس کا تاکیدی حکم ہے اور اس کے خلاف ممانعت ارشاد ہے۔

لا یجر منکم شنآن قوم علی ان لا تعدلوا اعدلو ھو اقرب للتقوی الآیۃ(۲)

"تم کو کسی قوم کی مخالفت اس پر آمادہ نہ کردے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کیا کرو یہی تقوی

(۱) الممتحنۃ آیت ا (۲) المائدہ آیت ۸

کے زیادہ قریب ہے۔"

اور قسم دوم کے تعلقات بعض کے ساتھ جائز ہیں بعض کے ساتھ جائز نہیں۔ اس آیت لا ینھاکم الآیۃ میں اسی کا بیان یا خلاصہ یہ ہے کہ جن کافروں نے تم سے لڑائی نہیں کی اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا نہیں ہے ان کے ساتھ تو محسنانہ (احسان کا) برتاؤ جائز ہے اور جن کافروں نے لڑائی کی ہے اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہے ان سے محسنانہ برتاؤ ناجائز ہے۔ موقع اجازت میں بر واقساط (نیکی و انصاف) سے اور موقع ممانعت میں تولی (دوستی) سے تعبیر فرمایا ہے۔ حالانکہ نظم آیات سے باقتضائے(۱) مقابلہ ظاہر ہے کہ دونوں جگہ ایک ہی چیز مراد ہے تو اس کی حکمت یہ ہے کہ محسنانہ برتاؤ دو چیزوں پر مشتمل ہوتا ہے ایک عدل اور ایک محبت۔ اول کا مقتضا(۲) یہ تھا کہ ہر قسم کے کفار کے ساتھ جائز ہو اور دوم کا یہ کہ کسی کافر کے ساتھ بھی جائز نہ ہو جیسے اوپر مفصل آیا ہے اس لئے جہاں محسنانہ برتاؤ کی اجازت دی گئی ہے وہاں تو عنوان عدل وانصاف رکھا ہے جس کا اقتضاء اباحت ہے(۳) تاکہ اہل معاملہ کو انقباض(۴) نہ ہو اور جہاں ممانعت کی گئی ہے وہاں تولی و محبت کا عنوان رکھا ہے جو حریت کو مقتضی ہے تاکہ نفرت ہو جائے۔

غرض قتال واخراج(۵) والوں سے محسنانہ برتاؤ کی ممانعت ہے اور ہندوستان میں کفار اول تو لڑائی اور جہاں تک ہو سکتا ہے نکال ہی رہے ہیں اگر یہ نہ ہو تو عزم تو دونوں باتوں کا رکھتے ہیں اور عزم کو وجود کا حکم ہوتا ہے اس لئے ان کے ساتھ بھی محسنانہ برتاؤ کی ممانعت ہوئی۔ اور جب معمولی مباح چیزوں میں احسان کا برتاؤ منع ہے تو ایسی کتاب جس

(۱) آیات کی ترتیب اور مقابلہ سے یہی بات ثابت ہے کہ دونوں جگہ ایک ہی بات مراد ہے (۲) تقاضا۔ (۳) جائز ہوتا ہے (۴) تنگی نہ ہو (۵) وہ کافر جو مسلمانوں سے لڑائی کریں اور ان کو ان کے گھروں سے نکالیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے تمام مسلمانوں کی جان وایمان وابستہ ہے۔جس پر مذہب کا دارومدار ہے وہ ان کے ہاتھ میں دے دینا جو اعلیٰ درجہ کا احسان ہے کیسے ممنوع نہ ہوگا؟اور ایسے ہی تمام مذہبی کتابیں بھی۔

اگر اھانت کا خوف ہو تو قرآن پاک کفار کے ملک میں بھیجنا بھی جائز نہیں

مسلم شریف ج۲ص۱۳۱مع نووی

عن عبد اللّٰہ بن عمرؓ عن رسول اللّٰہ ﷺ انہ کان ینھی ان یسافر بالقرآن الی ارض العدو مخافۃ ان ینالہ العدو

''حضرت عبداللہ بن عمر کے واسطے سے حضور ﷺ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ اس سے منع فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید کو دشمن کے ملک کی طرف لے جایا جائے اس خوف سے کہ دشمن کے ہاتھ نہ پڑ جائے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کافروں کے ہاتھ میں پڑ جانے کے محض احتمال سے قرآن شریف کا جہاد میں لے جانا بھی جائز نہیں اور اس پر تمام امت کا اجماع واتفاق ہے کہ چھوٹے لشکروں میں جہاں کفار کے غلبے اور قرآن مجید ان کے ہاتھ میں پڑ جانے کا جس سے وہ بے عزتی کرسکیں،احتمال ہو تو لے جانا جائز نہیں جیسے آگے نمبر۳ میں آتا ہے۔تو ہندوستان میں یا دوسرے ممالک میں قرآن شریف کو کافروں کے ہاتھوں میں دے دینا جہاں بے عزتی کرسکنے کا قوی احتمال ہو کیسے جائز ہوسکتا ہے؟اور یہی حکم دینی کتابوں کا بھی ہے۔

(درمختار برحاشیہ شامی ج۳ص۲۳۰پر ہے و نھینا عن اخراج ما یجب

تعظیمہ و یحرم الاستخفاف بہ کمصحف و کتب فقہ و حدیث واراد بالنھی ما فی مسلم لا تسافروا بالقرآن فی ارض العدو الا فی جیش یومن علیہ فلا کراھۃ قال الشامی قولہ و یحرم الاسخفاف بہ زاد ذلک وان استلزمہ ما قبلہ لان ذلک علۃ النھی فان اخراجہ یؤدی الی وقوعہ فی ید العدو وفی ذلک تعریض لاستخفافھم وھو حرام۔

(اور ہم منع کئے ہوئے ہیں دشمن کی طرف نکالنے سے اس چیز کے جس کی تعظیم واجب اور اس کی اہانت حرام ہے جیسے قرآن شریف فقہ کی کتابیں اور حدیث کی کتابیں اور ماتن نے ممانعت سے وہ مراد لیا ہے جو مسلم شریف میں ہے کہ قرآن شریف کے ساتھ دشمن کے ملک کا سفر نہ کرو مگر ایسے لشکر میں جس میں امن ہوسکے تو مکروہ نہ ہوگا۔شامی کہتے ہیں کہ ماتن نے(۱) ''اور اس کی اہانت حرام ہے''۔گویہ پہلے کے لفظ کیلئے لازم تھا اس لئے زیادہ کیا ہے کہ ممانعت کی علت یہ اہانت ہے کیونکہ دشمن کے ملک میں لے جانا اور دشمن کے ہاتھ پڑنے تک پہنچانا اور اہانت کیلئے پیش کرنا ہے جو حرام ہے)

شامی کی اس روایت سے قرآن شریف اور تمام دینی کتابوں کے دشمنوں یعنی کافروں کے ملک لے جانیکی ممانعت اور اس کی علت بھی معلوم ہوگئی کہ یہ استخفاف (اہانت) پر پیش کرنا ہے اور استخفاف حرام ہے اس لئے ان کا لے جانا جائز نہیں تو جب لشکر میں تو ہین للاستخفاف الحرام (حرام اہانت کیلئے پیش کرنا ہے جہاں فقط احتمال ہی ہوتا ہے کہ ممکن ہے کافر غلبہ کرکے مذہبی کتابوں پر غلبہ پالے تو اس طرح کافروں کے قبضہ میں دے دینا جہاں ان کو یقینی قدرت ہے کہ جس طرح چاہیں بے حرمتی کرسکیں کسی بھی طرح جائز نہیں ہوسکتا۔

(۱)صاحب الدر المختار

toobaa-elibrary.blogspot.com

جہاد میں چھوٹے لشکروں میں قرآن لے جانے کی ممانعت

اجماع امت: (الف) فتح الباری شرح بخاری ج ۶ ص ۹۳ پر ہے:

قال ابن عبد البر اجمع الفقهاء ان لا يسافر بالمصحف فی السرايا والعسكر الصغير واختلفوا فی الكبير المامون عليه فمنع مالك ايضاً مطلقا و فصل ابو حنيفةؒ وادار الشافعية الكراهة مع الخوف وجودا و عدما (ترجمہ) ابن عبد البرؒ نے بیان کیا ہے کہ تمام فقہاء نے اس پر اجماع کیا ہے کہ قرآن شریف کے ساتھ سفر نہ کیا جائے سریوں (پلٹون) میں اور چھوٹے لشکروں میں اور بڑے لشکروں میں جو مامون ہوں اختلاف ہے تو امام مالکؒ نے اس میں بھی منع کیا ہے اور امام ابوحنیفہؒ نے چھوٹے بڑے کی تفصیل کی ہے اور امام شافعی نے مکروہ ہونے کا مدار خوف کے وجود و عدم پر رکھا ہے یعنی خوف ہو تو منع ہے ورنہ نہیں۔

یعنی اس پر تمام فقہائے امت کا جن کا اجماع معتبر ہوتا ہے اجماع ہے کہ چھوٹے لشکروں میں جن میں کافروں کے غلبہ اور قرآن مجید پر قابو پانے اور بے حرمتی کرنے کا احتمال غالب ہو قرآن مجید لے جانا جائز نہیں ہے۔

کفار کو قرآن پاک فروخت کرنا منع ہے

ب) فتح الباری ج ۶ ص ۹۴ استدل به على منع بيع المصحف من الكافر بوجود المعنى المذكور فيه و هو التمكن من الاستهانة به ولا خلاف فی تحريم ذلك وانما وقع الاختلاف هل يصح لو وقع ويومر بازالة ملكه عنه ام لا۔ اور اسی حدیث سے اس کے منع پر دلیل لی گئی ہے کہ قرآن شریف کسی کافر کو فروخت کیا جائے۔ اسی علت کے اس میں پائے جانے سے وہ بے اہانت

پر قادر ہونا اور اس کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف تو صرف اس میں ہوا ہے کہ اگر ایسا ہو جائے تو کیا بیع صحیح ہوگی اور اس کو اس کی ملک سے نکالنے کا حکم دیا جائے گا یا نہیں)

کفار کو دینی کتابیں فروخت کرنا منع ہے

اور یہی حکم دوسری تمام دینی کتابوں کا ہے بذل المجهود ج ۵ ص ۲۳۵ پر ہے:

"وزاد بعضهم منع بيع كتب فقه فيها آثار قال السبكیؒ بل الاحسن ان يقال كتب علم وان لم يكن فيها اثار تعظيما للعلم الشرعی قال ولده التاج و ينبغی منع مايتعلق بالشرعی ككتب النحو والفقه"

ترجمہ: اور بعض نے زیادہ کیا ہے فقہ کی ان کتابوں کی فروخت کے منع کو بھی جن میں حدیثیں ہوں، علامہ سبکی شافعی کہتے ہیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ علم دین کی کتابوں کو اگرچہ ان میں احادیث نہ بھی ہوں علم شرعی کی تعظیم کی وجہ سے منع ہے اور ان کے صاحبزادہ تاج نے کہا ہے کہ مناسب ہے منع کرنا ان سے بھی جو شرع سے تعلق رکھتی ہوں جیسے نحو و فقہ وغیرہ کی کتابیں۔

کسی کافر کو قران شریف مس کرنے دینا (چھونے دینا) جائز نہیں

درمختار حاشیہ شامی ج ۱ ص ۱۶۴ میں ہے۔

و يمنع النصرانی من مسه (ای المصحف المذكور قبله) وجوزه محمد اذا اغتسل قال الشامی قوله ويمنع النصرانی ومن

toobaa-elibrary.blogspot.com

بعض النسخ الكافر وفی الخانیة الحربی او الذمی وقوله وجوزه محمد اذا اغتسل جزم فی الخانیة بلا حکایة خلاف قال فی البحر و عندهما یمنع مطلقا۔

عیسائی منع کیا جائے گا قرآن مجید کو چھونے سے اور جائز قرار دیا ہے امام محمد نے جبکہ غسل کرلے۔ علامہ شامیؒ کہتے ہیں کہ بعض نسخوں میں لفظ عیسائی کی جگہ کافر ہے اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ حربی ہو یا ذمی(۱) اور متن کا قول ہے کہ امام محمد نے جائز قرار دیا ہے جب وہ غسل کرلے اس کو فتاوی قاضی خاں نے بغیر اختلاف نقل کئے بیان کیا ہے۔ بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے کہ امام ابوحنیفہ و امام ابو یوسف کے نزدیک ہر طرح منع کیا گیا ہے۔ بحر الرائق ص۲۰۲ ج۱ پر ہے: لکن لا یمس المصحف واذا اغتسل ثم مس لا باس به فی قول محمد و عند هما یمنع من مس الصحف مطلقا لیکن کافر قرآن مجید کو نہ چھوئے اور جب غسل کرلیا پھر چھولیا تو امام محمدؒ کے قول میں کوئی مضائقہ نہیں اور امام ابوحنیفہ و امام ابو یوسف کے نزدیک قرآن مجید کو ہر طرح چھونے سے منع کیا جاتا ہے اور فتاوی قاضی خان ج۴ ص۳۷۹ پر ہے الا ان الکافر لا یمس المصف (لیکن کافر قرآن مجید کو نہ چھوئے)

عالمگیری جلد۶ ص۲۱۶ پر ہے قال ابو حنیفه اعلم النصرانی الفقه والقرآن لعله یهتدی ولا یمس المصحف وان اغتسل ثم مسح لا باس به کذافی الملتقط (امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ نصرانی کو فقہ کی اور قرآن کی تعلیم تو دوں گا کہ شاید وہ ہدایت پالے اور قرآن مجید کو نہ چھوئے اور اگر غسل کرلے پھر چھوئے تو مضائقہ نہیں)

(۱) دار الکفر میں رہنے والا کافر ہو یا ٹیکس دے کر دار الاسلام میں رہنے والا کافر

ان فقہی روایات سے معلوم ہوا کہ کافر کو قرآن مجید کا چھونے دینا بلا غسل کرائے تو جائز نہیں ہے یہ مذہب تمام احناف کا ہے اور غسل کرانے کے بعد امام محمد کے نزدیک اور امام اعظم کی ایک روایت میں لا باس به (اس کا مضائقہ نہیں) ہے یعنی مکروہ تنزیہی ہے جو استدامت(۱) سے شدید مکروہ ہو جاتا ہے شامی ج۱ ص۲۱۶ پر ہے۔ قال فی النهایة لان لفظ لا باس دلیل علی ان المستحب غیره لان الباس اشدة نہایہ میں ہے کیونکہ لفظ لا باس (شدت نہیں ہے) دلیل ہے اس پر ہے کہ اس کا غیر مستحب ہے کیونکہ باس (شدت ہے) شدت نہ ہو تو معمولی خرابی ہوئی یعنی مکروہ تنزیہی۔

اور دوسری روایت میں (جس کو فتاوی میں اختیار کیا گیا ہے جیسے البحر الرائق اور قاضی خان میں ہے اور اس لئے وہ راجح ہے) بالکل ناجائز ہے۔

کافر کو قرآن پڑھانا جائز نہیں

اور دوسرے اماموں کے نزدیک مس تو مس پڑھانا بھی جائز نہیں فتح الباری شرح بخاری ج۶ ص۷۷ پر ہے۔

وهذه المسئلة مما اختلف فیه السلف فمنع مالكؒ من تعلیم الكافر القرآن و رخص ابو حنیفهؒ واختلف قول الشافعیؒ والذی یظهر ان الراجح التفصیل بین من یرجی منه الرغبة فی الدین والدخول فیه الامن منه ان یتسلط بذلك الی الطعن فی الدین والله اعلم و یفرق ایضا بین القلیل منه والكثیر كما تقدم فی اوائل كتاب الحیض (یہ مسئلہ ان میں سے ہے جن میں پہلے بزرگوں نے اختلاف کیا ہے تو امام مالکؒ نے تو کافر کو قرآن مجید کی تعلیم دینے سے منع کیا ہے اور امام ابوحنیفہؒ نے گنجائش دی ہے اور امام شافعیؒ کا

(۱) اس فعل پر دوام کرنے سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

قول مختلف ہے جو ظاہر مذہب ہے یہ ہے کہ راجح تفصیل ہے درمیان اس کے کہ جس سے امید کی جاتی ہو دین کی رغبت اور دین میں داخل ہونے کی مع اس بات کے امن کے کہ وہ اس وجہ سے دین پر طعنہ کرنے پر مسلط نہ ہو جائے۔ واللہ اعلم۔ اور فرق کیا جائے گا قلیل و کثیر (۱) میں بھی جیسے اول کتاب الحیض میں بیان ہو چکا ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تعلیم بھی اسی کو جائز ہے جو طعنہ واستخفاف (۲) نہ کرے یہی مذہب حنفیہ کا ہے جو یہاں شوافع کا راجح کر کے بیان کیا ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک تو یہ بالکل جائز نہیں۔ تو مس کرنا (چھونا) بدرجہ اولی جائز نہیں ہے۔

شبہ

اس پر ایک شبہ ہوتا ہے کہ حضور علیہ ﷺ نے ہرقل کافر کو بسم الله الرحمن الرحيم يا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة الاية لکھا تھا۔ یہ دو آیتیں تھیں ایک بسم الله دوسری يا اهل الكتاب آخر تک۔ تو اس نے خط کو مس (۳) بھی کیا اور ظاہر تھا کہ خط کو مس کیا جاتا ہے تو جب حضور نے خط بھیجا تو مس کی اجازت دے دی اور چونکہ پڑھنے کیلئے ہی لکھا جاتا ہے تو پڑھنے کی اجازت دے دی اور جیسا دو آیتوں کا حکم ہے ایسا ہی پورے قرآن شریف کا ہے۔

جواب

اس کا جواب شیخ ابن حجر نے یہ دیا ہے۔ فتح الباری ج ۱ ص ۳۴۷ وقد اجيب عمن منع ذلك وهم الجمهور بان الكتاب اشتمل على اشياء غير الايتين فاشبه مالو ذكر بعض القرآن فى كتاب الفقه او فى التفسير

(۱) تھوڑے اور زیادہ میں (۲) توہین نہ کرے (۳) چھوا

فانه لا يمنع قرأته ولا مسه عند الجمهور لانه لا يقصد منه التلاوتة ونص احمد انه يجوز مثل ذلك فى المكاتبة لمصلحة التبليغ وقال به كثير من الشافعية ومنهم من خص الجواز بالقليل كالآية والايتين (جن حضرات نے اس سے منع کیا ہے انکی طرف سے جواب دیا گیا ہے اور وہ اکثر علماء ہیں یہ کہ خط تو دو آیت کے سوا کئی چیزوں پر بھی مشتمل تھا تو اس کے مشابہ ہوا جیسے قرآن کا کچھ حصہ فقہ کی یا تفسیر کی کتاب میں ذکر کیا جائے کہ اکثر علماء کے نزدیک نہ اس کے پڑھنے سے منع کیا جاتا ہے نہ چھونے سے کیونکہ اس کا مقصود تلاوت نہیں اور امام محمدؒ نے صاف فرمایا ہے کہ خط و کتابت میں ایسا جائز ہے تبلیغ واحکام کی مصلحت سے اور بہت سے شافعی حضرات نے بھی یہی کہا ہے اور ان میں سے بعض نے جائز ہونے کیلئے قلیل کی تخصیص کی ہے جیسے ایک آیت یا دو آیت) یعنی جس میں ایک دو آیات کے علاوہ باقی اور مضامین ہوں تو اس کا مس کرنا مصلحت تبلیغ کے وقت کافر کو جائز ہے تو اس حوالہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک بھی کل قرآن کا مس کرنا خصوصاً جبکہ مصلحت تبلیغ بھی نہ ہو جائز نہیں۔

دوسرا شبہ

حنفیہ کے نزدیک کافر کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے جیسے درمختار میں ہے: وجاز دخول الذمى مسجدا ولو جنبا كما فى الأشباه (شامی ج۵ ص۲۵۶) (ذمی کافر کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے اگر چہ وہ جنب ہو) (۱) تو مسجد میں داخل ہونا جائز ہے تو قرآن شریف کا مس کرنا بھی جائز ہونا چاہئے۔ لعدم الفارق (کیونکہ دونوں چیزوں میں کوئی فرق نہیں)

(۱) یعنی اس حالت میں ہو جس میں غسل کرنا مسلمان پر واجب ہوتا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب

جواب یہ ہے کہ دونوں میں فرق ہے مسجد کا حکم اور ہے اور قرآن شریف کا اور۔ دیکھئے! مسجد میں مسلمانوں کو بے وضو جانا جائز ہے مگر قرآن شریف کو بے وضو مس کرنا جائز نہیں اس لئے قرآن شریف کے مس کرنے کو مسجد میں داخل ہونے پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔

تیسرا شبہہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جبکہ وہ اسلام نہیں لائے تھے قرآن شریف کو مس کیا تھا۔ یہ واقعہ خود حضرت عمرؓ سے منقول ہے جمع الفوائد ج ۲ ص ۲۰۸ پر ہے: قلت یا عدوة نفسها صبوت فاضرب راسها فبكت وقالت یا ابن الخطاب اصنع ما كنت صانعا فقد اسلمت فذهبت وجلست على السرير فاذا الصحيفة فقلت ماهذه الصيحفة فقالت دعناعنك فانك لا تعتسل من الجنابة ولا تتطهر وهذا لا يمسه الا المطهرون فمازلت بها حتى اعطتينيها

حضرت عمرؓ نے اپنی مسلمان ہمشیرہ سے کہا اے اپنی جان کی دشمن تو بے دین ہوگئی ہے تو میں اس کے سر پر مارنے لگا۔ وہ رو پڑی اور کہا اے خطاب کے بیٹے کرلے جو تو کرنا چاہے کیونکہ میں تو مسلمان ہو چکی ہوں۔ وہ چلی گئی اور تختہ پر بیٹھ گئی تو اچانک ایک صحیفہ تھا میں نے کہا یہ صحیفہ کیا ہے؟ بولیں الگ ہو جاؤ ہم سے، تم تو جنابت کے بعد غسل نہیں کرتے اور پاک نہیں ہوتے اور یہ وہ چیز ہے کہ اس کو صرف پاک ہی چھو سکتے ہیں، میں اس پر اصرار کرتا رہا یہاں تک کہ وہ مجھے صحیفہ دے دیا۔ اور اس میں غسل وغیرہ کا بھی ذکر نہیں ہے۔

جواب

یہ واقعہ سیرت ابن ہشام برحاشیہ زادالمعارج ص ۱۸۷ پر بھی ہے۔

قال لا خته اعطيني هذه الصحيفة لانى سمعتكم تقرأون آنفا انظر ما هذا الذى جاء به محمد وكان عمر كا تبا فلما قال ذلك قالت له اخته انا نخشاك عليها قال لا تخا فى حلف بآلهته لردبها اذا قراها اليها فلما قال ذلك طمعت فى اسلامه فقال يا اخى انك نجس على شركك وانه لا يمسه الا الطاہر فقام عمر فاغتسل واعطته الصحيفة فقرأها الخ۔

(حضرت عمرؓ نے اپنی بہن سے کہا کہ مجھ کو یہ صحیفہ تو دو جس کو میں نے ابھی تم کو پڑھتے سنا ہے یعنی دیکھوں وہ کیا چیز ہے جس کو محمد ﷺ لائے ہیں اور حضرت عمرؓ لکھ لینے والے تھے یہ کہا تو انکی بہن نے کہا ہم تجھ سے اس پر خوف رکھتے ہیں آپ نے کہا ڈرو نہیں اور اپنے معبودوں کی قسم کھالی کہ وہ صحیفہ دیکھ کر واپس کر دیں گے۔ جب حضرت عمر نے یہ کہا تو ان کو انکے اسلام کی توقع بندھ گئی تو کہنے لگیں کہ اے بھائی تم ناپاک ہو مع شرک کے۔ اور یہ ایسی چیز ہے کہ اس کو پاک ہی ہاتھ لگا سکتا ہے حضرت عمرؓ اٹھے اور غسل کیا اور میں نے صحیفہ ان کو دے دیا اس میں تھی طٰہٰ(۱) آپ نے اسے پڑھا آخر تک۔

اور احکام القرآن للجصاص ج ۳ ص ۴۱۵ پر ہے عن انس بن مالك فى حديث اسلام عمرؓ قال فقال لاخته اعطونى الكتاب الذى كنتم تقرؤن فقالت انك رجس وانه لا يمسه الاالمطهرون فقم فاغتسل اوتوضافتوضأثم اخذ الكتاب فقراء۔

---

(۱) سورۃ طٰہٰ

toobaa-elibrary.blogspot.com

(حضرت انس بن مالک نے حضرت عمر کے اسلام کی حدیث میں یہ ہے کہ کہتے ہیں انہوں نے اپنی بہن سے کہا مجھے وہ کتاب تو دو جسے تم پڑھ رہے تھے انہوں نے کہا تم ناپاک ہو یہ ایسی چیز ہے کہ اس کو خوب پاک لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں تو اٹھو غسل کرو یا وضو کرو انہوں نے وضو کرلیا کتاب لے لی اور پڑھ لی۔ معلوم ہوا کہ غسل یا وضو کے بعد لیا ہے۔

حضرت عمر کو حالت کفر میں قرآن چھونے اور پڑھنے کی اجازت دینے کی وجوہات

اول تو یہ واقعہ حضور ﷺ کے سامنے کا نہیں ہے کہ حضور کی رضامندی معلوم ہوتی۔

دوسرے بہت ممکن ہے کہ جمع الفوائد والی روایت میں اختصار ہو اور ما زلت بھا (میں اصرار کرتا رہا) کے بعد کا یہ واقعہ ترک کر دیا ہو یعنی غسل وغیرہ کا۔

تیسرے یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت عمرؓ کی ہمشیرہ کو کل احکام معلوم نہ ہوئے ہوں کیونکہ ابھی زمانہ قریب میں اسلام لائی تھیں۔ چنانچہ اور روایتوں میں اوپر بیان ہو چکا ہے۔

چوتھے ممکن ہے کہ حضرت عمر کی ضرب سے متاثر ہو کر مجبوری کی حالت میں ایسا کیا ہو جس کا بیان ہر روایت میں ہے اور ابن ہشام کی روایت مین خون نکلنا بھی ہے۔

پانچویں یہ کہ ممکن ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہی مسئلہ ہو کہ غسل یا وضو کافی ہو جاتا ہے تو بیش از بیش (۱) یہ ہوگا کہ بغیر غسل یا وضو کے جائز نہ تھا۔

(۱) زیادہ سے زیادہ

چھٹے ابن ہشام کی روایت میں تصریح ہے کہ اسلام لے آنے کے قرائن ہو گئے تھے اور ان سے حلف لے لیا تھا اس لئے جن روایتوں میں یہ نہیں انکو بھی مفصل روایات پر محمول کیا جائے گا۔

اور اب یہ فعل تبلیغ کے لئے اور اطمینان عدم استخفاف (۱) کے بعد ہوا ہے اس لئے پہلی روایات کی بنا پر بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ کافر کو استخفاف کے اندیشہ کی وجہ سے قرآن مجید کا سپرد کرنا ناجائز ہے۔ اور یہاں سے معلوم ہوا کہ جائز ہے کیونکہ اطمینان کے بعد ہے۔

دوسرے وہ سامنے موجود تھے اگر استخفاف (۲) کا صدور دیکھا جاتا تو ان سے واپس لے لیا جاتا۔

تیسرے ان پر اثر تھا اس لئے اطمینان تھا اسی وجہ سے تو غسل کیلئے تیار ہو گئے ورنہ جس کے دل پر کوئی اثر نہ ہو وہ کیسے اس کیلئے آمادہ ہو سکتا تھا خصوصا اس زمانہ میں جبکہ چالاکیاں اور عیاریاں اس زمانہ کی سی نہ تھیں اور بہت ممکن ہے کہ ان قرائن سے حضرت کی بہن نے حضرت عمر کے اسلام لانے پر استدلال کرلیا ہو کیونکہ اصل اسلام تو دل سے ہی ہوتا ہے اور نجس علی شرکک کے معنی یہ ہوں کہ نجس تھے شرک کی حالت میں جسکی تشریح جمع الفوائد والی روایت ہے کہ غسل جنابت نہ کرتے تھے یعنی اب اگرچہ مسلمان ہو گئے مگر غسل جنابت نہ ہونے کیوجہ سے حالت شرک میں نجس تھے اس لئے غسل کی ضرورت ہے۔

غرض سوائے ایک دو امام کے سب کے نزدیک غسل کے بعد بھی اور بغیر غسل کرائے تو بالاتفاق کافر کو قرآن مجید مس (۳) کرنے دینا جائز نہیں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کتابت وطباعت فرموں کا موڑنا دینا ٹائٹل لگانا کاٹنا جلد بنانا وغیرہ اور پتھروں یا پلیٹوں کو

(۱) توہین نہ کرنے کا اطمینان ہونے کے بعد (۲) اہانت کرتے دیکھتے تو واپس لے لیتے (۳) چھونے دینا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

صاف کرنا ان سب کاموں میں بلا حائل کے مس کرنا ہوتا ہے پھر فروخت کرنے میں بھی بار بار کا اٹھانا رکھنا پلندے بنانا وغیرہ بھی بلا حائل ہوتا ہے اسلئے جہاں تک ہوسکے کفار کو اس سے روکنے کی سعی (۱) کی جائے۔

چوتھا شبہ

اگر کافر لوگ اس کا وعدہ کرلیں کہ ہم یہ سب کام مسلمانوں کے ہاتھوں سے کرائیں گے یا بلا حائل کے نہ کریں گے تو کیا جائز ہوگا کہ ان کو طباعت و فروخت کی اجازت دے دی جائے۔

جواب

جواب یہ ہے کہ نہیں۔ کیونکہ اول تو کافر کا اعتبار نہیں اگر قسم بھی کھالے تب بھی قابل اعتماد نہیں کما قال تعالی فی سورة البرأة انهم لا ایمان لهم (بیشک یہ کافران کی قسمیں کچھ نہیں)

دوسرے ہر وقت کی نگرانی کون کرسکتا ہے۔ تیسرے تجربہ ہے کہ اول اول اس کا اہتمام بھی کیا گیا تو چند روز بعد اہتمام نہیں رہتا۔ چوتھے ہجوم کار (۲) کے وقت یہ سب اہتمام عادۃً ممکن نہیں ہوتے۔ پانچویں جن لوگوں سے وعدے لئے جائیں گے خواہ قسم سے بھی لئے جائیں وہ اپنی ذات کے متعلق ہی تو وعدہ کرسکتے ہیں ان کے اعزہ و منیجر اور دوسرے ملازم خصوصاً جبکہ آجکل غیر مسلم لوگ مسلمان کو ملازم رکھتے ہی نہیں وہ سب کافر ہی ہوں گے اور ان سے نہ وعدہ ہوگا اور ہو تو قابل اعتماد نہیں ہوگا۔ اور کم سے کم اس کو تو ہر شخص جانتا ہے کہ ہر شخص کا وعدہ قابل اعتبار نہیں ہوسکتا خاص کر جب کہ آجکل تعصب بہت ہوگیا

(۱) کوشش (۲) کام کی زیادتی۔

ہے اور عیاری و چالاکی جز و لیاقت بن گئی ہے۔ چھٹے یہ کہ اوپر جو وجوہ بیان کئے گئے ہیں وہ تو پھر بھی باقی رہے اسلئے کسی صورت میں اس کا جواز نہیں معلوم ہوتا۔

پانچواں شبہ

فتح الباری ج ا ص ۳۴۷ کی عبارت سے جو اوپر مذکورہ ہوئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ کتب فقہ و تفسیر کو کافر کا مس کرنا جائز ہے تو کیا ان کتابوں کی طباعت و فروخت کی کافر کو اجازت دی جاسکتی ہے۔

جواب

نہیں۔ کیونکہ عدم جواز کی وجہ صرف ایک یہی نہیں ہے (۱)، (۲)، (۳) میں ان سب کیلئے عدم جواز (۱) ثابت ہوچکا ہے بلکہ نمبر ۳ کے آخر میں تمام وہ علوم جو مقدمات دین ہیں جیسے نحو و صرف وغیرہ ان کا عدم جواز بھی ثابت ہے لہذا کسی مذہبی کتاب کی اجازت نہیں اور نہ مقدمات مذہب کی جو آجکل علوم عربیہ کہلاتے ہیں کیونکہ وہاں تو تلاوت کیلئے مقصود بنا کر نہیں بلکہ تبلیغ کیلئے مضامین کی تقویت میں تبعاً ایک دو آیت ذکر ہوتی ہے اور اصل مقصود وغیرہ کا حکم ایک نہیں ہوتا جیسے غسل فرض ہونے کے وقت کی دعا کے قصد سے دعائیہ آیت پڑھنا جائز ہیں تلاوت کے قصد سے گناہ ہیں۔

قرآن پاک کی تصحیح اور رسم الخط کی حفاظت فرض ہے

قرآن شریف کی حفاظت تمام مسلمانوں پر فرض ہے اور منجملہ حفاظت کے تصحیح بھی ہے اور رسم خط کی پابندی بھی ضروری ہے تصحیح اور رسم الخط کی پابندی کافر سے نہیں ہوسکتی اور وعدہ کا حال شبہ کے جواب میں دیکھ لیا جائے۔

(۱) جائز نہ ہونا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کافر کو اجازت طباعت دینے میں بے حرمتی یقینی ہے

قرآن شریف کی عظمت کی کوئی انتہا ہی نہیں ہر کلام کی عظمت صاحب کلام کی وجہ سے ہوتی ہے جب صاحب کلام حق تعالی جل شانہ ہیں تو انکی شان کے مطابق ان کے کلام کی عظمت ہے اس لئے کیسے گوارا کیا جاسکتا ہے کہ جن کو یہ فرمایا ہے: لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء (۱) (اپنے دشمن اور میرے دشمن کو دوست نہ بناؤ) ان کے ہاتھوں میں اس کے کلام کی بے حرمتی کرائی جائے ایسے ایسے بہت سے واقعات ہیں کہ کفار نے طباعت اور اس کے کاموں میں اور فروخت اور اس کے کاموں میں کس قدر بے حرمتی کی ہے کاغذوں اور پتھروں وغیرہ کو جن پر قرآن مجید چھپا تھا ان کو پیروں میں ملا ہے، نجاستوں سے آلودہ کیا ہے، خصوصا اس وقت کے متعصب لوگ تو خدا جانے کیا کیا کرتے ہوں گے (۲)۔

ممبران اسمبلی اور سربراہان کی ذمہ داری

قرآن شریف کی توہین کفر ہے اس قدر سنگین جرم کے ارتکاب کا ذریعہ وہ لوگ نہ بن جائیں جو اس کی روک تھام کر سکتے ہیں اور پھر نہ کریں یعنی مسلمان توہین کرتا ہے تو اسلام سے باہر ہو جاتا ہے اور اگر سبب توہین بنتے ہیں تو دیکھ لیجئے کیسا گناہ ہوگا اور آجکل کافروں کے ہاتھ میں دے دینا تو سبب توہین بنتا ہے گو یہ کام حکومت کا جرم بنتا ہے مگر

(۱) الممتحنۃ آیت ۱ (۲) ایسے ہی مرزائی کہ غیر مسلم ہیں اور صرف مرزا کی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں قرآن کا نام بچاؤ کیلئے اپناتے ہیں، اور شیعہ جو سر من رای والے قرآن پر ایمان رکھتے ہیں موجودہ کو تحریف شدہ کم وبیش کیا ہوا کہتے ہیں جن کے نزدیک مسلمانوں کی عزت وعظمت پر حملہ کرنا کار ثواب ہے۔ اور روز روز ایسی حرکتوں کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے وہ بھی غیر مسلم، غیر مسلموں کی طرح ہیں ان کیلئے بھی یہی قانون ہونا ضروری ہے بلکہ یہ ان سے بھی بدتر ہیں کہ مرتد کافر اصلی سے بدتر ہوتا ہے ۱۲ منہ

ممبران اسمبلی وغیرہ جو مشورہ دے سکتے ہیں اور کوشش کر سکتے ہیں اگر کوشش نہ کریں گے یا خلاف کی کوشش کریں گے تو بہت احتمال ہے کہ وہ اس توہین کا سبب بن جائیں۔

عوام کی ذمہ داری

امور مذکورہ بالا میں سے صرف بعض میں اختلاف ہے اور اختلاف سے بچنا مستحب ہے اس لئے اس کی سعی ضرور ہونی چاہئے کیونکہ وہ اختلافات اس وقت کی حالت پر نہیں ہیں ورنہ اگر آجکل کی حالت سامنے ہوتی تو وہ حضرات بھی اختلاف نہ کرتے۔

اس وقت تمام اہل اسلام کا نظریہ یہی ہے۔ اور احکام کے مطابق بھی یہی ہے اس لئے اس کی سعی کرنے ما رأہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن (جس کو تمام مسلمان بہتر قرار دیں وہ اللہ کے نزدیک بہتر ہے) کا مصداق ہے اور اس کے خلاف کرنا اتبعوا السواد الاعظم (بڑی جماعت کا اتباع کرو) کا خلاف کرنا دونوں حدیثوں پر عمل ضروری ہے۔

حکومت وقت کی ذمہ داری

مسلمانوں کی اقتصادی حالت اور غیر مسلموں کا تعصب اس کا مقتضی ہے کہ اس کا قانون پاس کر دیا جائے یقیناً یہ جدوجہد آیت تعاونوا علی البر والتقوی (نیکی اور تقوی پر ایک دوسرے کی مدد کرو) اور ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (۱) (اور ایک دوسرے کی مدد نہ کرو گناہ اور زیادتی پر) کے اقتضاء پر عمل اور اس کے امتثال حکم (۲) میں داخل ہے۔

(۱) سورۃ المائدۃ آیت ۲ (۲) اس کے حکم کی بجا آوری

toobaa-elibrary.blogspot.com

شبہ

جب ان دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلم کو قرآن مجید اور دینی تمام کتابوں کی طباعت وفروخت کی اجازت نہیں دی جاسکتی تو اسلامی حکومتوں نے ایسا کیوں نہیں کیا کہ ان کے لئے ممانعت کردی جاتی۔

جواب

اگر اسلامی حکومتوں سے قدیم حکومتیں مراد ہیں تو ثابت کرنا چاہئے کہ ان حکومتوں میں غیر مسلم ایسا کرتے تھے کیونکہ اگر اس وقت غیر مسلم ایسا کرتے ہی نہ تھے تو ممانعت کس کو کی جاتی۔ اور اگر یہ ثابت ہوجائے کہ غیر مسلم ان کی طباعت وفروخت کا کام کرتے تھے اور یہ بھی ثابت ہوجائے کہ حکومت کو اس کا علم بھی تھا اور یہ بھی ثابت ہوجائے کہ حکومت کو اس طرف توجہ بھی دلائی گئی تھی پھر بھی حکومت اسلامی نے اس طرف توجہ نہیں کی اور ممانعت صادر نہ کی تو اگر حکومت کا یہ فعل صحیح قرار دے دیا جائے تو یہ فرق ہے کہ اس وقت حکومت کے اثر سے اور مسلمانوں کی شان وشوکت سے ہر شخص کو یہ خیال رہتا تھا کہ اگر استخفاف(۱) کی کوئی صورت پیش آئی یا مسلمان کے علاوہ کسی اور نے مس کیا(۲) تو حکومت اور مسلمان سہولت سے نہ چھوڑیں گے اور اس وقت اس قدر تعصب بھی جو اب ہے غالبا نہ ہوگا۔ غرض اس وقت ان عوارض میں جو اس وقت درپیش ہیں بہت کمی تھی۔ اور اب وہ عوارض شدت سے موجود ہیں اس لئے اس اجازت کا کوئی پہلو نہیں نکلتا۔

اور اگر حکومت سے موجودہ حکومتیں مراد ہیں تو مذکورہ بالا امور یعنی غیر مسلم کا ایسا کرنا حکومت کو علم ہونا حکومت کو اس طرف توجہ ہونا یا توجہ دلانا ثابت بھی ہوجائے تو یہ اس کا

(۱) توہین کی کوئی صورت (۲) چھوا

فعل ہوگا جو دوسروں پر احکام کے ہوتے ہوئے حجت نہیں ہوسکتا۔ کیا آجکل کی حکومتوں میں خلاف اسلام رسوم ورواجات جاری نہیں ہورہے ہیں کیا ان کے ان سب افعال سے احکام میں نعوذ باللہ کوئی تغیر ہوسکتا ہے مسلمانوں کو اور خصوصا ان مسلمانوں کو جو وہاں رہتے ہیں یا وہاں داخل ہیں یا ہوسکتے ہیں ضرور اس کی طرف حکومت کو متوجہ کرنا چاہئے۔

شبہ

جو وجوہ عدم جواز کی بیان کی گئی ہیں ان میں سے بعض مسلمانوں کی طباعت و فروخت میں بھی پائی جاتی ہیں تو کیا مسلمانوں کو بھی ممانعت کی جائے مثلاً وضو وغسل کی پابندی کا نہ ہونا، صحت و رسم خط کا بالکل ٹھیک نہ ہونا، وغیرہ۔

جواب

اول تو کافروں میں اور مسلمانوں میں بہت فرق ہے ان کے دلوں میں کچھ نہ کچھ عظمت ضرور ہوتی ہے اور ان کے دلوں میں عظمت تو درکنار اور نفرت ہے بلکہ مسلمانوں سے بنائے تعصب غیظ(۱) ہے کافر تو توہین کرنا چاہتے ہیں اور بالقصد(۲) کرتے ہیں اور مسلمان بالقصد توہین نہیں کرتا اگر کچھ ہوتا ہے تو عظمت و احترام میں کچھ قصور(۳) ہوجاتا ہے۔

دوسرے وہ اسکو اپنی مذہبی کتاب سمجھتا ہے اور کافر دوسروں کی بلکہ اپنے مخالفوں کی مذہبی کتاب سمجھتا ہے دونوں عقیدوں سے جو عمل میں فرق پڑتا ہے ظاہر ہے۔

تیسرے بیشک مناسب بلکہ ضروری ہے اگر اس کا بھی کوئی قانون بن جائے کہ جو مسلمان بغیر تصحیح اور بے غسل اور بے وضو اور ادب و احترام کے خلاف کرے اسکو بھی

(۱) مسلمانوں کے ساتھ تعصب کی وجہ سے غصہ ہے (۲) ارادۃً (۳) کمی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ممانعت ہو جائے یا سزا ملے تو اچھا ہے، کیونکہ بہت سے مسلمان ایسے بھی ہیں جو نہایت ادب واحترام سے باغسل باوضو تمام کام انجام دیتے ہیں تصحیح کا پورا پورا اہتمام کرتے ہیں بہت ہی اچھا ہوا گر صرف ایسے مسلمان طباعت قرآن مجید وفروخت کا کام کریں۔

چوتھے اگر کوئی مسلمان ایسا کرے گا تو وہ اپنے فعل کا تنہا ذمہ دار ہوگا۔ وہی گنہگار ہوگا اور اگر ان مسلمانوں نے جو قانون بنا سکتے ہیں اس قسم کا قانون کہ کافروں کے ہاتھ میں طباعت وفروخت نہ رہے نہ بنایا اور اس میں باوجود قدرت کے جدوجہد نہ کی تو پھر غیر مسلموں کے ہاتھوں جس قدر قرآن شریف کی توہین واستخفاف ہوگی اس سے یہ سب کے سب گنہگار ہوں گے اور جماعت کا گنہگار ہونا کسی فرد کے گنہگار ہونے سے کہیں زیادہ سخت ہے اس لئے اس تاویل سے کہ بعض مسلمان بھی ایسا کرتے ہیں اس قانون کے بنانے میں تساہل (۱) جائز نہیں ہوسکتا۔

پانچویں مسلمان کو تو گناہ بے غسل و بے وضو ہونے کا ہوگا جس میں بعض ائمہ کا اختلاف بھی ہے اور کافر کے قبضہ میں دے دینا استخفاف وتوہین کا سبب بننا، اول تو یہ گناہ اس گناہ سے فی نفسہ (۲) بہت سخت ہے پھر اس میں اختلاف ائمہ کی وجہ سے تخفیف بھی ہوگئی ہے۔ اسمیں یہ بات نہیں ہے یہاں تو ساری امت کا اتفاق ہے کہ قبضہ کفار میں چونکہ احتمالِ استخفاف ہے تو جہاں قبضہ کا احتمال ہی ہو وہ صورت بھی جائز نہیں جیسا کہ دلیل ۲، ۳ میں گزر چکا ہے۔ چہ جائیکہ جہاں قبضہ کفار یقینی ہو۔ اس لئے زمین وآسمان کا فرق ہے۔

چھٹے مسلمان وکافر میں یہ فرق ہے کہ مسلمان ان احکام کا التزام کرتا ہے اس سے رعایت کی توقع ہے کافر میں یہ بات نہیں۔

(۱) سستی (۲) اپنی ذات کے اعتبار سے

غرض واللہ تعالی اعلم (۱) ہمارے نزدیک ایسا قانون بنانا صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے اور جو لوگ یہ بنا سکتے ہیں اور کوشش کر سکتے ہیں اگر نہیں کریں گے تو گنہگار ہونگے۔ امید ہے کہ سب مسلمان اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں گے۔

واللہ ولی التوفیق و علیہ التوکل (۲)

۱۱ ذیقعدہ ۱۳۶۰ھ

وکان الشیخ کتب فی آخرہ بعد النظر والاصلاح

جزاك اللہ افدت واجدت یا اجدت فیما افدت (۳)

(۱) اور اللہ ہی زیادہ جاننے والے ہیں (۲) اور اللہ ہی اصل توفیق دینے والے ہیں اور اس ہی پر بھروسہ ہے

(۳) اور حضرت شیخ (مولانا اشرف علی تھانوی) نیا اس مضمون کو دیکھنے اور اصلاح کرنے کے بعد اس کے آخر میں یہ کلمات تحریر فرمائے تھے "اللہ تعالی تم کو جزا دیں فائدہ پہنچایا اور عمدہ پہنچایا۔ یا عمدہ کیا جس میں فائدہ پہنچایا۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com

عالمی
مجلس قرأت

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

عالمی مجلس قراءت

اعتراضات وجوابات

مبسملا و محمد لا و مصلیا و مسلما

فروری ۶۶ء میں جو جامعہ قاسمیہ کراچی کی مساعی جمیلہ سے حجاز، عراق، مصر، شام، انڈونیشیا وغیرہ کے قاری صاحبان کی تشریف آوری پر پاکستان کے کئی شہروں میں عالمی مجلس قراءت منعقد ہوچکی ہے اور بہت لوگ براہ راست اس سے اور پھر اس کی نقل بذریعہ ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ سے خوب محظوظ ہوئے اور برابر ہوتے رہتے ہیں بلکہ بہت لوگ تو اس سے اپنے ایمان میں ایک تازگی محسوس کررہے ہیں۔

ہمارے بعض تعلیم یافتہ صاحبان کی طرف سے اس پر کچھ اعتراضات سننے میں آئے ہیں اب تک جو اعتراضات سنے ہیں ان کو مع جوابات پیش کیا جاتا ہے ممکن ہے ہم سب کو غور وفکر کرنے کے بعد اصل حقیقت تک رسائی میسر ہوجائے۔

اعتراض نمبرا

قرآن شریف کا مقصود معانی واحکام ہیں بغیر معانی کے صرف الفاظ الفاظ کو اور پھر الفاظ کی بھی ایک صفت یعنی عمدہ ادائیگی کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے۔ اس لئے مجلس قرأت کو یہ اہمیت دینا اسلامی شان کا کام نہیں ہوسکتا۔

جواب

قرآن الفاظ اور معنی کے مجموعے کا نام ہے

یہ خیال صحیح نہیں۔ قرآن مجید الفاظ اور معانی دونوں کا نام ہے صرف معانی واحکام

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو ہی مقصود اور الفاظ کو غیر مقصود قرار دینا صحیح نہیں اس کو قرآناً عربیا (۱) (عربی قرآن) فرمایا ہے۔ وہ عربی عبارت کے عربی الفاظ قرآن ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض میں ارشاد ہے یتلوا علیھم ایاته اور یعلمھم الکتاب (۲) (لوگوں پر قرآن مجید کی آیتوں کو بھی تلاوت فرماتے ہیں) اور آگے ہے کہ (ان کو کتاب کی تعلیم بھی دیتے ہیں) تلاوت الفاظ بھی حضور کا ایک فریضہ ہے اور تعلیم احکام بھی۔ ہر ہر حرف کے پڑھنے اور سننے پر دس دس نیکیاں ملنا بلا معانی سمجھے بھی حدیث میں وارد ہے۔

الفاظ قرآن بھی مقصود ہیں

لہذا قرآن مجید کا تو لفظ لفظ اور حرف حرف بھی مقصود ہی ہے جیسے معانی و احکام کی حفاظت اور ان پر عمل کرنا فرض ہے ایسے ہی لفظ لفظ، حرف حرف بلکہ حرکت حرکت تک کی حفاظت اور اس کی تلاوت فرض ہے۔ اور پھر ہر ہر حرف عربی ہے عربی طریقہ سے اس کے مخرج (۳) سے اس کی صفتوں (۴) کیساتھ ادا کرنا بھی فرض ہے۔ ورنہ پھر یہ حرف وہ حرف ہی نہ رہے گا دوسرا بن جائے گا (۵)۔ اور اس کو خدائی کلام کہنا خدا تعالی پر ایک تہمت باندھنا ہو جائے گا اور اس سے معانی و مفہوم میں خلل واقع ہو کر بعض دفعہ احکام میں تغیر تبدل اور تحریف تک نوبت پہنچ جائے گی۔

مثلاً قال (کہا یا فرمایا) کی جگہ کال (ناپ کر دیا) پڑھنے سے لفظ و مفہوم دونوں میں بڑی زبردست تبدیلی ہوگئی ہے اب اگر اس کو قرآن مجید کا لفظ اور اس کے معنی کو قرآن مجید کا مفہوم کہا جائے تو سوچئے کہ یہ خدا تعالی پر تہمت اور اس کے کلام بے مثال کی تحریف نہیں تو اور کیا ہے؟

(۱) سورۃ یوسف آیت ۲ (۲) سورۃ آل عمران آیت ۱۶۴ (۳) حرف کے نکلنے کی جگہ (۴) حرف کی ادائیگی کی کیفیت (۵) اس لئے کہ صفت یا مخرج کے بدلنے کی وجہ سے حرف حرف سے بدل جاتا ہے۔

قرآن کے الفاظ و حرکات کی صحیح ادائیگی فرض ہے

بلکہ حرکت کے بدل جانے سے بھی سخت تبدیلی اور بعض دفعہ کفریہ کلمہ بن جاتا ہے۔ لفظ اَللهُ اَکْبَرُ میں تین زبر ہیں اگر کسی کو کھینچ دیا گیا اور وہاں الف پیدا ہو گیا تو یہ کلمہ کفریہ بن جاتا ہے اور اس سے نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ اگر پہلے الف کے زبر کو کھینچ دیا اور آللہ پڑھ دیا تو معنی یہ ہو گئے کیا اللہ سب سے بڑے ہیں؟ یہ استفہام انکاری یا شکیہ ہو کر کلمہ کفر بن گیا گو اس مفہوم کا قصد نہ ہونے سے اس کو کافر تو نہیں کہا جائے گا مگر نماز اس سے ٹوٹ جائے گی۔

اس طرح اکبر کے الف کو بڑھانے سے معنی یہ ہوں گے اللہ کیا سب سے بڑے ہیں؟ اور 'ب' کے زبر کو بڑھانے سے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ اکبار ہیں اور اکبار شیطان کا نام ہے یا کبر کی جمع بمعنی ڈھول۔ اس سے بھی کفر تو نہ لیں گے مگر نماز فاسد ہو جائے گی۔

اس لئے قرآن مجید کے ہر حرف و حرکت کو صحیح طریقہ سے ادا کرنا فرض ہے جو طریقہ سند کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ ہے اس کو ہرگز ہرگز ہلکا نہیں سمجھا جا سکتا۔ صرف ترجمہ رٹ لینا اور لفظ غلط پڑھنا قرآن مجید نہیں ہو سکتا بلکہ خدا تعالی پر اس غلط کی تہمت بن کر الٹا گناہ کا سبب ہو سکتا ہے کیونکہ قرآنی لفظ تو صحیح ہے یہ نہیں ہے جو غلط ہم نے ادا کیا (۱)، اور ترجمہ خدائی کلام ہی نہیں انسان کا سمجھا ہوا مفہوم ہے وہ بھی اسی کے مطابقت سے درست ہوگا ورنہ غلط ہوگا۔

تلاوت میں خوش آوازی مطلوب ہے

پھر احادیث شریفہ میں قرآن شریف کو خوش آوازی سے پڑھنے کی بہت تاکید آئی ہے اور خوب عرب یعنی عربی لہجوں میں پڑھنے کی ہدایت اور عجمی لہجوں کی ممانعت ہے۔ اس لئے حروف

(۱) مطلب یہ ہے کہ قرآنی لفظ وہ ہے جو صحیح مخرج سے ادا کیا جائے اور صحیح صفت کے ساتھ اس لئے جب صحیح مخرج اور صفت ادا نہیں ہوگی تو لفظ لفظ سے بدل جائے گا جیسے ق ۔ ک سے بدل جائے مخرج کے بدلنے سے اور ط ۔ ت بدل جاتی ہے صفت کے بدلنے سے تو قرآن میں مثلاً "ق" تھا ہم نے "ک" پڑھا تو یہ قرآنی لفظ نہ ہوا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کومخارج صحیحہ سے پوری صفتوں کیساتھ صحیح حرکتوں سے عربی لہجوں میں خوش آوازی سے ادا کرنا سب نہایت اہم باتیں، دین کا جزو اور ایک اسلامی فریضہ میں ان کو نا قابل اہتمام قرار دینا بڑی زیادتی ہے۔

الفاظ و معانی دونوں کی رعایت ضروری ہے

ہاں احکام الٰہی (۱) کا حاصل کرنا اور پوری طرح حاصل کرنا، ظاہر و باطن (۲)، مقدم، موخر (۳)، ناسخ و منسوخ (۴)، اشارات و صراحت سے حاصل کرنا تفسیرات نبویہ سے ان کو سمجھنا یہ الگ ایک فریضہ ہے ایک کی اہمیت کے پیش نظر دوسرے کی اہمیت کو نظر انداز کر دینا صحیح طریقہ نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ نہ اول بغیر دوسرے کے کامل ہے نہ دوسرا بغیر اول کے کامل ہو سکتا ہے دونوں میں سے ہر ایک مقصود بھی ہے قابل قدر و حفاظت بھی ہے قابل اہتمام بھی ہے۔ ہر ایک مسلمان کا فریضہ بھی ہے۔

یہ ایک فریضہ (۵) ہے اور فہم احکام دوسرا فریضہ ہے جس کو فقہ میں حل کر کے رکھ دیا گیا ہے لہذا اس سے بھی بے پروائی برتنا ٹھیک نہیں جیسے احکام سے ٹھیک نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ احکام کی تنفیذ اور عمل پر بے انتہا زور دینے کی ضرورت ہے مگر اس کا یہ مطلب قرار دینا صحیح نہ ہوگا کہ الفاظ و حروف و حرکات کو غلط سلط کر کے تلاوت کی گنجائش ہو۔

اعتراض نمبر۲

ایسی مجلسوں میں ہر قاری دوسرے سے بڑھ چڑھ کر عمدہ پڑھنے کی کوشش اور اسی کا مظاہرہ کرتا ہے اس لئے یہ ایک ریا ہے جو گناہ ہے ثواب کا کام نہیں۔ بلکہ ریا کو حدیث شریف میں شرک خفی فرمایا گیا ہے اس لئے یہ مجلسیں ریا کاری یعنی شرک خفی کی مجلسیں ہوئیں ان کو دین اور ثواب کے کام کی مجلس قرار دینا درست نہیں۔

(۱) قرآنی الفاظ سے احکام کو سمجھنا (۲) آیت کے ظاہری اور پوشیدہ معنی کی تحقیق (۳) کونسی آیت پہلے نازل ہوئی کونسی بعد میں (۴) کس آیت نے کس آیت کے حکم کو منسوخ کیا ہے (۵) یعنی قرآن کے الفاظ کی تلاوت

جواب

قاری کی تلاوت میں چار احتمال

ریا اور نمود و نمائش کا مدار نیت پر ہے، اور نیت دل کی کیفیت ہے، جس کا علم دوسروں کو نہیں ہو سکتا، یہ تو خود پڑھنے والے کو دیکھنا ہے کہ اس کی نیت ثواب کی ہے یا کسی دینی خدمت کی ہے یا محض یہ ہے کہ لوگ اس کی تعریفیں کریں اور عزت و احترام سے پیش آئیں۔

۱: اگر اپنی تعریف و احترام کی خواہش سے ہی پڑھتا ہے تو یہ ریا ہے، گناہ ہے، خود اس کو ثواب نہیں ہوگا۔

۲: اگر نیت ثواب کی اور قرآن مجید کی عظمت کے اظہار کی ہے تو ثواب کی بات ہے، ریا نہیں ہے۔

۳: اور اگر دکھا کر ہی سہی مگر مسلمانوں کا دل خوش کرنے کی نیت ہے تو یہ بھی کار ثواب ہے اور حدیث سے ایسے واقعات ثابت ہیں (۱) یہ بھی ریا نہیں۔

۴: اور اگر لوگوں کو دکھانے سنانے کے لئے بھی اس نیت سے پڑھتا ہے کہ سننے والوں کے دلوں میں قرآن شریف کی عظمت پیدا ہو، اس کی طرف رغبت و شوق اور جذبۂ خلوص و محبت متوجہ ہو، جس سے سب کو خوش آوازی کے ساتھ صحیح صحیح پڑھنے کا شوق پیدا ہو جو شریعت میں پسندیدہ ہے تو اس نیت سے خوش آوازی سے پڑھنا ریا نہیں، ایک دینی خدمت ہے۔

ان چار طرح کی نیتوں میں صرف ایک ریا ہے باقی تین کار ثواب ہیں۔ یہ

(۱) جیسا کہ آئندہ صفحہ پر حضرت موسیٰ اشعری کا واقعہ آ رہا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

نصیحت تو کی جاسکتی ہے کہ قاری صاحبان اول کی نیت ہرگز نہ رکھیں۔ دوم، سوم، چہارم کی نیت رکھ لیں لیکن خودیوں طے کردینا کہ انکی نیت ریاکاری کی ہی ہے یہ سخت حملہ ہے اور مسلمان کے ساتھ بدگمانی کرنا ہے خصوصاً جب کہ دوسرے احتمالات اس سے زائد ہوں کہ یہ ایک ہے وہ تین ہیں تو سب سے قطع نظر کرکے ایک ناجائز احتمال کو معین کرلینا سخت ناجائز بدگمانی ہے۔

بدگمانی سے بچو

حق تعالیٰ فرماتے ہیں ان بعض الظن اثم (۱) (بعض گمان گناہ ہوتے ہیں) حدیث شریف میں ظنوا المؤمنین خیرا (مسلمانوں کے ساتھ اچھا گمان رکھا کرو) ممکن ہے کہ کوئی صاحب قرآئن پر مدار رکھیں تو غیر یقینی قرائن دلیل نہیں ہوسکتے پھر دوسرے احتمالات کے بھی قرائن موجود ہوتے ہیں تو ان سے ان کو رد کیوں نہیں کیا جاتا گناہ کو ترجیح دینے کی فکر کرنا تو اچھا کام نہیں بیش از بیش (۲) قرائن سے یہ ثابت ہوگا کہ ممکن ہے کہ وہ بھی خیال ہو، یہ بھی خیال ہو، تو یہ مخلوط نیت (۳) ہے خالص ریا نہیں ثواب کا کام رہے گا گو خالص سے کم ہو۔

مسلمان کا دل خوش کرنے کیلئے عمدہ آواز سے پڑھنا

بخاری شریف میں حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسی اشعریؓ کو فرمایا تھا کہ تم کو حضرت داؤد علیہ السلام کا نغمہ عطا ہوا ہے اس حدیث کے تحت فتح الباری شرح بخاری کے صفحہ ۸۱ پر ابو یعلی کی حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہؓ حضرت ابوموسی پر گزرے وہ گھر میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے دونوں کھڑے سنتے رہے

(۱) سورۃ الحجرات آیت ۱۲ (۲) زیادہ سے زیادہ (۳) ملی جلی نیت ہے۔

پھر تشریف لے گئے صبح کو حضرت ابوموسی حاضر ہوئے تو حضور نے یہ واقعہ بتایا انہوں نے عرض کیا کہ مجھے معلوم ہوتا تو آپؐ کے لئے خوب بنا سنوار کر پڑھتا۔

اس جواب پر حضور کا سکوت فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ کسی مسلمان کا دل خوش کرنے کیلئے بنا سنوار کر پڑھنا ریا نہیں ہے بلکہ یہ مسلمانوں کا دل خوش کرنے کیلئے بنا سنوار کر پڑھنا بھی کار ثواب ہے۔ ریا جب ہوتی ہے کہ صرف اپنی تعریف اور اپنے احترام و اقتدار کی نیت سے پڑھا جائے۔

حدیث شریف الاعمال بالنیات (عمل نیتوں سے ہیں) یعنی مباحات اچھی نیت سے اچھے افعال بن جاتے ہیں اور بری نیت سے برے۔ اس عمل کو بھی نیت اچھا برا بنا سکتی ہے۔ اسلئے اگر نمود و نمائش اور خوش آوازی کا مظاہرہ مسلمانوں کے دل خوش کرنے کیلئے ہو تو وہ خود ثواب ہے جیسے کہ حدیث بالا سے معلوم ہوا۔ اس کو ریا کہنا درست نہ ہوگا۔ جیسے کہ حضرت ابوموسی کے پڑھنے کے قصد کو ریا نہیں کہہ سکتے۔ اور اگلے نمبر میں انشاء اللہ پیش کیا جائے گا کہ خوش آوازی سے پڑھنے کا حکم بھی ہے اگر اس حکم کی تعمیل کی نیت ہوگی تو تعمیل حکم خود کار ثواب ہے۔

محفل قراءت کے فوائد

ہم لوگ عجمی (۱) ہیں ہمارے ملک میں بہت سے حروف والفاظ مسخ (۲) ہو کر غلط در غلط استعمال ہوتے ہیں اب اس طرح سے قرآن مجید کے الفاظ کو پڑھنا سخت ترین گستاخی و بے ادبی ہے اور لوگ اپنی نمازیں، اور امام سب کی بھی نمازیں برباد کر رہے ہیں۔

گر تو قرآن بدین نمط خوانی   می بری رونق مسلمانی (۳)

(۱) غیر عرب کو عجمی کہتے ہیں کیونکہ عجمی کے معنی گونگے کے آتے ہیں اور عرب اپنے علاوہ سب کو عجمی اسلئے کہتے تھے کہ وہ عربی بولنے پر قادر نہیں تو گویا کلام ہی نہیں کر سکتے۔ (۲) الفاظ کی صورتیں بگڑ کر (۳) اگر اسی طریقہ پر تو قرآن پڑھتا رہا تو مسلمانوں کی رونق ختم کردے گا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ضرورت ہے تمام مسلمانوں کو صحیح صحیح پڑھنے کی کہ جس سے قرآن مجید کی بے حرمتی نہ ہو اور نمازیں بھی درست ہوسکیں، عام ترغیب دی جائے، اب فرمائیے کہ عمدہ عمدہ قاری صاحبان کو بلا بلا کر ان سے سنوا کر ذوق وشوق پیدا کرانے کے سوا اور اس کی کیا تدبیر ہوسکتی ہے کہ بے عیب خدا کے بے عیب کلام کو بے عیب طریقہ سے پڑھنے کا شوق اور ایک والہانہ جذبہ عام مسلمانوں کے دلوں میں انگڑائیاں لینے لگے۔

ایسی مجلسیں اس ذوق وشوق کیلئے منعقد کرنا خصوصاً اس زمانہ میں جب کہ غیر مسلم اثرات کے تسلط سے عام مسلمان اسلامی باتوں سے بے توجہی بلکہ بعض تو نفرت رکھنے لگے ہیں۔ غور کر کے فرمائیے کیا ضروری نہیں ہے اور یہ کام کیا ثواب کا کام نہیں ہے کیا اسلام و اسلامیات پر مائل کرنے کا ذریعہ نہیں ہے۔ ایسی نیت کے ساتھ نمود ونمائش بھی کیا کار ثواب نہ ہوگی۔

ایک کالج کے طالب علم نے بتایا کہ ان کے ایک دھریہ لامذہب ماسٹر صاحب نے اس مجلس کا قرآن مجید سن کر بے ساختہ کہا کہ یہ سن کر مجھے تجدید ایمان نصیب ہوگئی۔ شاید اخباروں یا خبروں سے آپ تک یہ بات پہنچ چکی ہو کہ جب سے بڑے بڑے شہروں میں مجلس قراءت کا اہتمام ہونے لگا ہے بہت سے اسکولوں، کالجوں، مدرسوں اور دفتروں میں اس کا اہتمام اور تصحیح قرآن کا انتظام وتعلیم شروع ہوگئی۔ ان نتائج کے سامنے آنے پر اگر پہلے سے بھی نہ ہو اب ایسی نیت ہو جائے تو اس کو ریا نہیں کہا جائے گا بلکہ ایسے موقع پر تو اگر ریا ہو بھی تو وہ جرم نہ ہوگی جیسے ترغیب کیلئے دکھلا کر صدقہ کرنا ریا نہیں رہتا بلکہ افضل بن جاتا ہے۔

قراءت سننے والوں کا فائدہ ہی فائدہ

فرض کر لیجئے کہ پڑھنے والوں کی نیت نیکی اور خیر کی بالکل ہی نہ ہو صرف خود ستائی

وشہرت کی ہو، خالص ریا ہی ریا ہو، تو اس کا گناہ تو پڑھنے والوں کو ہوگا ان کو صحیح نیت کی نصیحت خیر خواہی سے کرنا تو مناسب ہوسکتا ہے مگر ان کے اس پڑھنے کے سننے والوں کو کوئی گناہ نہیں ہوسکتا۔ سننے میں تو ریا نہیں ہوسکتی خصوصاً جب کہ سننے والوں کے پاس محض ریا ہونے کی نیت کا کوئی ثبوت بھی یقینی نہیں ہوسکتا۔ سننے والوں کو تو ہر ہر حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہی رہیں گی اور یہ تمام فوائد بھی حاصل ہوتے رہیں گے جو حاصل ہوتے جارہے ہیں۔

اپنے گناہ وثواب کو پڑھنے والے اپنی نیت سے درست کریں گے۔ کریں یا نہ کریں، سننے والوں پر تو اس کا اثر نہیں ہوسکتا(۱) اگر کوئی شخص ریا سے نماز پڑھتا ہے تو دیکھنے والا تو مجرم نہیں بن سکتا، اس لئے یہ بات کچھ وزن نہیں رکھتی۔ اس کو آڑ بنا کر قرآن مجید کے سننے سے محروم ہونے کی کوئی معقول وجہ نہیں بن سکتی۔

اعتراض نمبر ۳

خوش آوازی، اتار چڑھاؤ کی زیادتی گانے کی صورت ہے اور شریعت میں گانا حرام ہے۔ حرام سے قرآن مجید کو مخلوط (۲) کرنا اس کی توہین ہے۔ اس لئے یہ مجلسیں کار ثواب نہیں بلکہ گناہ عظیم بن رہی ہیں۔ ان میں شرکت کسی طرح جواز کی گنجائش نہیں رکھتی۔

تلاوت میں خوش آوازی اختیار کرنے کا حکم

جواب

یہ غلط فہمی اس سے پیدا ہوتی ہے کہ خوش آوازی اور گانے میں فرق نہیں محسوس کیا گیا ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ گانا بے شک حرام ہے اور اس کا سننا بھی حرام ہے لیکن

(۱) پڑھنے والے کی نیت کی خرابی کا سننے والے کی ثواب پر کوئی اثر نہیں ہوتا (۲) ملانا

toobaa-elibrary.blogspot.com

خوش آوازی جائز اور اس کا سننا بھی جائز ہے خوش آوازی سے قرآن مجید پڑھنے کا تو حکم ہے ہر شخص پر لازم ہے کہ جس قدر خوش آوازی کر سکتا ہو کرے۔

تخریج احیاء العلوم جلد ا صفحہ ۲۵۱ پر ہے کہ ابوداؤد، نسائی وابن ماجہ وابن حبان اور حاکم نے صحیح کہہ کر یہ حدیث روایت کی ہے حضرت براء بن عازب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ تم اپنی آوازوں سے قرآن مجید کو زینت دو۔ کیونکہ اچھی آواز قرآن مجید کا حسن بڑھا دیتی ہے۔

فتح الباری شرح بخاری جلد ۷ صفحہ ۶۴ پر ہے کہ اگر پڑھنے والا اچھی آواز والا نہ ہو تو جہاں تک اس سے ہو سکے اچھی آواز بنائے جیسے کہ اس حدیث کے راوی ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا ہے اور اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

اور صفحہ ۸۱ پر ہے کہ ابوداؤد نے سند صحیح سے حضرت ابوعثمان مہدی سے روایت کیا ہے کہ میں ابوموسیٰ اشعری کے مہمان گیا تھا میں نے کسی چنگ ورباب اور بانسری کی آواز ان کی آواز سے بہتر نہیں سنی۔

جمع الفوائد جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ پر ہے کہ بخاری ومسلم وابوداؤد ونسائی کی حدیث ہے کہ لیس منّا من لم یتغن بالقرآن (وہ ہم میں سے نہیں ہے جو قرآن شریف کو خوش آوازی سے نہ پڑھے)

کنز العمال جلد ا صفحہ ۱۵۰ پر ہے کہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کیا ہے کہ اللہ تعالی اس خوش آواز آدمی کی طرف جو بلند آواز سے بنا سنوار کر قرآن مجید کو پڑھتا ہے اس سے بھی زیادہ توجہ فرماتے ہیں جتنی گانے والی باندی کی طرف اس کا مالک کرتا ہے۔

سراج المنیر شرح جامع صغیر جلد ا صفحہ ۱۲۶ میں اسی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے کہ حضرت حذیفہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں فرمایا ہے کہ قرآن مجید کو عرب کے لہجہ اور عرب کی آواز میں پڑھو اور یہود و نصاری اور فاسقوں کے لہجوں سے بچو اور اس کو طبرانی نے معجم اوسط میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔

لہذا قرآن شریف میں خوش آوازی تو بہت پسندیدہ ہے اس کا حکم ہی ہے اور اس پر ثواب بھی ہے ہر شخص قرآن مجید پڑھنے میں جس قدر اپنی آواز عمدہ بنا سکتا ہو اس کو عمدہ بنانا ہی ثواب کا کام ہے مگر گانا اور چیز ہے گو اس میں بھی خوش آوازی کی جاتی ہے مگر تجوید سے قرآن مجید پڑھنے سے اس کی کوئی نسبت نہیں ہو سکتی۔

گانے اور تجوید میں فرق

"قرآنا عربیا"(۱) اور "بلسان عربی مبین"(۲)

کے خدائی ارشادات اور حضرت حذیفہؓ والی حدیث سے معلوم ہو چکا ہے کہ قرآن مجید کو خوش آوازی سے تو پڑھا جائے مگر عرب کے قاعدہ و قانون سے باہر نہ ہو لہذا اگر ان قواعد و قوانین سے باہر کیا جائے گا تو اس میں گانا پیدا ہو جائے گا مثلاً یہ نہ ہو کہ حرفوں کو قاعدوں سے زیادہ کھینچ کھینچ دیا جائے یا حرکتوں کو لمبا کر کے پیش کو واؤ، زبر کو الف، زیر کو یا کی صورت دی جائے جہاں ادغام نہ ہو وہاں کر دیا جائے جہاں ہو وہاں نہ کیا جائے انہیں قاعدوں سے نکال نکال (۳) ان سے آگے بڑھا کر پڑھنے کو گانا کہا جاتا ہے۔

غلطی یہاں سے ہی لگ جاتی ہے کہ جو لوگ خود قاعدوں سے واقف نہیں وہ تجوید اور گانے میں فرق نہیں کر پاتے۔ اور وہ گانا آواز کو بنانے سنوارنے کا نام قرار دیتے ہیں

(۱) سورۃ یوسف آیت ۲ (۲) سورۃ الشعراء آیت ۱۹۵ (۳) یعنی خلاف قواعد تجوید پڑھنے کو گانا کہیں گے اور تجوید کے قاعدوں کا لحاظ کر کے خوش آوازی سے پڑھنا گانا نہیں ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

خوش آوازی کی دو صورتیں

خوش آوازی کی دو صورتیں ہیں ایک حروف وحرکات وصفات کے قاعدوں کے اندررہ کرخوش آوازی کرنا یہ قرآن مجید میں ثواب ہے۔

دوسرا یہ کہ قاعدوں سے باہر کر کے کھینچ کھینچ کرحرفوں اور حرکتوں کو کمی گنا کر کے سُر پیدا کرنا یہ گانا ہے۔ یعنی گناہ ہے قرآن مجید میں ایسا کرنا بھی اور اشعار وغیر میں بھی۔ کیونکہ گانے کے سُر بغیر کھینچے پیدا نہیں ہوتے وہ قاعدوں سے زائد کھینچنا ہی ہے اور تجوید کے جو قاعدے ہیں وہ سب عربی زبان کے قاعدے بلکہ اس میں تو ہر ہر حرف میں سند صحیح سے وہ طریقہ لیا گیا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبرئیل سے حاصل ہوا ہے یعنی جس طریقہ پر قرآن مجید کا نزول ہوا ہے۔ اس لئے ماہرین تجوید کے پڑھنے کو گانا کہنا درست نہیں ہے بلکہ ایسا کہنے میں خطرہ بھی ہے کہ یہ الزام اوپر تک جا سکتا ہے۔(۱)

ہاں جو لوگ قواعد عربیت وتجوید سے نکل نکل کرحرفوں اور حرکتوں کو کھینچنے کی یہ عجمی صورت پیدا کر کے خوش آوازی کریں گے تو وہ ضرور گانا شمار کیا جائے گا اس کو تو ہین اور گناہ کہنا درست ہوگا مگر جائز و ناجائز کی سرحدوں سے غفلت برت کر ایک پر دوسرے کا نام لگا دینا صحیح نہیں ہو سکتا۔

اعتراض نمبر۴

یہ مجلس ریا اور غنا دو گناہوں پر مشتمل ہے اس کی شرکت کی دعوت گناہ کی شرکت کی

(۱) یعنی نبی ﷺ اور جبرئیل بلکہ اللہ تعالی تک اس لئے کہ تجوید کے قواعد کی پابندی کیساتھ قرآن پڑھنا "فاتبع قرآنہ" کی آیت اور "زینوا القرآن باصواتکم" والی حدیث سے ثابت ہے۔

دعوت ہے۔

جواب

مجلس قراءت میں شرکت کی دعوت کارِ ثواب ہے

اوپر نمبر۲ کے جواب میں عرض کر دیا ہے کہ ریا(۱) کا تعلق نیت سے ہے اور نیت یہاں چار قسم کی ہو سکتی ہے جن میں سے صرف ایک ریا ہے وہ بھی اگر مخلوط(۲) ہو تو محض ریا نہیں اس لئے ریا کا دعوی کرنا بے دلیل ہے اور پھر اگر ریا ہو بھی تو اس کا اثر پڑھنے والے پر ہوتا ہے سننے والے کا کام سننا ہے اس میں ریا نہیں ہو سکتی یہاں دعوت سننے کی دی جاتی ہے جس میں ریا ناممکن ہے۔

اور جن کو پڑھنے کی دعوت دی جاتی ہے ان کو دوسری نیتوں سے ہی دعوت ہو سکتی ہے ریا والی نیت سے تو دعوت دینا ممکن ہی نہیں کیوں کہ وہ نیت دوسروں کی ہو ہی نہیں سکتی۔ صرف پڑھنے والے کی ہو سکتی ہے۔

رہی دوسری بات گانا وغنا تو اعتراض۳ کے جواب میں عرض ہو چکا ہے کہ اس کو گانا کہنا ہی خطرناک بات ہے تو یہ پسندیدہ اور تعمیل حکم ہے اس لئے اس کی شرکت کی دعوت خود پسندیدہ ہوگی۔

اعتراض نمبر۵

تداعی یعنی دعوت دے دے کر، بلا کر، جمع کرنا فرض وواجب امور کیلئے تو درست ہے جیسے کہ تبلیغ احکام، وعظ اور تعلیم وتربیت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمع فرماتے تھے مگر

(۱) دکھلاوے (۲) یعنی اس نیت کے ساتھ دوسری نیت بھی ملی ہوئی ہو۔ (۳) بہترین زمانہ یعنی حضورؐ، صحابہؓ اور تابعین کا دور۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

امور مستحبہ کیلئے جن کے اجتماع کی خیر القرون (۳) میں اصل نہ ہو، دعوت دے دے کر جمع کرنا ممنوع ومکروہ ہے۔ اسی بناپر نفلوں کی جماعت لیلة القدر و لیلة البراءة (۱) ولیلة العیدین میں اجتماع کرنے کو فقہائے احناف نے مکروہ وممنوع قرار دیا ہے اور مجلس میلاد وسیرت میں ایک وجہ کراہت کی یہ بھی ہے۔ اس بناپر اگر اس مجلس میں کوئی اور خرابی نہ ہو تو نفس اجتماع ودعوت ہی ممنوع ہوتی ہے۔

جواب

تجوید کے ساتھ قرآن پاک کا لوگوں تک پہنچانا واجب ہے

یہ تو بالکل صحیح ہے کہ امور مستحبہ کیلئے واجبات کا سا اہتمام اور ان کو عمل کے درجہ میں ان کا درجہ دے دینا بے شک ممنوع ومکروہ ہے لیکن آیت یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالته (۲) (اے رسولؐ جو کلام آپؐ پر آپؐ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا اسکو لوگوں تک پہنچادیں۔ اگر آپؐ نے ایسا نہ کیا تو رسول ہونے کا حق ادا نہیں کیا)

اور حدیث بلغوا عنی ولو آیة (میری طرف سے پہنچادو اگر چہ ایک ہی آیت ہو) سے قرآن مجید اور اس کے ہر ہر جزو کی تبلیغ اور لوگوں تک پہنچا دینا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اور پھر تمام اہل علم پر واجب ہے۔

قرآن مجید کے اجزاء میں اس کے الفاظ اور لفظ لفظ، حرف حرف، حرکتیں اور انکی حقیقی کیفیات بھی داخل ہیں کیونکہ بغیر الفاظ وحروف وحرکات اور ان کی کیفیات کے کلام کا وجود ہی نہیں ہو سکتا اور کلام کی تبلیغ فرض وواجب ہے اس لئے ان کا بھی لوگوں تک پہنچانا اور

(۱) پندرہ شعبان (۲) سورۃ المائدہ آیت ٦٧۔

ان کی تبلیغ بھی امور واجب میں سے ہے۔ اس کو فقط مستحب نہ قرار دیا جائے گا۔

پوری تجوید منزل من اللہ ہے

پھر تجوید کی یہ کیفیات بھی نازل شدہ ہیں کسی کی خود تصنیف کردہ نہیں ہیں سورة قیامة میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا ہے فاذا قرأناه فاتبع قرآنه (۱) (پھر جب ہم بواسطہ جبرئیلؑ پڑھیں تو آپؐ اس پڑھنے کی پیروی کیجئے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم تھا کہ جبرئیل کی طرح پڑھیں۔ حضور نے ایسے ہی پڑھا ایسے ہی صحابہؓ کو سکھایا، صحابہؓ نے تابعین کو اور صحیح سند سے آج تک سلسلہ بہ سلسلہ آ رہا ہے۔

اور یتلونه حق تلاوته (۲) (اللہ کی کتاب کو ایسے تلاوت کرتے ہیں جیسے اس کا حق ہے) کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے ایسے پڑھیں جیسے کہ نازل کیا گیا ہے (تفسیر ابن جریر جلد ۵ صفحہ ۱۷۰)

علامہ علی قاری نے المنح فکریه صفحہ ۲۹ میں ابن خذیمہ کی صحیح سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کو ایسے ہی پڑھا جائے جیسے وہ نازل ہوا ہے۔

لہذا یہ بھی ادائیگی حروف وحرکات والفاظ کے طور طریق (۳) اپنی سندوں (۴) سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرئیل سے ثابت اور نازل شدہ ہیں اور جس طرح الفاظ و معانی کو دوسروں تک پہنچانا واجب ہے ان کو پہنچانا بھی اور خود ان پر عمل کرنا بھی واجب ہے ان کو دوسری چیزوں پر قیاس کر کے محض مستحب نہیں کہا جا سکتا اس لئے ان کیلئے اجتماع و جلسہ کرنا ایسے ہی درست ہے جیسے تبلیغ احکام کیلئے درست ہے۔

(۱) سورۃ قیامہ آیت ۱۸ (۲) سورۃ البقرۃ آیت ۱۲۱ (۳) الفاظ کے پڑھنے کا لہجہ وانداز (۴) پڑھنے والے سے لے کر حضور ﷺ تک مستقل سلسلہ سند کے ساتھ کہ کس نے کس سے سیکھا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

قراءت قرآن عملی تبلیغ ہے

بلکہ ان کی تبلیغ علمی سے زیادہ عملی کی ضرورت ہے کیونکہ ان کا تعلق عمل سے ہی زیادہ ہے علمی تبلیغ تو کتابیں پڑھانے سے اور عملی تبلیغ مشق کرانے اور کر کے دکھانے سے ہوتی ہے اور پھر تمام مسلمانوں کو شوق دلانا الگ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمائش کر کے قرأت سنی ہے۔

جمع الفوائد جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ پر ہے کہ بخاری و مسلم وابوداؤد وترمذی کی حدیث ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھ کو قرآن مجید پڑھ کر سناؤ میں نے عرض کیا کہ حضور میں سناؤں؟ حالانکہ آپ پر نازل ہوا ہے فرمایا میں دوسرے سے سننا پسند کرتا ہوں تا آخر حدیث۔ اور اعتراض ۳ کے جواب میں حضرت ابو موسیٰ اشعری کی تلاوت سننے کا قصہ بھی اوپر پیش ہو چکا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کو جمع کر کے قرآن سنانا

اور خود بھی جمع کر کے لوگوں کو سنایا ہے اسی کتاب کے صفحہ ۷۵ پر ہے کہ مسلم و ترمذی کی حدیث ہے کہ ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں حضور نے لوگوں کو فرمایا کہ سب جمع ہو جاؤ میں تم کو ایک تہائی ۱/۳ قرآن مجید سناؤں گا جو جمع ہونے تھے ہو گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور سورۃ قل ھو اللہ احد تلاوت فرمائی پھر اندر تشریف لے گئے تو ایک صحابی نے دوسروں سے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی آسمانی حکم آیا ہوا ہے اسی لئے پھر اندر داخل ہو گئے پھر حضور باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے

تم سے کہا تھا کہ تم کو ایک تہائی قرآن مجید سناؤں گا تو سن لو یہ سورۃ ایک تہائی قرآن مجید کے برابر ہے(۱)۔

لہذا ایسے اجتماعات کو غیر اہم قرار دینا اور یہ کہنا کہ غیر اہم کو اہم بنانا مکروہ وممنوع ہے صحیح بات نہ ہوگی یہ بھی ادائے واجب کیلئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تبلیغی اجلاسوں میں سے ایک اجلاس ہے۔

اعتراض نمبر ۶

جب مقامی حضرات اس فن میں کمال پیدا کر کے اس فرض کو انجام دے رہے ہیں تو بے ضرورت دور دراز سے ماہروں کو بلا بلا کر اس کی نمائش کرنا ایک بے کار کام ہے اس پر ہزاروں روپیہ خرچ کرنا ایک فضول خرچی ہے۔

جواب

تبلیغی اجتماعات کی اہمیت

یہ بات تو کوئی نئی بات نہیں تمام جلسوں میں یہ اشکال ہو سکتا ہے کسی کو یہ اعتراض وہاں نہیں پیدا ہوتا۔ بات جو وہاں ہوتی ہے وہی یہاں ہے پھر فرق کرنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

اصل بات یہ ہے کہ بے ضرورت کہنا ہی صحیح نہیں نہ ان تبلیغی اجلاسوں کو نہ ان قراءت کی مجلسوں کو جسے باوجود ہر جگہ مقامی علمائے دین واعظین ومقررین کی موجودگی کے باہر کے زیادہ ماہر، زیادہ بزرگ، زیادہ معتبر حضرات کو بڑا خرچ اور بڑا اہتمام کر کے بلایا جاتا ہے اور جلسے منعقد کئے جاتے ہیں۔

(۱) اس سورۃ کے پڑھنے کا ثواب ایک تہائی قرآن پڑھنے کے برابر ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

جس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ ہر جدید شے لذیذ معلوم ہوتی ہے اور ان کی خوش بیانی سے لوگوں میں دین کا ذوق شوق پیدا ہوتا ہے گناہوں سے توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے اور بعض مرتبہ آنے والے بزرگ کی بات دل کی تہ میں ایسی بیٹھ جاتی ہے کہ تمام زندگی کی کایا پلٹ دیتی ہے۔ اور مقامی حضرات کی بھی ان معتبر ترین حضرات کے بیان سے تردید یا تائید معلوم ہو کر ان کا مقام متعین ہوتا ہے۔ یہ ضرورتیں بڑی اہم ضرورتیں ہیں انہی کی بناء پر بڑے بڑے خرچ اور اہتمامات سے تبلیغی جلسے کئے جاتے ہیں۔

مجلس قراءت کے فوائد

اس طرح انہی اغراض وفوائد کے لئے باہر سے بڑے بڑے ماہران تجوید کو بلا کر جلسے اور مجلسیں مقرر کرنا ان فائدوں کی تحصیل کے لئے ضروری ہے اور جس قدر فائدے ان سب جلسوں سے حاصل ہوتے ہیں اور سب کے تجربہ میں روز روز آتے رہتے ہیں ان کے لئے یہ خرچ کرنا ضائع کرنا نہیں قرار دیا جاسکتا نہ اس کو فضول خرچی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

ایسے ہی ان مجلسوں سے یہ فائدے حاصل ہوتے ہیں تو کیوں یہاں اضاعت اور فضول خرچی کہا جاسکتا ہے۔ تعجب ہے کہ جسمانی امراض اور بقائے صحت کے لئے بڑے بڑے اہتمامات بڑے بڑے خرچ تو بخوشی خاطر گوارا ہوں اور ان دینی فائدوں کے لئے اہتمام اخراجات کو بے کار و فضول قرار دیا جائے ذرا غور کرنے کا مقام ہے۔

اعتراض نمبر ۷

قوت عمل سے محروم قوم میں جذبہ دینی کو تسکین دینے کیلئے مذہب کے نام پر ایسے مظاہرے کیا کرتی ہیں اور ان مظاہروں کو عمل کی جگہ دے کر ان کھوکھلے مظاہرات کی غلام بن کر رہ جاتی ہیں قرآن نازل اس لئے ہوا تھا کہ زندگی کے ہر شعبہ میں اس کو مشعل راہ بنالیں

مگر ہم نے اس سے قرآن کو خارج کر دیا۔ قوالیوں، میلادوں، ایام وفات اور شرک و بدعت کی رسوم کی طرح مجلس قراءات کو بھی دینی شعار بنالیا ہے۔

جواب

محافل قراءات کو کھوکھلے مظاہرے کہنا غلط ہے

تعجب یہ ہے کہ یہ ایسے لفظ ان لوگوں کے قلم سے نکلتے ہیں جو دینی نظر بھی کچھ نہ کچھ رکھتے ہیں اور قطعاً خیال نہیں ہوتا کہ بے اصل بے بنیاد یا مخالف اسلام باتوں کے مشابہ خود الفاظ منہ سے نکال رہے ہیں جبکہ ان مجالس میں قرآت کرنے والے قراء الفاظ و حروف وحرکات قراءات اور ان کی صحت و عمدگی کو سناتے ہیں جس کیلئے قرآن وحدیث میں حکم موجود ہے، ترغیب وتحریص (۱) موجود ہے۔

اور ایسا نہ کرنے والے کو اپنے لوگوں سے خارج قرار دیا گیا ہے، جس کو مختصر طریقہ سے نمبر ا کے جواب میں پیش بھی کیا جاچکا ہے۔

معلوم نہیں ایسا کہتے یا لکھتے وقت کیا خیال دماغ پر مسلط ہوا ہوگا کھوکھلے مظاہرات ایک ایسی چیز کو کہا جارہا ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرماتے ہیں لیس منا من لم یتغن بالقرآن (وہ ہم میں سے نہیں جو قرآن کو خوش آواز سے نہ پڑھے)

یہ عجیب منطق ہے کہ الفاظ و حروف وحرکات جو قرآن مجید کا نازل شدہ جزء ہے اور پھر ان سب کا صحیح صحیح اپنے مخارج وصفات اور قواعد عربیت طریقہ نبویہ کے موافق ہونا ہی نازل شدہ ہے، جیسا کہ قرآن وحدیث سے نمبر ۵ کے جواب میں عرض کر دیا گیا ہے۔

اور عقلاً بھی نازل شدہ ہونا ہی ضروری ہے کہ حروف وحرکات اپنی صفات (۲) سے

(۱) رغبت دلانے اور ابھارنے کا حکم ہے (۲) حروف کی ادائیگی کی کیفیت یعنی اس کا موٹا اور باریک ہونا اس میں آواز کا جاری رہنا یا بند ہونا وغیرہ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

خالی ہو کر نازل ہو ہی نہیں سکتے لامحالہ مع صفات نازل ہوئے ہیں۔ تو اس نازل شدہ طریقہ کے موافق ادا کرنے کو کھلے مظاہرات قرار دیا جا رہا ہے حالانکہ جیسے قرآن کے مضامین کی حفاظت فرض ہے دوسرے اجزاء الفاظ وحروف وحرکات وکیفیات کی حفاظت بھی ہر مسلمان پر فرض ہے۔

قرآن کے شمع ہدایت ہونے اور سنوار کر پڑھنے میں کوئی تعارض نہیں

رہی یہ بات کہ قرآن مجید تو زندگی کے لئے شمع ہدایت تھی ہم نے زندگی سے خارج کر رکھا ہے تو یہ بات بے شک اپنا جرم ہے اور قابل اہتمام ہے اور جس قدر کوشش ہو سکے اسی کی کوشش کی جائے کہ ہماری کل زندگی بالکل احکام الٰہی کے مطابق بن جائے۔ اپنے لئے بھی اور دوسرے بھائیوں کیلئے بھی۔

لیکن یہ بھی خیال کر لینے کی بات ہے کہ قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھنا یا اس کے پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ اور جذبہ وشوق پیدا کرنا آخر اس میں رکاوٹ کب پیدا کرتا ہے؟ تجوید سے پڑھنے میں عمل کی بندش کب پیدا ہوتی ہے؟

اور اگر یہ خیال ہو کہ جب عمل نہیں ہو رہا ہے تو تجوید سے تلاوت بھی نہ ہو تو ایک شدید جرم کے ارتکاب میں دوسرے جرم کا ارتکاب قرین عقل نہیں ضرورت تو اس کی ہے کہ اس جرم سے بھی باز آئیں اور اس کے ترک سے بھی۔

اور پھر کسی طرح بھی اگر اس کو رکاوٹ قرار دیا جائے گا تو یہ ایک طرح سے ان احادیث پر بھی رکاوٹ (۱) کا اعتراض بن جائے گا جن میں اس کی اہمیت اور ترغیب بلکہ حکم وارد ہے اس لئے ذرا سوچ سمجھ کر یہ بات کہنی چاہئے۔

قرآن تو برابر شمع ہدایت ہے اور برابر اس کا اتباع فرض ہے۔ لفظوں حرفوں اور

(۱) یعنی حضور ﷺ تو تجوید قراءات سے قرآن پڑھنے کا حکم دیں اور ہم اس سے روکیں۔

حرکتوں کی درستی تو اس میں اور چار چاند لگائے گی نہ کہ اس سے روک پیدا کرے گی۔

اعتراض نمبر ۸

وزیر خزانہ نے مشورہ دیا ہے کہ آرٹ کونسلیں حسن قرأت کو اپنانا شروع کریں اگر ایسا ہوا تو یہ قرآن مجید پر ایک اور ظلم ہوگا اور یہ مجلسیں اس کا ذریعہ بنیں گی۔

جواب

مجلس قراءت کو لہو ولعب کا سبب قرار دینا درست نہیں

اگر وزیر خزانہ صاحب کا مقصود یہ ہو کہ تصویر کشی کے حرام فعل سے لوگ باز آجائیں اور ذوق نظر وسمع کو صرف قرآن پر مصروف کر دیں تو اس میں ظلم کیوں ہے؟ ہاں قرآن مجید کو بطور لہو ولعب استعمال کرنا گناہ ہے یہ اس کی بے حرمتی ہے۔

لیکن سوال تو یہ ہے کہ قراءت کی مجلسوں کی غرض وغایت آرٹ کو قرار دینا کہاں کا انصاف ہے؟ ہر عبادت کو لہو ولعب بنانا اسکی بے حرمتی ہے اور بجائے ثواب کے گناہ بن جاتا ہے مگر اس وجہ سے کہ کوئی کوئی ایسا ہی کر سکتا ہے تمام عبادتوں کو بیک قلم منسوخ کر دینا کوئی صحیح بات نہیں بن سکتی۔

خود قرآن مجید نے اپنے بارے میں کہا ہے یضل به كثيرا و يهدى به كثيرا (۱) (بہت کو اس کے ذریعہ گمراہ کیا جاتا ہے اور بہت کو ہدایت دی جاتی ہے) تو کیا اس لئے کہ بعض لوگ قرآن مجید کا انکار اور ہنسی مزاق کر کر کے کافر و گمراہ بن جاتے ہیں نفس قرآن مجید کو ہی بند کر کے رکھ دیا جائے۔

یہ فعل تو ان لوگوں کا ہے، اس کے مجرم وہ ہوں گے اور کھیل بنانے کا گناہ ان کو

(۱) سورۃ البقرۃ آیت ۲۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوگا۔ کیا قرآن مجید کو بہترین آواز اور لہجے میں پڑھنے والا ان کو مجبور کر رہا ہے کہ وہ قرآن مجید کو کھیل بنالیں اور وہ اس سے مجبور ہی بن رہے ہیں۔

اعتراض نمبر۹

۱۔ چراغاں، ۲۔ گیٹ، ۳۔ جھنڈیاں، ۴۔ اسٹیج، ۵۔ صدر، ۶۔ تالیاں، ۷۔ اچھل کود، قہقہوں سے داد، ۸۔ کسی کے آنے جانے پر نعرہ یہ سب طریقے جوان مجلسوں میں برتے جاتے ہیں کافرانہ طور طریقے ہیں اور تلاوت قرآن کو کافرانہ طور طریقوں سے آلودہ کرنا قرآن مجید کی توہین ہے اور اسراف کا گناہ الگ ہے۔

جواب

محفل قرأت میں قدر ضرورت روشنی کی اجازت

یہ اعتراض آٹھ باتوں پر مشتمل ہے مگر ان میں سے بعض کے محض درجے صحیح بھی نہیں اس لئے ہر ایک کو الگ الگ عرض کیا جاتا ہے۔

(۱) روشنی اس قدر کہ آنے جانے بیٹھنے اٹھنے والوں کو سہولت ہو، ایک دوسرے کو پہچان سکیں اس قدر تو ضرورت کے تحت ہے اس کو اسراف نہیں کہا جاسکتا۔ یہ مجمع کی کمی بیشی سے متفاوت ہوسکتی ہے ہاں ضرورت یا سہولت سے جو زائد ہو وہ ضرور اسراف میں داخل ہے اس سے منتظمین کو روکنا چاہئے۔ لیکن منتظمین کی اس حرکت سے مجلس کے حاضرین پر کوئی گناہ ہو، یا قرآن مجید پڑھنے سننے کا ثواب نہ ہو، اس سلسلہ کو بند کر کے اس سے محرومی اختیار کی جائے یہ بات قرین عقل نہیں ہے۔

محفل قرأت کے لئے گیٹ بنانا، جھنڈیاں لگانا اسراف ہے

(۲) اس کی ضرورت کوئی نہیں ہوتی یہ محض رسم اور اسراف ہے۔

(۳) یہ بھی ایسے ہی ہے کہا جاسکتا ہے کہ ہم شان پیدا کرنے کے واسطے ایسا کرنا چاہتے ہیں مگر یہ تاویل محض غلط ہے ہر بات کی شان اس کے درجہ کے مطابق ہوتی ہے دینی کاموں کی شان دینی طریقوں۔ سے ہوسکتی ہے۔

ان رسمی، کافرانہ طور طریق سے ان کی شان نہیں بڑھتی بلکہ اور گھٹتی ہے جیسے مرد کو عورت کا لباس و زیور پہنانے سے اس کی شان بڑھتی نہیں حقیقت میں نظروں میں مذاق اڑانا ہے جس سے شان گھٹتی ہے تمام دینی و اسلامی جلسے اور اجتماعات کا یہی حال ہے۔(۱)

قراء کے لئے اسٹیج کی حقیقت

(۴) رواجی صورت اس کی بھی رسم کافرانہ ہی ہے ورنہ فاسقانہ ضرور ہے ہاں یہ شکل کہ قاری صاحبان یا مقررین ایسی اونچی جگہ پر ہوں کہ جہاں سے لوگ ان کو دیکھ سکیں تسکین کا سبب ہے۔ پہلے زمانہ میں تو آواز پہنچانے کیلئے بھی اس اونچائی کی ضرورت تھی مگر اب لاؤڈ سپیکر کی وجہ سے یہ ضرورت ہی نہیں رہی صرف دیکھنے کی تسکین کیلئے حاجت ہے جو قدرے اونچا ہونے سے حاصل ہے اس سے زائد رسم اسراف سے خارج نہیں ہوسکتی۔

صدر مجلس کی حقیقت

(۵) یہ بھی صرف ایک رسم کی درجہ میں رہ گیا ہے شرعی اصل اس کی صرف اس قدر ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب تم لوگ سفر میں ہو تو ایک کو امیر مقرر کرلیا کرو اس سے انتظام قائم ہوگا امیر مقرر کرلینے کے بعد جب تک وہ امیر ہے اس کی اطاعت واجب ہوگی یا جب تک سفر باقی ہے۔

شاید لوگوں نے اس پر قیاس کر کے جلسہ کے انتظامات کیلئے ایک شخص کو امیر مقرر کیا ہے۔ مگر اس کی اطاعت کرنی ضروری تھی اب صرف ضابطہ میں نام ہوجاتا ہے اطاعت کوئی

(۱) اس لئے اس قسم کی محافل میں ان کاموں سے احتراز کرنا چاہئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

نہیں کرتا ایک رسم رہ گئی ہے۔ اور ایک وجہ اس کی یہ بھی ہے کہ ہر شخص اپنے گھر یا حلقہ و ادارہ میں منتظم ہے وہی امیر ہے دوسرے کو اس کے یہاں حکم چلانے کا حق نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کو اسکے تابع رہنا ضروری ہے جیسے احادیث سے معلوم ہو رہا ہے لیکن جن لوگوں کو دعوت دے کر بلایا ہے ان کو اپنے حکم کے ماتحت قرار دینے کے بجائے ان کے اعزاز کیلئے خود انہی میں سے ایک کو منتخب کر کے عارضی منتظم قرار دیا جاتا ہے۔

خواہ وہ منتظم صاحب البیت،(۱) صاحب ادارہ منتخب کر دے یا سب سے انتخاب کرا لے لفظوں کے ساتھ یا ایک کے لفظ اور دوسروں کے سکوت کے ساتھ جیسے عام عرف ہے۔ مگر اب لوگوں نے اس کو اس کے درجہ سے نکال کر صرف رسم بنالیا ہے اس لئے قابل ترک ہے جب تک امیر بنانے کی صورت پر عمل نہ ہونے لگے۔

مجلس قراءت میں تالی بجانا منع ہے

(۶) صرف کافرانہ روش ہے قابل ترک ہے، بلکہ ایک صورت مذاق کی سی بن جاتی ہے۔

مجلس قراءت میں اچھل کود کر داد دینے کی ممانعت

(۷) اظہار مسرت وشکر کیلئے کسی بات کا عمل گو صحیح ہو مگر کھیل کود کے کاموں کی طرح اس کا اظہار قرآن مجید کی شان کے خلاف اور ہنسی مذاق اور کھیل بنانے کے قریب ہے ایسی باتوں کی روک تھام کی ضرورت ہے۔

حسن قراءت پر داد دینے کا عمدہ طریقہ

یہاں دو باتیں ہیں جن پر اظہار مسرت کیا جاسکتا ہے ایک قرآن مجید کے الفاظ تو ان کیلئے سبحان اللہ، جل شانہ، جل جلالہ ایسے الفاظ کا استعمال درست ہوگا۔

(۱) گھر والا

جو کلام الٰہی کی عظمت اور خود خدا تعالیٰ کی عظمت ظاہر کریں یا انکی تصدیق میں صدق اللہ و رسولہ وغیرہ الفاظ ہوں۔

دوسری بات قاری کا تلاوت میں حسن پیدا کرنا جو آیات و احادیث سے مستحسن ہے اس کیلئے جزاك الله، مرحبا لافضل فوقك وغیرہ الفاظ کا مضائقہ نہیں۔ غرض کلام الٰہی کے ادب اور شان ربانی کے لحاظ کے ساتھ جذبات شکر و مسرت کے اظہار کا مضائقہ نہیں مگر کافرانہ و فاسقانہ یا لہو ولعب کی حرکتوں سے بچانا لازم ہے اس کی تلقین کی ضرورت ہے لیکن بعض لوگوں کے ایسی حرکت کی وجہ سے مجلس کو معیوب قرار دینا یا بند کرانا محض زیادتی ہے۔

قاری کی آمد پر نعرہ تکبیر، اللہ اکبر، کہنا جائز نہیں

(۸) یہ بات بھی روکنے کی مستحق ہے کیونکہ ذکر اللہ و ذکر رسول کو غیر ذکر کے لئے استعمال کرنا ذکر کی بے حرمتی ہے۔ فقہائے احناف نے لکھا ہے کہ اگر چوکیدار اپنے بیدار رہنے کی دلیل میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بلند آواز سے پڑھے گا تو یہ منع ہے جو تاجر مال کی عمدگی ظاہر کرنے کے لئے اللھم صل علی محمد پڑھے گا تو یہ منع ہے لہٰذا اسی طرح کسی کے آنے جانے پر اللہ و رسول کے نام کے نعرے ان کی بے حرمتی کی وجہ سے ممنوع ہوں گے اس کو بھی روکنے کی ضرورت ہے۔

اعتراض نمبر ۱۰

قرآن مجید کی تلاوت پر اجرت لینا دینا دونوں کام حرام ہیں اس کی دعوت دینا بھی گناہ ہے اور جو لوگ کچھ رقم دیتے ہیں وہ جائز کام کیلئے دیتے ہیں اس کو اس میں صرف کرنا یا مندرجہ نمبر ۹ میں صرف کرنا اگر وہ اس کام کیلئے بھی دیں تو گناہ ہے یہ مجلس اس سب پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

مشتمل ہوتی ہے۔

جواب

محفل قرأت میں تلاوت پر اجرت حرام ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ علمائے احناف کے مذہب میں ہر عبادت کی اجرت حرام ہے اور فقہائے متاخرین نے شعائر اسلام اور ان باتوں میں جن پر اسلام موقوف ہے دوسرے اماموں کے مذہب پر فتوی دیکر صرف امامت، اذان، تعلیم قرآن و دینیات اور ملازمت وعظ پر اجرت کی اجازت دی ہے نفس تلاوت اس میں داخل نہیں اس لئے ہر کسی تلاوت پر اجرت لینا، دینا دونوں حرام ہیں۔

قاری کیلئے کرایہ آمد و رفت لینا جائز ہے

لیکن کسی دینی مصلحت سے جب دور سے بلایا جائے تو آمد و رفت خورد و نوش کا خرچہ ان کو دینا اجرت میں داخل نہیں لیکن وہ ناجائز نہیں ہے ایسے ہی دور والوں کو کھلانا پلانا بھی اجرت میں داخل نہیں۔ اور یہ بھی صحیح کہ ناجائز میں دینے والے کی اجازت سے بھی خرچ کرنا جائز نہیں۔ اور اجازت بغیر تو جائز میں بھی نہیں اس لئے ان سب باتوں کا لحاظ کرنا ضروری ہے لیکن ان کوتاہیوں کا جرم منتظمین کا ہے اور انہی پر گناہ ہے پھر ہر مجلس میں ان خرابیوں کا ہونا بھی ضروری نہیں۔ ادھر سامعین پر اس کا اثر نہیں ہو سکتا۔ منتظمین کو فہمائش(۱) کرنے کی ضرورت ہے مگر مجلس اس کی وجہ سے بند کرنا درست نہیں ہوگا۔

امید ہے کہ ان سب باتوں پر خلوص کے ساتھ غور کیا جائے گا تا کہ برائیوں کی اصلاح ہو اور بھلائیوں کی ترغیب ہو۔ واللہ اعلم

(۱) سمجھانے

"صدق اللہ العظیم" بعد تلاوت مستحب ھے

toobaa-elibrary.blogspot.com

صدق اللہ العظیم بعد تلاوت مستحب ہے

سوال: تلاوت قرآن کریم کے بعد صدق اللہ العظیم کہنا جائز ہے یا ناجائز؟

سائل محمد سعادت اللہ کراچی

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا و مصلیا و مسلما

اسکولوں اور کالجوں میں اسلامی تعلیمات کا معاملہ صفر ہے،(۱) اور دن رات اسلام اور اہل اسلام پر غلط سلط اعتراضات کئے جاتے ہیں اور انگریزوں کا جعلی اسلام ذہنوں میں جمایا جاتا ہے اسلام کا اثر بلکہ اسلام اور سچے اور پکے مسلمانوں سے نفرت پیدا کر کے مسلمانوں کے دماغ دین سے کھوکھلے کر رہے ہیں برس ہا برس سے یہ سازش چل رہی ہے نتیجہ یہ کہ اب گو نصاریٰ (۲) کا تسلط نہیں رہا مگر اکثریت ایسے لوگوں کی ہوگئی ہے جن کا نام مسلمان ہے مگر کام سے عیسائیت ان کے دل میں گھر کئے ہوئے ہے۔ ذرا سی بات بھی غلط فہمی کی وجہ سے ذرا قابل اعتراض اسلام میں معلوم ہو جاوے تو یورپ کی جانشینی اور وراثت کی وجہ سے فوراً ایک توپ داغ دی جاتی ہے۔ انگریز چلے گئے مگر اپنے ایجنٹ ایسے بنا کر چھوڑ گئے کہ جو جو کام وہ نہ کر سکتے تھے اور ان سے نہ ہو سکے وہ ان ایجنٹوں کے ہاتھوں ہو رہے ہیں۔

جتنے فرقے پارٹیاں آپ دیکھ رہے ہیں سب اسی کے پھل پھول ہیں شیعہ

(۱) نہ ہونے کے برابر (۲) عیسائی یعنی انگریزوں کی حکومت نہیں رہی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہودیوں سے باقی سب نصرانیوں سے پرویز پارٹی، قادیانی، خاکسار، مودودی، اسرار پارٹی، طاہر پارٹی، اور سیاسی دھڑے باز سب اسی کے پیداوار ہیں چونکہ اکثریت انہی کی ہے جو اسلام سے بالکل بے خبر بلکہ متنفر ہیں۔ لوگ ان کو ہاتھوں ہاتھ لے لیتے ہیں۔ بلکہ اب تو یہ ہوگیا ہے کہ اگر کوئی اعتراضات کرنے لگتا ہے تو اسے کوئی نہیں پوچھتا ہے بلکہ وہ اسلام کے خلاف بکواس کرکے ہاتھوں ہاتھ لے لیا جاتا ہے۔ خـالـفـوا تعرفوا (مخالفت کرو مشہور ہو جاؤ گے) محاورہ پر عمل ہے اور مخالفت بھی اس کی جسکے پیروکار بہت ہوں اور سب چلا اٹھیں اسی گر سے اہل باطل کام لے رہے ہیں اور روز ایک نیا فرقہ وجود میں آتا ہے۔

ابھی حال میں کوئی عبدالرؤف صاحب کراچی یونیورسٹی کے سابق لیکچرار اوروں کی طرح انہوں نے بھی ذرا سی غلط سلط عربی سیکھ کر اسکول وکالج کے دینی صفر کے لوگوں میں یہ شوشہ چھوڑا کہ علماء دین اور قاری صاحبان جو تلاوت کے بعد صدق اللہ العظیم پڑھتے ہیں یہ بدعت ہے اور بدعت کہتے ہوئے کسی عالم کی پوری تقریر جو رد بدعات پر ہوتی رہتی ہے جھاڑ دی۔ اور ان سب کو مجرم بلکہ بدعتی ومشرک واسلام سے خارج کہہ ڈالا اور ایک کتابچہ داغ دیا کسی صاحب نے وہ دفتر الاشرف میں بھیج دیا ہے اس کے متعلق کچھ عرض ہے۔

کتابچہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ آپ کو غصہ اس پر آرہا ہے کہ جیسے کہ کتابچہ کے صفحہ نمبر ۹ پر مذکور ہے کہ انہوں نے تلاوت کے بعد صدق اللہ العظیم نہ کہا تو ان کے ایک شاگرد نے اعتراض کیا کہ آپ نے ایک آیت چھوڑ دی یعنی صدق اللہ العظیم اس پر غصہ آیا کہ سب کے پڑھنے سے بعض ناداں اسے آیت کہنے لگے پھر شاگرد کے کہنے سے اور مجمع عام میں

،، '' والا حصہ سمجھ سے بالاتر ہے صاف کر کے غلطی کی نشاندہی کریں۔

کہنے سے اور مزید غصہ آیا اور رد کردیا۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ ان صاحب کو بدعت کی حقیقت معلوم نہیں ہے یا اسے سمجھے نہیں۔ حضور ﷺ نے بدعت کی جو تعریف فرمائی ہے وہ صفحہ ۲ پر درج کردی گئی ہے ''جس نے ہمارے اس کام یعنی دین میں کوئی ایسی بات نکالی جو اس میں سے نہیں ہے یعنی اس کا ثبوت قرآن مجید وحدیث میں نہیں ہے تو وہ عمل بھی عنداللہ مقبول نہیں ہے۔ اور اس کا کرنے والا اللہ کی رحمت سے دور ہے۔''

نمبر۱: حدیث کے لفظ احــــداث کا ترجمہ نکالنا نہیں بلکہ پیدا کرنا ہے۔ نکالی ہوئی کا مطلب تو اندر سے پوشیدہ چیز نکالنا ہے وہ تو بدعت نہیں ہوسکتی آگے کا لفظ ما لیس منہ کا ترجمہ جو اس میں سے نہیں ہے''، اس پر صادق نہیں آتا ہے اس لئے یہ ترجمہ غلط ہے جو اس سے ماخوذ ہے اور وہ تو اس کے اندر ہے وہ بدعت نہیں ہوسکتا۔

نمبر۲: ذرا ذہن کو خالی کرکے سنئے کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں ومن اصدق من اللہ قیلا (سورۃ نساء آیت ۱۲۲) یعنی ''قول میں اللہ سے زیادہ کون سچا ہے''

نمبر۳: اور ارشاد ہے ومن اصدق من اللہ حدیثا (سورۃ النساء آیت ۸۷) ''اور بات میں اللہ سے زیادہ کون سچا ہے؟'' دونوں آیتوں میں استفہام انکاری ہیں یعنی کوئی سچا نہیں آپ ہی سچے ہیں اب اللہ تعالی کے قول کے بعد یہ کہنا صدق اللہ العظیم یعنی عظمت والا اللہ ہی سچا ہے کیا یہ ان دونوں آیتوں کی تصدیق نہیں ہے؟ اب تلاوت کرنے والا اللہ تعالی کے حکم اور اللہ تعالی کی بات کو سچا بتلا رہا ہے تو یہ کیا شرک وبدعت ہے یا اللہ تعالی کے حکم کی تعمیل ہے اب یہ فرمائیے کہ جو شخص اللہ تعالی کے حکم کی تعمیل کو شرک وبدعت کہتا ہے وہ خود کیسا ہے؟

toobaa-elibrary.blogspot.com

نمبر۴: امر کا ترجمہ ہر کام نہیں ہے بلکہ وہ ہے جو فرض و واجب ہو کیونکہ امر تو حکم کو کہتے ہیں اور امر فرض یا واجب ہے لہذا جو چیز دین نہ ہو اسے دین بنائیں یا جو چیز فرض و واجب نہیں اسے فرض و واجب بنائیں تو اس پر حکم ہے کہ "فھو رد" یعنی "وہ مردود ہے" لہذا جو غیر کام فرض واجب سمجھ کر نہ کیا گیا وہ بدعت نہیں ہوگا جیسے تمام مستحبات اور تمام جائز کام اور تمام نوافل واذکار وغیرہ جو دین ہیں جب تک ان کو فرض واجب نہیں کہے گا اسے بدعت کہنا درست نہیں ہوگا جیسے عمدہ عمدہ کپڑے مکان ہوائی جہاز ریل وغیرہ ہے کہ مدرسے اور بڑی بڑی مساجد یہ سب کام دین کیلئے تو ہیں مگر فرض واجب نہیں اس لئے یہ کام بدعت نہیں کہلائے جاسکیں گے۔

نمبر۵: ما لیس منہ یعنی جو دین نہ ہو اور جو کام ان سے ماخوذ ہوگا وہ بدعت نہیں ہوسکتا جیسے تمام مذاہب اربعہ کے فقہی مسائل۔

نمبر۶: پھر بدعت کو شرک کہنا بالکل ناواقفی کی دلیل ہے شرک تو عبادت میں یا حق تعالیٰ کی صفات ذاتیہ یا ازل تا ابد میں شریک کرنے کو کہا جاتا ہے بدعت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرکت نہیں ہوتی مصنف صاحب چونکہ دینی علوم سے ناواقف ہیں صرف کالجی علوم دل ودماغ پر پیوستہ ہیں ان سے یہ دھوکہ لگا ہے۔ واللہ اعلم

فقط

مفتی جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ لاہور

"صدق اللہ العظیم" پڑھنے کے دلائل

تلاوت قرآن حکیم کے بعد جو قراء عام طور پر " صدق اللہ العظیم " پڑھتے ہیں اس کو ایک صاحب نے بدعت قرار دیا تھا۔ جس کے بارے میں حضرت مفتی صاحبؒ قدس سرہ نے ایک مضمون لکھا تھا کہ اس کو بدعت کہنا درست نہیں جو سابقہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس کے جواب میں انہوں نے کوئی خط لکھا جس کا ذکر حضرتؒ نے بھی فرمایا ہے، اس کا مفصل جواب لکھنے کا ارادہ کیا تھا لیکن پھر ترک کر دیا کہ ماننے کے لئے چند دلائل کا سن لینا ہی کافی ہے اور نہ ماننے والے کے لئے دفتر کے دفتر بھی ناکافی ہیں۔ چنانچہ بعد از قرأت " صدق اللہ العظیم " کہنے کے چند دلائل حضرتؒ نے ذکر کئے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

(خلیل)

"صدق اللہ العظیم" بدعت نہیں ہے

ایک غیر مقلد نے اس کو بدعت قرار دے کر ایک رسالہ لکھ دیا اس کا جواب "الاشرف" میں ماہ دسمبر ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا تھا اس پر تقریباً دس صفحہ کی غلط فہمیوں کا مجموعہ موصول ہوا۔ جواب بھی تقریباً بیس صفحے کا ہے، مگر اس کشاکشی سے نتیجہ نہیں معلوم ہوتا

وہ اپنی خو نہ بدلیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں

مختصر بات پیش ہے

دلیل:۱ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جن کو سب مسلمان انتہائی معتبر مانتے ہیں، آداب تلاوت میں رقم طراز ہیں " لیقل عند فراغہ من القرأۃ صدق اللہ تعالیٰ وبلغ

toobaa-elibrary.blogspot.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "

(قرأت سے فارغ ہونے پر کہے سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور ان کے رسول ﷺ نے ہم کو پہنچایا ہے)۔

دلیل: ۲ اس کی شرح اتحاف السادۃ جلد ۴ صفحہ ۴۹۱ پر ہے "ولیقل عند فراغه من کل سورة صدق الله العظیم وبلغ رسوله الکریم ونحن علی ذالك من الشاهدین ـاو یقول صدق الله تعالیٰ وبلغ رسوله صلیٰ الله علیه وسلم۔

(اور قاری ہر سورت سے فارغ ہونے پر کہے صدق اللہ العظیم وبلغ رسولہ الکریم الخ اللہ برتر نے سچ فرمایا ان کے رسول کریم نے پہنچایا اور ہم اس پر گواہوں میں سے ہیں یا یہ کہے اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اور ان کے رسول ﷺ نے پہنچایا)۔

حدیثوں میں اور بھی الفاظ آئے ہیں جو ان آیات کے موافق ہیں یہ بہت حدیثوں میں ہے۔

دلیل: ۳ کنز العمال جلد ا صفحہ ۲۰۸ پر ہے، از ابوداؤد و ترمذی

من قرأ منکم بالتین والزیتون فانتهی الی آخرها الیس الله باحکم الحاکمین فلیقل بلی وانا علیٰ ذالك من الشاهدین (تم میں سے جو سورۃ والتین والزیتون پڑھے اور آخر تک الیس اللہ باحکم الحاکمین تک تو کہے ضرور ہیں، اور میں اس پر گواہوں میں ہوں۔

اسی طرح حدیثوں میں بہت سورتوں کے بعد ایسے جملے آئے ہیں۔ اگر کوئی کالجی ان جملوں کو قرآن سمجھ بیٹھے تو یہ بدعت کیوں ہوگا۔ قصور اس کا ہے نہ کہ پڑھنے والے کا۔

دلیل: ۴ سورۃ آل عمران میں ہے۔

" قل صدق الله فاتبعوا ملة ابراهيم حنيفاً " (آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے تم ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرو!) اس آیت میں حضور ﷺ کو اور سب کو صدق اللہ کہنے کا حکم ہے۔

دلیل: ۵ سورۃ احزاب میں ارشاد ہے۔

" هذا ما وعدنا الله ورسوله وصدق الله ورسوله " (یہ وہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ نے وعدہ کیا تھا اور اللہ، رسول نے سچ فرمایا) اس آیت میں تو اللہ ورسول دونوں کے صادق ہونے کا اقرار ہے۔

دلیل: ۶ سورۃ یٰسین میں ہے " هذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون " (یہ ہے وہ جو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا اور رسول کریم نے تصدیق کی)

دلیل: ۷ سورہ نساء میں ہے " ومن اصدق من الله حدیثاً " (اور کون زیادہ سچا ہے بات میں اللہ تعالیٰ سے) اس آیت میں تنبیہ ہے کہ کون سچا ہے؟ اگر ہے تو لاؤ بتاؤ۔ اس کے جواب میں مسلمانوں کو یہی کہنا چاہئے کہ " صدق الله العظیم " اگر نہ کہا تو شبہ رہے گا کہ یہ باوجود تنبیہ کے نہ کہنا انکار تو نہیں۔ یعنی صدق اللہ نہ کہنے سے اللہ تعالیٰ کے صادق ہونے کا انکار تو نہیں کہ باوجود تنبیہ کے نہیں کہتا۔ اسلئے کہنا ہی بہتر ہے۔

دلیل: ۸ سورۃ الحشر میں ہے " وما آتاکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا " (جو تم کو رسول دیں، لے لو اور جس سے منع کریں رک جاؤ!) اس سے معلوم ہوا کہ جس کا حکم ہے کرنا لازم ہے جس کا منع فرمانا ہے اس سے رکنا لازم ہے اور جس میں دونوں باتیں نہ ہوں نہ حکم نہ منع وہ جائز ہے اس لئے جس کا امر و نہی نہ ہو وہ جائز ہے۔ لہذا یہ کہنا جائز ہے۔ کیونکہ نہ اس کا حکم کہ فرض ہو یا واجب ہو، نہ منع ہے کہ حرام یا مکروہ ہو، نہ بدعت کہ تصدیق رب ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

غلط فہمی اس سے ہو جاتی ہے کہ لغت میں بدعت ہر نئی چیز کو کہتے ہیں اس سے غلطی لگتی ہے، ورنہ جو چیز نئی دنیوی ہو اس کا استعمال جب تک گناہ کا سبب نہ بنے درست ہے۔ ریل، جہاز، موٹر، بس، کوٹھیاں وغیرہ بلکہ جو دین کے لئے مفید ہو وہ کار ثواب ہے۔ پختہ مسجدیں، مدرسے، خانقاہیں، کتابیں وغیرہ۔ کلمہ پڑھنا، قرآن پڑھنا، درود پڑھنا، اللہ و رسول کا ذکر کرنا کبھی بھی بدعت نہیں ہو سکتا۔ فاتحہ، گیارہویں، سوئم، چہلم، ختم خود بدعت نہیں ان کو واجب، عقیدہ یا عمل میں قرار دینا بدعت ہے ورنہ بحکم حدیث "خیر العمل ما دیم علیه" (بہترین عمل وہ ہے جس پر دوام کیا جائے) ان پر تو دوام بہتر ہے مگر فرض، واجب، عقیدہ میں یا عمل میں کہ نہ کرنے والوں کو مجرم ملعون قرار دینا یہ بدعت ہوتا ہے یا مکروہ ہوتا ہے اگر تداعی یعنی بلا بلا کر جمع کیا جائے تو وہ کام گناہ نہیں بلا بلا کر کرنا گناہ ہے۔

"صدق اللہ العظیم" کو کوئی فرض واجب قرار دیگا تو بدعت ہوگا ورنہ تمام مستحبات کی طرح اس پر دوام بحکم حدیث بہترین ہے، مستحب ہے۔ فقط

(حضرت مولانا مفتی) جمیل احمد تھانوی (نور اللہ مرقدہ)

۲۱ ذی الحجہ ۱۰ھ

فلم

قصص القرآن

toobaa-elibrary.blogspot.com

فلم قصص القرآن

''البلاغ'' کے کسی گذشتہ پرچہ میں اس موضوع پر مولانا محمد تقی صاحب عثمانی سلمہ مدیر ''البلاغ'' کا مضمون شائع ہو چکا ہے جو اہل انصاف کیلئے کافی وافی بلکہ شافی ہے۔ یہ مضمون بطور اس کے تتمہ کے ہے شاید دونوں کو ملا کر پڑھ لینے سے کوئی اچھا نتیجہ برآمد ہو سکے۔ اس کے لئے چند باتیں پیش ہیں نتیجہ میں مذکورہ ذیل وجوہ کی بناء پر اس فلم کا دیکھنا بنانا دکھانا اس کو اچھا سمجھنا سب گناہ عظیم بلکہ ہر ایک کیلئے اس سے کفر کا اندیشہ ہے ایسے سب لوگوں کو توبہ خالص کی ضرورت ہے اور احتیاطاً سب ایسا کرنے والوں کو تجدید ایمان بلکہ تجدید نکاح بھی بہتر ہے۔

تصاویر کا حکم

جانداروں کی تصویر بنانا اور رکھنا حرام ہے حرام و گناہ معنوی غلاظتیں (۱) ہیں جیسے قرآن مجید کو ظاہری غلاظت سے آلودہ (۲) کرنا سخت توہین ہو کر سبب کفر بن جاتا ہے اسی طرح حرام و گناہ سے آلودہ کرنے سے بھی کفر لازم آئے گا اور گناہ عظیم سے تو کسی طرح بھی خالی نہیں رہ سکتا۔ فلم بنانے میں عورتوں کی تصویریں بھی پیش کی جائیں گی، بالغ عورت کی تصویر کا دیکھنا بھی نامحرم کو گناہ ہے۔

عورت کی آواز عورت ہے

ریڈیو ٹی وی کی طرح یہاں بھی عورتیں بیان کرنے والی ہوں گی تو عورت کی آواز

(۱) نجاستیں (۲) ظاہری نجاست میں ڈالنا

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

بھی عورت (۱) ہے اور نامحرم کیلئے بلا عذر سننا گناہ ہے۔

قرآن پاک کے اجزاء کو لھو ولعب بنانا

یہ سب قصص، قرآن مجید کے اجزاء ہیں قرآن شریف کے کل یا جز کو آلہ تفریح یا لہو لعب بنانا قرآن بلکہ خدا تعالیٰ کی تحریف اور اسلام سے خارج ہونے کا ذریعہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ سوائے زوجین (۲) اور جنگی مشقوں کے "ہر لہو" حرام ہے اس لئے سینما، ٹی وی کی طرح یہ لہو ولعب بھی حرام ہے اور حراموں سے قرآن و کلام اللہ کی آمیزش (۳) توہین اور سبب کفر ہے۔

توہین قرآن کا سبب

اس لہو ولعب کو قرآن شریف کی طرف منسوب کرکے، کرنا اس کو کار ثواب قرار دینا ہے۔ توہین قرآن کو سبب ثواب قرار دینا دھوکہ اور سخت ترین گناہ ہے بلکہ سبب کفر ہے۔

قرآن کی عظمت مجروح ہوتی ہے

قصوں کو بحیثیت قصہ اس قدر اہم کرکے اس کا اعلان کرنا ہے کہ قرآن مجید کا اصل مقصد قصے کہانیاں ہیں اس سے قرآن کے دین و دنیا کی فلاح کے اعلیٰ ترین قانون کی عظمت کو انتہائی مجروح کرنا ہے اور تا قیامت دین و دنیا کی فلاح کے اعلیٰ ترین قانون ہونے کی نفی کرنا ہے۔ دیکھئے کس قدر سخت اسلام دشمنی ہے۔

قرآن شریف کا ہر قصہ بہت عبرتوں کا مرقع ہے اس کو اس طرح آلہ تفریح بنانا ان کی تحقیر اور اصل مقصد سے مسلمانوں کو ہٹانا ہے ظاہر ہے کہ یہ گناہ عظیم ہے۔

(۱) ستر ہے اس کا بھی غیر مردوں سے چھپانا ضروری ہے (۲) میاں بیوی (۳) حرام کے ساتھ قرآن کو ملانا

قرآن کے قصص میں احکام مضمر ہیں

قرآن حکیم کے قصوں کے لفظ لفظ میں بھی دین و دنیا کی فلاح کا ایک نہیں کئی کئی قانون مضمر (۱) ہیں اس طرح ان کو تفریح ولہو ولعب بنا کر مسلمانوں کو ان قوانین سے غافل کرنا ہے جو انتہائی جرم ہے۔ مثال کے طور پر ایک مختصر ترین قصہ کے مسائل پیش کئے جاتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب قوم لوط کے عذاب کے فرشتے آئے آپ کی طرف سے ان کی ضیافت (۲) کو قرآن شریف نے ذکر فرمایا ہے۔ فما لبث ان جاء بعجل حنیذ (۳) (نہ دیر کی اس سے بھنا ہوا بچھڑا لے آئے) اس میں سات مسئلے یا سات قانون و حکمتیں ہیں جو ضیافت (۴) کے قاعدے ہیں:

(۱) "فما لبث" (نہ دیر کی) سے ثابت ہوا کہ سنت ابراہیمی یہ ہے کہ مہمان کو انتظار میں نہ ڈالے دیر نہ لگائے جلد جو کچھ ہو سکے پیش کر دے۔

(۲) "لبث" اور "جاء" دونوں فعلوں کے فاعل حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں یعنی خود یہ کام کسی بیوی بچے یا خادم سے نہیں کرائے لہٰذا خود مہمان کا سب انتظام کرنا چاہئے دوسروں پر ڈال کر اطمینان نہ کریں۔

(۳) "عجل" (بچھڑا) چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں گائے بیل کا کاروبار تھا تو گھر کے مال سے ضیافت کی باہر سے کچھ منگا کر نہیں کی۔ معلوم ہوا کہ جو موجود ہو اس سے خاطر کی جائے کہ تکلفات میں تکلیفات ہیں۔

(۴) بچھڑا بہ نسبت بوڑھے بیل گائے کے عمدہ ہوتا ہے خواہ نر ہو یا مادہ اس سے معلوم ہوا کہ موجودہ مال میں سے جو جنس کے اعتبار سے عمدہ ہو وہ پیش کیا جائے۔

(۵) ایک اور روایت میں "ثمین" (موٹا تازہ) ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو کچھ

(۱) پوشیدہ (۲) مہمانی (۳) سورۃ الحجر (۴) مہمان نوازی

toobaa-elibrary.blogspot.com

مہمان کیلئے پیش ہو وہ جنس سے بھی عمدہ ہو اور صفت سے بھی عمدہ ہو۔

(۶) "حـنـيـذ" (بھنا ہوا) اس سے ثابت ہوا کہ جنس وصفت کی عمدگی کے ساتھ صنعت بھی عمدہ ہو کہ شوربا سے بھنا ہوا عمدہ ہے۔

۷) "جاء بعجل" با کے ساتھ اصل معنی یہ ہیں آئے بچھڑے کے ساتھ (یعنی لے آئے)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مہمان کے کھانے کے ساتھ خود آنا چاہئے۔ یہ نہ ہو کہ کسی کے ہاتھ بھیج کر یا خود رکھ کر چلے جائیں کہ نہ معلوم کسی کمی بیشی کی ضرورت ہوگی یا نہیں کسی اور شے یا پانی کی حاجت ہے یا نہیں۔

جب یہ مقصد محض تفریح طبع کیلئے بطور قصہ کہانی کے نقل ہوگا تو تمام مسئلوں اور قانونوں کو بیکار کر دیا گیا کوئی اس طرف توجہ ہی نہیں دے سکتا سارے عالم کو ان علوم و قوانین سے محروم کر دیا غور کیجئے کہ کتنا سخت جرم ہے۔

فلم قصص القران کا عظیم نقصان

نفس وشیطان کی آمیزش سے ہر طبعیت تفریح عیاشی اور کھیل کی طرف مائل ہوتی ہے تو ایسا کرنے سے سب مسلمانوں کو اس صورت کو عمدہ بنا کر دکھا کر سمجھا کر تلاوت اور احکام ومسائل سے برطرف کر دینا ہے، بجائے تلاوت وعلم کے اس سے لذت اندوز ہونگے اور سب کو پس پشت (۱) ڈال دیں گے، یہ ہوگا نتیجہ۔

اسلام دشمنی

چونکہ یہ سب قرآن کے نام سے کیا جائے گا تو لوگ اس کو اسلامی کام سمجھیں گے

(۱) باقی باتوں کی طرف التفات نہ ہونے کی وجہ سے ہر حرف کی تلاوت پر جو دس نیکیوں کا وعدہ ہے اور سمجھ کر پڑھنے پر دس سے بھی زائد نیکیوں کا سب سے محرومی ہوگی۔

حالانکہ یہ گناہوں پر مشتمل ہے جیسے اوپر عرض ہوا ہے بلکہ کفر کے خدشہ پر بھی غور کیجئے یہ اسلام دوستی ہے یا اسلام دشمنی؟

اللہ ورسول ﷺ پر تہمت

اس کو اسلام کا ایک کام سمجھانا سمجھنا علاوہ شدید ترین دھوکہ کے شارع اسلام خدا اور رسول ﷺ پر تہمت لگانی ہوگی گویا یہ کہنا ہوگا کہ خدا تعالی نے ایسا کرنے کو کہا ہے یا حضور ﷺ نے ایسا بتایا ہے اس پر قرآن شریف کا یہ حکم ہے ومن اظلم ممن افتری علـى الله كـذبـا (۱) (اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو اللہ پر جھوٹ کی تہمت لگاتا ہے) اور حضور ﷺ نے فرمایا ہے من كذب على متعمدا فليتبوا مقعده من النار (جو مجھ پر قصداً جھوٹ کی تہمت باندھے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ بنالے)

اسلام ومسلمان دشمنی

اس طرح قرآنی تصور کو پیش کرنا یہ تاثر پیدا کرنا ہے کہ قرآن کا مقصود صرف قصہ خوانی ہے یا قرآن کوئی تاریخی کتاب ہے جبکہ وہ دین و دنیا کی اصل ترقیات کا بے مثال قانون ہے تو یہ اس طرح اسلام دشمنی اور مسلمان دشمنی ہے۔

ایک عظیم خطرہ

قرآن مجید میں کئی جگہ مثلاً پارہ نمبر ۶ رکوع ۳ میں اہل کتاب ومشرکین کی یہ صفت بتا کر اتخذوا دينكم هزوا و لعبا (۲) (وہ تمھارے دین کو مذاق اور کھیل قرار دیتے ہیں) ان سے میل جول کرنے کو منع فرمایا ہے اور اس کو ایک کافرانہ عادت قرار دیا ہے۔

(۱) سورة (۲) سورة

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسائل القرآن

پارہ نمبر ۸ رکوع ۱۳ میں ہے: دوزخیوں نے جنتیوں سے جنت کا دانہ پانی مانگا تو جواب یہ نقل فرمایا: قالوا ان الله حرمهما على الكافرين الذين اتخذوا دينهم لعبا و لهو (۱) (انھوں نے جواب دیا بیشک اللہ تعالی نے ان دونوں کو کافروں پر حرام فرما دیا ہے جنہوں نے اپنے دین کو لہو لعب بنایا تھا) خطرہ ہے کہ ہم سب کو بھی اس کافرانہ کام کی وجہ سے یہی جواب مل جائے۔

واللہ اعلم

(مولانا مفتی) جمیل احمد تھانوی

جامعہ اشرفیہ لاہور

(۱) سورۃ الاعراف آیت

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسائل القرآن (۱)

حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے ارشاد پر قرآن شریف سے عقائد و فقہ معاملات و اخلاق آداب و تصوف وغیرہ کے ماخوذ و مستنبط مسائل کے جمع کرنے کا کچھ کام احقر نے بھی کیا تھا (۲)۔ پھر نظر سے معذوری پر وہ بند ہوگیا (۳) تھا اس وقت صرف ایک آیت کے مسائل بطور نمونہ اپنی اصل عربی تالیف سے اردو میں منتقل کر کے قرآن نمبر کے لئے ارسال ہیں کہ شاید حق تعالیٰ کسی کو توفیق دیں کہ وہ اس طرح یا اس سے بہتر صورت میں پورے قرآن مجید کے مسائل پر ایک جامع تفسیر مدون کردے تو توقع ہے کہ انشاء اللہ بہت فائدہ مند خدمت ہوگی۔

جمیل احمد تھانوی

---

(۱) یہ مقالہ ۱۳ اپریل ۱۹۵۶ء کے خدام الدین میں طبع ہوا تھا

(۲) حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے اس بات کے اثبات کیلئے فقہ حنفی کے تمام مسائل قرآن و حدیث سے مستنبط ہیں دو کتابیاں تحریر کرائی تھیں ایک اعلاء السنن جس کو حضرت کے بھانجے مولانا ظفر احمد تھانویؒ نے ۱۸ ضخیم جلدوں میں تحریر کیا ہے جس میں ہر مسئلہ فقہیہ کے استدلال میں حدیث نبوی ﷺ پیش کی گئی ہے۔ یہ کتاب عربی میں ہے۔ اسی طرز پر حضرت تھانوی نے ایک تفسیر احکام القرآن بھی عربی میں لکھوائی ہے کہ جس میں فقہ حنفی کے ہر مسئلہ کی دلیل قرآنی آیت سے پیش کی گئی ہے اس کام کیلئے حسب ذیل چار فقہاء کبار پر مشتمل ایک بورڈ تشکیل دیا گیا شیخ الحدیث حضرت مولانا ظفر احمد عثانی صاحب، مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی صاحب۔ مولانا ظفر احمد صاحب نے پہلی منزل دو جلدوں پر مشتمل تحریر کی تھی جو چھپ چکی ہے۔ دوسری منزل مکمل کرنے کے قبل حضرت کا انتقال ہوگیا۔ مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ نے تیسری اور چوتھی منزل تحریر کی جو آج کل ادارہ اشرف التحقیق میں زیر طبع ہے جس کی پانچ جلدیں ہونگی اور مفتی شفیع صاحبؒ نے پانچویں چھٹی منزل تحریر فرمائی جو دو جلدوں میں ادارۃ القرآن سے چھپ چکی ہے ساتویں منزل مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ نے تحریر فرمائی تھی جو ایک جلد میں ادارۃ القرآن سے چھپ چکی ہے۔ مولانا ظفر احمد عثانی صاحب کی ایک منزل جو نامکمل رہ گئی تھی اسکو ﴿﴾

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ☆

(سورۃ یونس رکوع ۸)

"بلکہ کافروں نے ایسی کتاب کی تکذیب کی ہے جس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکے اور اب تک ان کے پاس اس کی وضاحت نہیں آئی تھی۔ ایسے ہی پہلے لوگوں نے تکذیب کی ہے تو آپ دیکھ لیجئے ان ظالموں کا انجام کیسا تھا؟"

اس آیت کا اصل مضمون کافروں کا قرآن مجید کی تکذیب کرنا اور ان کو ظالم قرار دے کر ان کے بدترین انجام کو دکھانا ہے لیکن جس عجیب عنوان سے تعبیر فرمایا گیا ہے کہ کذبوا بالقرآن (قرآن کی تکذیب کی ہے) کے بجائے کذبوا بما لم یحیطوا بعلمه ولما یاتهم تاویله فرمایا ہے کہ اس کے علم کا احاطہ اور وضاحت آنے سے پہلے تکذیب کی ہے اس سے بہت سے مسئلے معلوم ہو رہے ہیں۔

﴿﴾ آپ کے خلیفہ حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور صاحب ترمذی نے مکمل کیا ہے جو تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ وہ بھی ادارہ اشرف التحقیق میں زیر طبع ہے۔ اور مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ کی تحریر کردہ ساتویں منزل کے اختصار کے پیش نظر مفتی عبدالشکور صاحب نے ایک تکملہ بھی لکھا ہے جو ایک جلد پر مشتمل ہے زیر طبع ہے۔ احقر خلیل احمد تھانوی ان تمام مجلدات کی ایک فہرست ابواب فقہیہ کی ترتیب پر مرتب کر رہا ہے اس کی بھی ایک جلد ہوگی۔ اس طرح تقریباً ۱۶ جلدوں پر مشتمل یہ عظیم الشان تفسیر احکام القرآن ہے جو عربی میں ہے۔ جس میں سے ایک آیت کا انتخاب کر کے حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی نے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے جو پیش ہے۔ جس سے اس تفسیر کی اہمیت وافادیت واضح ہے۔ خلیل احمد تھانوی (۳) ۱۹۸۷ء میں شیخ الحدیث مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہ کی درخواست پر حضرت نے بعد از صحت یابی اس کو دوبارہ شروع کیا اور ادارہ اشرف التحقیق میں ہی مکمل کیا اس کام کا مکمل تعارف احقر کے رسالے تکمیل احکام القرآن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

مسئلہ (۱)

بلاتحقیق کسی کے بارے میں رائے قائم کرنا

معلوم ہوا کہ کسی شے یا کسی انسان کے متعلق اس سے پہلے کوئی بری رائے قائم کر لینا جائز نہیں کہ اس کی ہر ہر صفت و کیفیت کا پورا پورا علم حاصل ہو اور اس کی وضاحت حاصل ہو سکے۔

صحابہؓ کے بارے میں لب کشائی ظلم ہے

حضرات صحابہ تابعین تبع تابعین بزرگان ملت اور علمائے امت میں سے کسی کے باب میں آج کا کوئی شخص جو انکی پوری پوری ظاہری و باطنی کیفیات سے واقفیت نہیں رکھتا لب کشائی (۱) کرتا ہے تو وہ ظالم ہے، اور اس کا فرانہ طریقہ کی پیروی کرتا ہے۔

ائمہ کے اجتہاد پر آج کل کی ایک عامی کی نکتہ چینی باطل ہے

مجتہدین امت، ائمہ دین وملت کے استنباطات و مسائل اور ان کی ذاتیات و صفات پر موجودہ عصر (۲) کے لوگوں کی نکتہ چینی جو تمام دینیات تمام آیات واحادیث ان کے لفظ اشارات و کنایات ظاہر و باطن طریقہ ہائے استدلال و استنباط کو ایک دم نظر میں نہیں لا سکتے اور ان کے طریق اخذ (۳) سے واقفیت نہیں رکھتے بالکل غلط اور باطل طریقہ کار ہے۔

محققین صوفیا پر طعن کرنا درست نہیں

حضرات صوفیائے کرام پر طعن و تشنیع ایسے لوگوں کی طرف سے جو عشق کی وادی پر خار سے آشنا (۴) نہیں ایک قابل ملامت شے ہے۔

(۱) کوئی نازیبا کلمہ زبان سے نکالتا ہے (۲) اس زمانہ کے (۳) ان کو یہ بات معلوم نہیں کہ فقہاء نے اس مسئلہ کو آیت یا حدیث سے کیسے مستنبط کیا ہے (۴) عشق کی پر خطر وادی سے واقف نہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اے تراخارے بپانشکستہ کے دانی کہ چیست
حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

خصوصا مجذوب بزرگوں کے متعلق قیاس آرائیاں کرنا نہایت بیہودہ روش(۱) ہے ان کی ظاہری دیوانگی پر فقرے کسنا اور توہین کرنا خطرہ سے خالی نہیں ہے جامع صغیر(۲) میں حضرت علیؓ سے یہ حدیث روایت ہے کہ میری امت کے عارفین محدثین کو چھوڑ دو، نہ ان کو جنت میں پہنچاؤ نہ دوزخ(۳) میں، یہاں تک کہ قیامت کے دن خود اللہ تعالی ان کے بارہ میں فیصلہ فرمادیں۔

بہتان وغیبت کی برائی

بلکہ کسی ایک مسلمان کے باب میں بھی مکمل تحقیق کے بغیر اور بلا شرعی اجازت کے غیبت بہتان(۴) الزام تراشی وبدگمانی وغیرہ علاوہ اور دلیلوں کے اس آیت کے اشارہ سے ناجائز ثابت ہیں کیونکہ مدار تو دل کی کیفیات پر ہے اور اس کا علم سوائے حق تعالی کے کسی کو نہیں اس لئے پورا حال معلوم نہیں ہوسکتا۔ حدیث: مسلمانوں سے نیک گمان رکھا کرو" اس کی وضاحت ہے گویا

ہر بیشہ گمان مبر کہ خالی است
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

حقیقت تنقید

تنقید تنقید جو آج کل لوگوں کی زبان پر ہے اس کے اصلی معنی تو عمدگی وخرابی کی

(۱) بہت غلط طریقہ ہے (۲) کتاب کا نام (۳) مطلب یہ ہے کہ ان کے جنتی اور دوزخی ہونے کے بارے میں تم کوئی فتوی نہ دو (۴) غیبت کسی کی ایسی برائی کا ذکر کرنا جو اس میں موجود ہو اور بہتان کسی کی طرف ایسی بات منسوب کرنا جو اس میں نہ ہو۔

پرکھ کرنے کے تھے جو دین کے بقا واستحکام وغیرہ کیلئے تو بضرورت جائز ہوسکتی ہے ویسے نہیں لیکن ہماری آجکل کی زبان میں یہ لفظ صرف عیب چینی(۱) اور غیبت کے ہم معنی ہوگیا ہے۔ آیت ولا تحسبوا ولا یغتب بعضکم بعضا سے وہ بالکل حرام اور اس آیت سے بھی حرام ثابت ہے۔ تجسس تو اصلی معنی کو بھی شامل ہے۔

قاعدہ کلیہ

بلکہ یہ ایک قاعدہ کلیہ عطا فرمایا گیا ہے جو دینی ودنیوی، علمی وعملی، معاشرت و تمدن، انتظام و سیاست، تمام شعبہ ہائے حیات میں مشعل راہ ہے کہ کسی انسان، کسی جماعت، کسی ادارہ، کسی قوم، کسی کتاب، کسی مال، کسی مخالف یا موافق غرض کسی شعبہ کی کوئی چیز ہو اس کے متعلق قبل مکمل تحقیقات کے بری رائے قائم کرنا درست نہیں۔

کس کی رائے معتبر ہے؟

کسی انسان کسی شے یا کسی معاملہ کے متعلق رائے اس کی معتبر ہوگی جس کو اس کی تحقیقات اس پایہ کی حاصل ہوں کہ اس کے تمام متعلقات کا علمی احاطہ ہو اور ہر جہت کی مکمل وضاحت حاصل ہو ورنہ نہیں خواہ وہ کتنا ہی قابل اور بیدار مغز کیوں نہ ہو۔ یورپ کے ایجنٹوں کی تحریف کو دین سمجھنا گمراہی ہوگا۔

مسئلہ(۲)

اسباب کفر

"کذبوا" تکذیب سے ہے اور تکذیب (جھوٹ) کی طرف نسبت دینے کے

(۱) عیب نکالنے

toobaa-elibrary.blogspot.com

معنی میں ہے۔ اور پھر اس کے بہت درجے ہیں ادنی درجہ یہ بھی ہے کہ یقین کامل نہ رکھا جائے قابل قبول نہ سمجھا جائے۔ اس حکم میں سب درجے داخل ہونے ضروری ہیں پھر تکذیب کی جو مذمت ہے اس کی وہ وجہ جو ناواقف معنی بھی سمجھ لیتا ہے کہ کذب کا برا ہونا ہے اسی کو دلالۃ النص کہتے ہیں اس لئے ہر برائی کی بھی یہی مذمت ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن مجید کی یا اس کے احکام میں سے کسی حکم یا کسی لفظ کی تکذیب خواہ جس درجہ کی بھی ہو حتیٰ کہ عدم یقین وعدم قبول شک وشبہ بھی اور ایسے ہی ہر طرح کی بری بات کو اس کی طرف منسوب کرنا مذاق اڑانا توہین کرنا لوگوں کی نظر میں ہلکا کرنا بے ادبی وگستاخی کرنا کفر ہوں گے۔ جو ظــالـمین کے لفظ ''ظلم'' کا اعلیٰ درجہ ہے اسی لئے فقہائے کرام نے ان سب باتوں کو اسباب کفر میں گنا ہے۔

مسئلہ (۳)

صفات الٰہی، انبیا علیہم السلام، اور احادیث متواترہ کی تکذیب وتوہین کفر ہے

مــالـم یـحیطوا کے لفظ سے تو قرآن مجید مراد ہے مگر قرآن مجید کی تکذیب و توہین وغیرہ ظلم وکفر اور بدانجامی ہونے کی وہ علت جس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے اس کا حق تعالیٰ سے قوی ترین تعلق رکھنا ہے اس لئے دلالۃ النص (۱) کے طریقہ پر وہ چیز یا انسان جس کا قوی ترین تعلق بدرجہ یقین حق تعالیٰ کے ساتھ ثابت ہوگا۔ قرآن شریف کی طرح اس کی بھی تکذیب کے کل مدارج (۲) اور ہنسی، مذاق، توہین، بے ادبی وگستاخی کفر ہوں گے۔

وہ صفات الٰہیہ ہوں یا انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام یا احادیث متواترہ ہوں جن کو

(۱) یعنی آیت کے الفاظ ان معنی پر دلالت کرتے ہیں (۲) تمام درجے۔

ومـن یـطـع الرسول فقد اطاع اللہ نے بواسطہ الفاظ رسول ﷺ کلام الٰہی میں داخل کر دیا ہے یا کل احادیث جن میں یہ بھی داخل ہے فقہائے کرام کے یہاں ان سب باتوں کا کفر ہونا ملے گا۔

مسئلہ (۴) (۵)

ترجمہ قرآن کیلئے علوم متعارفہ کی ضرورت

یہاں قرآن شریف کو دو جملوں سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

الف: مالم یحیطوا بعلمہ ایسی کتاب کی (۱) جس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کے علم کا احاطہ کرنا (۲) امر ضروری ہے۔

احاطہ علم کے معنی

یہ بھی ضروری بات ہے کہ علم اور چیز ہے اور علم کا احاطہ اور چیز۔ علم کا تعلق لفظوں سے بھی ہے اور لفظوں کے معنی سے بھی احاطہ جو چاروں طرف سے کسی چیز کو گھر لینے اور اس کو بالکل قابو میں لینے کے معنی دیتا ہے اس سے لفظوں پر اور معنی پر پورا پورا قابو پالینا مراد ہونا ضروری ہے۔

علم الصرف اور علم لغت کی ضرورت

لفظوں کے تین درجے ہیں مفرد لفظوں کی صورت وہیأت حرکاتی جس کی تبدیلی سے معنی میں تبدیلی ہوتی چلی جاتی ہے۔ سـمـع (۳) سـامـع (۴) سـمـیـع (۵) مسموع (۶) یسمع (۷) سـمـعـنا (۸) کے تغیرات سے الگ الگ معنی پیدا ہوتے ہیں

(۱) تکذیب کرتے ہیں ایسی کتاب کی (۲) قرآن پاک کے تمام علوم کا جاننا ایک ضروری بات ہے (۳) اس نے سنا (۴) سننے والا (۵) ہمیشہ سننے والا (۶) سنی ہوئی بات (۷) وہ سنتا ہے (۸) ہم نے سنا۔ حرکات اور صیغوں کے بدل جانے سے معنی میں تبدیلی ہوئی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسی کو علم صرف کہہ دیتے ہیں۔ لہذا الفاظ مفردات کی ان صورتوں کے احاطہ کیلئے علم صرف کی مہارت ایک ضروری کام ہوگا۔

پھر مفرد لفظوں کی ذات یا مادہ کہ صورت ایک مگر حروف و ترتیب کی تبدیلی سے معنی میں فرق ہوتا ہے ضرب نصر فتح ایک ہیأت حرکاتی(۱) پر ہیں مگر معنی الگ الگ اسی کو علم لغت کہا جاتا ہے۔ تو مفردات کے مادوں کے احاطہ کیلئے لغت کی مہارت لازمی چیز ہے۔

علم نحو کی ضرورت

اور مرکبات میں ایک لفظ کا دوسرے سے کیسا کیسا تعلق کیسے کیسے معنی پیدا کر دیتا ہے لفظوں کے آخری حرفوں میں کیسے کیسے تغیرات کیسے کیسے معانی کا سبب ہوتے ہیں اس کو علم نحو سے یاد کیا جاتا ہے مرکبات کے تعلق کے احاطے کیلئے اس علم کے بغیر چارہ کار ہی نہیں۔

علم معانی کی ضرورت

لفظوں کے معانی کا حصول ان سب فنون سے ہی ہے اور پھر ایک لفظ کے متعدد معنی اور ان کے مراتب اور ایک معنی و مضمون کی ادائیگی کے لئے متفرق تغیرات اور ان سب کے فرق کا احاطہ کرنے کیلئے علم معانی و بلاغت کی تحصیل لابدی(۲) ہے۔

علم تجوید کی ضرورت

پھر الفاظ کے حروف کی صحیح ادائیگی جس سے حرف حرف سے بدل کر معنی نہ بدل

(۱) مطلب یہ ہے کہ تینوں صیغوں کی حرکتیں ایک ہیں یعنی ف کلمہ عین کلمہ اور لام کلمہ تینوں حرفوں پر زبر ہے۔
(۲) ضروری ہے۔

دے یعنی علم تجوید بھی اہم ہوتا ہے۔

مفہوم قرآن کی وضاحت کی صورتیں

"ولما یاتھم تاویلہ" اور اس کتاب کی کہ اب تک ان کے پاس اس کی وضاحت نہ آئی تھی۔ تاویل 'اول' یعنی رجوع کا متعدی(۱) ہے، صحیح مفہوم کی طرف لفظوں اور معنی کو رجوع کراتا ہے، مگر ترتیب(۲) میں اول احاطہ علمی ہے اس لئے پہلے وضاحت کی فکر غیر مفید بلکہ مضر ہوگی۔ اب اس مفہوم کی وضاحت کا آنا دو طرح ہوگا، نقلی و عقلی۔

علم حدیث و تفسیر و اصول فقہ کی ضرورت

نقلی وضاحت وہ ہوگی جو خود قرآن مجید کی دوسری آیت یا حضور ﷺ سے منقول ہوگی۔ خواہ حضرات صحابہ حضور کی طرف منسوب کرنے کی نقل کریں یا منسوب نہ کریں کیونکہ منسوب نہ کرنے میں بھی حضور ﷺ سے ہی سنا ہوا ماننا(۳) ہوگا۔ کہ تعلیم وہیں سے حاصل ہوئی ہے حضور ﷺ کی صفت ویعلمھم الکتاب فرمائی گئی ہے۔ (اور ان کو اللہ کی کتاب سکھاتے ہیں) ولتبینہ للناس (تا کہ آپ قرآن شریف کو لوگوں کیلئے بیان کر دیں) فرمایا گیا ہے۔

(۱) قرآن حکیم میں جو لفظ تاویلہ' استعمال کیا گیا ہے یہ فعل اول کا متعدی ہے جس کا مطلب ہے کہ الفاظ کے صحیح معنی و تلفظ کا سمجھانا؛ اول فعل کا مطلب ہے اس علم کی طرف رجوع کرنا اور تاویل کا مطلب ہیکہ دوسرے کو اس کے الفاظ اور معانی کی طرف رجوع کرانا۔ (۲) لیکن قرآن پاک میں ولما یاتھم تاویلہ" سے پہلے "کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ" کے الفاظ ہیں جس سے معلوم ہوتا ہیکہ قرآن پاک کے الفاظ کے معانی ان لوگوں کے معتبر ہوں گے جن کو احاطہ علمی حاصل ہوگا۔ وہ تو دوسرے کو اس کے الفاظ و معانی کی طرف رجوع کرا سکتے ہیں دوسرا نہیں اس لئے بغیر احاطہ علمی کے قرآن پاک کے معانی بیان کرنا بجائے مفید ہونے کے نقصان دہ ہوں گے۔ اور ان معانی کی وضاحت کس طرح ہوگی اس کو آگے بیان کرتے ہیں۔ (۳) قرآن کے وہ معنی معتبر ہوں گے جو خود قرآن کی کسی دوسری آیت میں آئے ہوں یا حضور ﷺ یا صحابہؓ نے بیان کیے ہوں کیونکہ وہی معنی منقول ہوں گے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

عقلی وہ ہے جو اصول عربیت علم مذکورہ (الف) [1] کی مدد اور علوم اخذ احکام کی مدد سے حاصل کئے جائیں اور وہ کسی نقل یا اصول کیخلاف نہ ہوں۔ نقلیات کیلئے علم تفسیر و حدیث اور عقلیات کیلئے علم اصول فقہ ناگزیر علوم ہیں۔

قرآن فہمی کے لئے آیت سے مندرجہ ذیل علوم کی ضرورت کا اثبات

پھر مسائل ماخوذہ کے مجموعہ کو کلام وفقہ وتصوف کہا جاتا ہے لہذا (الف) اور (ب) کے مجموعہ سے یہ ضروری ماننا پڑے گا کہ بغیر احاطہ علمی وعلم وضاحت صرف ترجمہ دیکھ کر یہ سمجھ لینا کہ ہم کو قرآن شریف کا علم حاصل ہوگیا ہے سخت ترین غلط فہمی ہے۔ آیت کریمہ سے صاف معلوم ہوگیا ہے کہ علم صرف ونحو ولغت و بلاغت وتفسیر وحدیث اور اصول فقہ کی مہارت تامہ اللہ کی کتاب کے حاصل کرنے لئے ایسی ضروری ہے کہ بغیر اس کے صحیح معنی ومفہوم حاصل نہ ہوگا۔

اور جو جو فنون ان مہارتوں کے پیدا کرنے میں مددگار ہوں گے وہ بھی ضروری ثابت ہیں مثلاً اصول حدیث، اسماء رجال وغیرہ۔

علم کلام، علم فقہ اور علم تصوف کا قرآن سے ثبوت

اور اسلاف امت نے جو ان تمام کی مہارت سے کتاب الٰہی کو سمجھ کر عقائد کو علم کلام۔ عبادات ومعاملات کو علم فقہ۔ اور اخلاق ومعاشرت وغیرہ کو علم تصوف کے نام سے مدون کیا ہے وہ اس آیت شریفہ کی تعمیل ہے۔

(۱) علم الصرف، علم النحو، علم لغت، علم معانی، علم تجوید وغیرہ

مسئلہ (۶)

مذکورہ بالا علوم کی مہارت کے بغیر ترجمہ وتشریح کرنا سبب گمراہی ہے

بلاغت کا اور ہر زبان میں استعمال ہونے والا قاعدہ ہے کہ اسم موصول اور صلہ پر جو حکم لگایا جاتا ہے صلہ اس حکم کا سبب ہوتا ہے۔ اگر آپ کہیں گے کہ میں نے آج ان لوگوں کو انعام دیا ہے جو امتحان میں کامیاب ہوگئے تھے تو انعام دینے کا سبب امتحان کی کامیابی ہوگی۔

اگر کوئی کہے کہ میں اس کو ملانے لایا ہوں جو آپ کا بڑا مشتاق ہے تو لانے کا سبب اس کا مشتاق ہونا ہوگا۔

یہاں قرآن کی تکذیب کے ظلم اور بدانجامی ہونے کا بیان 'ما' اسم موصول اور دو صلوں سے ہوا ہے "احاطہ علم اور عدم علم وضاحت سے"۔ لہذا یہی دو باتیں اس تکذیب وظلم اور بدانجامی کا سبب قرار پائی ہیں۔

جس سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن شریف کے علم کا احاطہ نہ ہونا اور اس کی وضاحت حاصل شدہ نہ ہونا یعنی ان تمام علوم میں ماہر نہ ہونا تکذیب، گمراہی، کفر، توہین اور بے ادبی و گستاخی کا سبب بن جاتا ہے۔ تو جو شخص ان علوم میں ماہر نہ ہوگا اس کو ان علوم کے ماہروں کی پیروی میں نجات ہے ورنہ وہ مذکورہ خرابی میں سب میں یا کسی ایک میں مبتلا ہو جائے گا۔ اب اس سے صاف طریقہ پر یہ مسائل ثابت ہوئے۔

علوم متعارفہ حاصل کئے بغیر درس قرآن کا نقصان

مذکورہ خرابیاں بڑے بڑے گناہ ہیں تو ان کا سبب بھی بڑا گناہ ہوگا۔ لہذا ایسی صورت جرم اور گناہ ہوگی کہ بے علم و بے مہارت علوم میں صرف ترجمہ قرآن مجید دیکھ کر

toobaa-elibrary.blogspot.com

بغیر پیروی ماہران علوم خودکوئی رائے قائم کی جائے۔لہذا آج جو ہمارے ہاں درس قرآن کا رواج پڑا ہوا ہے چونکہ بہت سے لوگ اس سے رائے قائم کرنیکا کام لے رہے ہیں یہ درس ان کیلئے جائز نہ ہوگا۔

اور جس شخص کے دل میں اسلاف امت کی عظمت نہ ہوگی اعتماد نہ ہوگا تو جب کسی آیت کو دوسری آیت کے مخالف سمجھے گا اور وضاحت وعلوم سے کورا ہوگا اس کو تو خود کلام الٰہی ہونے میں شبہ پڑنے لگے گا اور کلام خدا میں شک ہونے سے ایمان رخصت ہو جائیگا۔یا کسی آیت کے مضمون کو امت کے عمل یا عقیدہ کیخلاف سمجھے گا اور اس کو ناسخ ومنسوخ،مقدم ومؤخر اور صحیح مفہوم ووضاحت معلوم نہ ہوگی تو گمراہیوں میں پھنس کر رہ جائے گا۔

ہاں جس کو احاطہ علمی وکمال وضاحت حاصل ہے اس کو دو آتشہ شراب یقین حاصل ہوگی ورنہ صرف اسلاف امت پر اعتماد سے بھی گمراہی وکفر سے تو محفوظ رہ جائے گا۔

غیر عالم کے درس قرآن کا حکم

جو شخص علوم مذکورہ کا ماہر نہیں ہے یا اس کی دینی ودیانتی اور عملی حالت قابل اعتماد نہیں ہے کہ ہر بات کو دیانتداری سے اس مہارت کے تحت ہی بیان کرلے اس کو درس قرآن دینا جائز نہیں نہ اس سے قرآن حاصل کرنا جائز ہے یہ بجائے ثواب کے گناہ وگمراہی کا سبب اور بسا اوقات اسلام سے نکل جانے کی نوبت لائے گا۔

غیر عالم کی تفسیر قرآن کا حکم

اسی طرح جو شخص ان تمام علوم کا ماہر نہیں اس کو قرآن مجید کے مسائل پر قلم اٹھانا یا کوئی تفسیر لکھنا جائز نہیں اور نہ ایسی تفسیر کو دیکھنا پڑھنا چھاپنا شائع کرنا اور فروخت کرنا یا خریدنا جائز۔آج جو یہ ہو رہا ہے کہ

ہر بوالہوس نے عشق پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

جس کو دیکھو اپنا وقار قائم کرنے کیلئے دنیا کو گمراہی اور دھوکہ میں ڈالتے ہوئے یورپی نظریات کو قرآنی احکامات ثابت کرکر کے ایک نہایت خطرناک تحریف کر رہا ہے اور نام رکھ رہا ہے تفسیر قرآن واحکام قرآنی۔

اور مسلمان ہے کہ شستہ عبارتیں لچھے دار ترکیبیں اور دل آویز جملے دیکھ کر اس شکر چڑھے ہوئے زہر کو اطمینان سے نوش کر رہے ہیں اور اپنے نور ایمان کو موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں یہ سخت ترین غلطی ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو کھلا معیار دیدیا ہے اس معیار پر پرکھ لیجئے کہ اس کو فہم قرآن کے جملہ علوم کا احاطہ علمی اور نقلی وعقلی وضاحت کا کمال حاصل ہے یا نہیں۔

اگر لکھنے والا ایسا نہیں(۱) ہے تو اس کی حالت اس کے لئے اور اس کی تالیف دیکھنے والوں کیلئے انتہائی خطرناک شئی ثابت ہوگی۔انتہائی گمراہی کا سبب ہوگی اور ایسا نہ ہو کہ آخر کار ایمان واسلام کے استعفا(۲) کے مترادف بن جائے (العیاذ باللہ)

آیت سے درس نظامی کے حصول کا ثبوت

جب عدم احاطہ علم وعدم علم وضاحت تکذیب وکفر کا سبب ہے تو احاطہ علم وعلم وضاحت قوت ایمان ویقین کامل کا سبب ہوا جس کو اصطلاحی لفظوں میں عکس نقیض(۳) کا لازم ہونا کہتے ہیں۔قوت ایمان ویقین کا حاصل کرنا فرض کفایہ اور بڑا کمال ہے تو علوم

(۱) جن کا ماہر ہونا قرآن کا ترجمہ وتفسیر کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ان علوم کا ماہر ہو (۲) یعنی کوئی ایسی غلط تشریح کر بیٹھے جس سے ایمان ہی جاتا رہے (۳) جب علم کا احاطہ نہ ہونا اور علمی وضاحت کا نہ ہونا کفر وتکذیب کا سبب ہے تو علم کا احاطہ اور پوری علمی وضاحت کا ہونا تصدیق وایمان ہوگا اسی کو عکس نقیض کہتے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مذکورہ بالا حاصل کرنا بھی فرض کفایہ وعمدہ کمال ثابت ہوا یہی علوم درس نظامی کا جزو اعظم اور تمام مدارس دینیہ کا منتہائے نظر ہیں۔

آیت کی تشریح

قرآن مجید کے متعلق عدم احاطہ علم و عدم وضاحت کے عنوانات میں دو فرق فرمائے گئے ہیں اول میں لم یحیطوا (اور احاطہ نہیں کر سکے) ''نہیں'' کا لفظ ہے اور کر سکنا انسانوں کا فعل ہے دوسرے میں لـمـا یـاتـهـم (اب تک ان کے پاس اسکی وضاحت نہیں آئی) ''اب تک نہیں'' کا لفظ ہے اور آنا خود وضاحت کا فعل ہے۔

ان دونوں تفاوتوں میں دو باتیں جھلک رہی ہیں ایک یہ کہ ''نہیں'' اور ''اب تک نہیں'' میں یہ فرق ہے کہ جس کام کی امید لگی ہو اس کے ہو جانے کی توقع ہو رہی ہو وہ نہ ہوا ہو تو اس کیلئے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے کہ ''اب تک نہیں'' ہے اور صرف ''نہیں'' لفظ میں یہ بات نہیں ہوتی۔

تو معلوم ہوا کہ احاطہ علمی سے علم و وضاحت کا ایسا تعلق نہیں کہ وجود سے اس کی توقع وابستہ ہو لیکن احاطہ علمی سے علم وضاحت کا ایسا تعلق ہے کہ اس کے ہونے پر وضاحت کے علم کی توقع ہوتی ہے اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ احاطہ علم ہی وضاحت کے علم کا سبب ہے خواہ وہ علم نقلی ہو یا عقلی اس لئے جب تک احاطہ علم نہ ہوگا وضاحت نقلی و عقلی کا علم حاصل نہ ہوگا۔ او رپھر گمراہی و کفر تک نوبت پہنچنے کا خطرہ لاحق ہوگا۔ اس طرح لفظ لـمـا سے بھی مسئلہ ۶ کے (الف)(۱)(ب)(۲) پھر ثابت ہوتے ہیں۔

ایک بات یہ بھی غور کرنیکی ہے کہ ایک شے سے کسی دوسری شے کی توقع ہونے پر وہ دوسری شے ضروری الوجود نہیں ہو جاتی اس لئے باوجود علمی احاطہ کے بھی وضاحت نقلی و

(۱) علوم شرعیہ حاصل کیے بغیر درس قرآن دینا ناجائز ہونا (۲) غیر عالم کے درس قرآن کا حکم۔

عقلی کا حصول ضروری نہ ہوگا۔ جب تک خود اس کے لئے علوم و طرق تحصیل اور استنباط مسائل کی مہارت نہ ہوگی اس لئے اصول فقہ و تفسیر و تعبیر کے بغیر پھر بھی خطرات کا سامنا ہوگا۔

دوسری بات یہ کہ لم یحیطوا (احاطہ نہ کر سکے) میں احاطہ کر سکنا انسانی فعل کے فرمانے سے معلوم ہوا کہ یہ کام مشقت طلب ہے کوشش بلیغ سے حاصل ہو سکتا ہے اور لما یاتهم (اب تک ان کے پاس اس کی وضاحت نہیں آئی) میں آنا خود وضاحت کا فعل ہے۔ گو وضاحت نقلی و عقلی دونوں کو کوشش و مشقت سے حاصل کرنا ہوگا مگر اس کے خود آنے میں اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ احاطہ علمی کے بعد ان کا حصول اس قدر آسان ہوگا کہ گویا وہ خود بخود ذہنوں میں آتی چلی جاتی ہے اور جیسے انسان کی کوشش کے علوم میں غلطیاں ہوتی رہتی ہیں۔ ان میں گویا بلا کوشش آنے کی وجہ سے غلطی کا احتمال کم ہے اب خود سوچ لیجئے کہ احاطہ علمی یعنی مسئلہ (۴) کے علوم سے کیا فوائد ہیں اور ان کے بغیر کس قدر گمراہی و کفر کے خطرات ہیں۔

مسئلہ (۷)

غیر منقول تفسیر کے جواز کے شرائط

تاویلہ ''اول'' بمعنی رجوع سے بنا ہوا متعدی مصدر ہے ضمیر ما کی طرف ہے جس سے کتاب یعنی قرآن شریف مراد ہے۔ کتاب نام ہے لفظوں کا اور ان معنے کا جن کو لفظ ادا کرتے ہیں تو ان لفظوں اور معنی کو مراد الٰہی کے معنی کی طرف رجوع کرانا تاویل ہے۔

جس لفظ یا جس جملے میں ایک ہی معنے کا احتمال ہو وہاں تو رجوع کرانا پایا ہی نہ جائے گا جہاں چند معانی و مفہومات بن سکتے ہوں گے ان کو مراد الٰہی کی طرف رجوع کرانا تاویل ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

گواردوزبان کے حامی لوگوں نے تاویل لفظ کو برے معنی میں استعمال کررکھا ہے وہ ناواقفی پر مبنی ہے اور قرآن مجید کی تاویل کے معنی میں ان کا تصور بھی حرام ہے۔

اب مرادالٰہی کی طرف رجوع کرانے کی دوصورتیں ہوں گی۔ حضورﷺ اور حضورؐ کے قرآنی شاگردوںؓ سے منقول کی طرف رجوع کرانا یا اپنی عقل سلیم سے تجویز کی ہوئی مراد الٰہی کی طرف رجوع کرانا جو مسئلہ (۶) میں سہل الحصول ثابت ہو چکا ہے کہ غیر منقول تفسیر بھی جائز ہے۔

پہلی شرط

گواس کیلئے یہ شرطیں ضروری ہیں کہ وہ احاطہ علمی کے بعد ہو

دوسری شرط

اور تفسیر منقول کے خلاف نہ ہو۔ احاطہ علمی کے بعد ہونے کی ضرورت تو ترتیب میں احاطہ علمی کے مقدم ہونے اور لفظ لـمـا کے مفہوم سے ثابت ہو چکا ہے اور منقول یعنی قرآن وحدیث بلاواسطہ یا بواسطہ کے خلاف کا غیر معتبر ہونا ظاہر ہے۔

تیسری شرط

پھر وہ پہلے اور پچھلے الفاظ ومضمون کے خلاف نہ پڑے

چوتھی شرط

خود قرآنی لفظوں کے قرائن (۱) سے اس کی تائید لے کر اسے راجح قرار دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ چاروں شرطیں ضروری ہیں۔

---

(۱) یعنی الفاظ منقول میں کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جو ان معنی پر دلالت بھی کرتا ہو۔

غیر منقول تفسیر کے جواز کے دلائل

روح المعانی میں کتاب المدخل میں ج ۱ صفحہ ۶ پر اس کے جواز کے دلائل اور بھی پیش کیے ہیں۔

پہلی دلیل

حق تعالیٰ نے فرمایا:

ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمه الذين يستنبطونه منهم

''اگر بات کو رسول اور احکام الٰہی دونوں طرف رجوع کر دیتے تو ان میں سے جو حکم کا استنباط کر سکتے ہیں اس کی حقیقت معلوم کر لیتے۔''

معلوم ہوا کہ حکم کا استنباط کرنا قابل مدح ہے۔

دوسری دلیل

اور ارشاد ہے

افلا يتدبرون القرآن ام على قلوب اقفالها

''کیا لوگ قرآن مجید میں غور ہی نہیں کرتے یا دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں''

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ غور فکر نہیں کریں گے گویا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں۔

تیسری دلیل

اور ارشاد ہے!

كتاب انزلناه اليك مبارك ليدبروا آياته وليتذكر اولوا الالباب ☆

toobaa-elibrary.blogspot.com

''قرآن وہ کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر اس لئے نازل کیا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور عقل والے نصیحت حاصل کریں''
غور وفکر کیلئے ہونا اور عقل والوں کی خصوصیت اس کی رہنمائی کرتی ہے۔

چوتھی دلیل

ابونعیم وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث بیان کی ہے۔

القرآن ذلول ذو وجوہ فاحملوہ علی احسن وجوھہ

(قرآن شریف نرم ہے کئی کئی احتمال رکھتا ہے تو اس کو بہترین احتمال پر محمول کرو)

پانچویں دلیل

اور حضرت ابن عباسؓ کو حضورﷺ نے دعا دی ہے اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل (اے اللہ اس کو دین کی سمجھ عطا فرمایئے اور قرآن شریف کی وضاحت سکھلایئے)

چھٹی دلیل

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا، کیا رسول اللہﷺ نے آپ لوگوں کو کوئی خصوصی چیز بتائی ہے ''فرمایا ہمارے پاس اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے جو صحیفہ مبارکہ میں ہے یا وہ سمجھ جو انسان اللہ کی کتاب کے باب میں دیا جاتا ہے''

ان آیات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ منقول تفسیر نہ ملے وہاں غور و فکر اور عقل سلیم سے کام لینا چاہئے۔

غیر منقول تفسیر کے عدم جواز سے متعلق احادیث

لیکن کئی ایک حدیثوں سے غیر منقول تفسیروں کا ناجائز اور خطرناک ہونا معلوم

ہوتا ہے ترمذی میں حدیث حسن کہہ کر حضرت ابن عباسؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار وفی روایة من قال فی القرآن برایہ

جو شخص قرآن شریف میں بغیر علم کے کچھ کہے گا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ بنالے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جو قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ بنالے۔

ابوداؤد میں اور ترمذی میں حسن غریب کہہ کر حضرت جندب بن عبداللہ سے یہ حدیث روایت ہے حضورﷺ نے فرمایا ہے:

من قال فی کتاب اللہ عزوجل برایہ فاصاب فقد اخطاء

''جس نے اللہ تعالی کی کتاب میں اپنی رائے سے کچھ کہا اور صحیح بھی کہا تو اس نے بھی خطا کی''

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے آیت ''وفاکھۃ وابا'' کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا:

''کون آسمان مجھ پر سایہ ڈالے گا اور کون زمین مجھ کو اٹھائے گی جب میں اللہ کی کتاب میں بغیر علم کے کچھ کہہ دوں گا''

مذکورہ آیات واحادیث میں تطبیق

یہ حدیثیں بظاہر اوپر کی آیات واحادیث کے خلاف معلوم ہوتی ہیں لیکن صحیح غور و خوض بتاوے گا کہ خلاف نہیں بلکہ آیات کی وضاحت ہیں ان میں وہ مضمون صاف صاف ہے جس کو آیت کریمہ کے حل میں پیش کیا گیا ہے کہ احاطہ علمی اور منقولات کے بغیر یا ان کے خلاف کچھ معنی لینے سے خطا اور جہنم ہے اپنی رائے سے کہنا رائے محض سے کہنا بے علمی سے اور خلاف منقول کہنا ہے جو خطا و جہنم کا سبب ہے۔ امام بیہقی کہتے ہیں کہ رائے وہ ہے جو

toobaa-elibrary.blogspot.com

بغیر کسی دلیل کے دل پر غالب ہو ورنہ جس کو عقلی و نقلی دلائل کی تائید حاصل ہو وہ جائز ہے۔

(بذل المجہود ج۴ ص ۳۲۵)

کن آیات میں غیر منقول تفسیر بشرائط معتبر ہے

علامہ ابن جریر طبری نے آیات و احادیث نقل کرنے کے بعد جو حاصل بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالی کے ارشادات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے کہ بعض احکام تو وہ ہیں جن کی وضاحت سوائے رسول اکرم ﷺ کے بیان کے اور کسی صورت حاصل نہیں تمام امر و حکم، واجب ہوں یا مستحب، یا ترغیب، تمام ممانعتیں، خواہ کسی درجہ کی ہوں تمام حقوق، تمام وہ حدود جن سے کمی بیشی حلال نہیں۔ تمام فرائض کی تشکیلات (۱) اور تمام مقداریں جو مخلوقات کے لئے لازم ہیں وغیرہ وغیرہ۔

ان میں بغیر حضور ﷺ کی وضاحت کے کوئی بات کہنا جائز ہی نہیں۔ حضور ﷺ کے صاف اور صریح ارشادات ہوں، یا دلالت النص (۲)۔

اور بعض احکام وہ ہیں کہ ان کی وضاحت سوائے حق تعالی کے اور کوئی بھی نہیں جان سکتا۔ وہ حادثات کے اوقات کی خبریں اور آنے والے واقعات کی اطلاعیں ہیں جیسے قیامت، نفخ صور (۳)، نزول عیسیٰ (۴) وغیرہ۔

اور بعض احکام وہ ہیں جن کی وضاحت ہر وہ شخص جان سکتا ہے جس کو اس زبان میں مہارت ہو جس میں قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ یہ وہ ہیں جو الفاظ غیر مشترکہ اور صفات خاصہ سے وارد ہیں۔ (تفسیر ابن جریر ج۱ ص ۲۵ تا ۳۲)

(۱) فرائض کی تمام شکلیں (۲) آیت قرآنی یا حدیث کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہوں (۳) حضرت اسرافیل کا صور پھونکنا جس سے یہ دنیا ختم ہو جائے گی اور دوبارہ پھونکنے سے پھر سب پیدا ہوں گے (۴) حضرت عیسیٰ کا آسمان سے اترنا۔

مسئلہ (۸)

تفسیری نکات

کذلک میں کاف تشبیہ ہے۔ ذالک کا اشارہ کذبوا پورے جملے کے مضمون جملہ تکذیب بما لم یحیطوا بعلمه ولما یاتهم تاویله پر ہے۔ اس کے سوا اور احتمال ہی نہیں کیونکہ تکذیب شبہ ہے تو مشبہ بہ اس کا ہم جنس ہونا ضروری ہے اس لئے معنی یہ ہوئے کہ ''جس طرح یہ لوگ احاطہ علمی اور وضاحت سے پہلے تکذیب کرتے ہیں۔'' اسی طرح قبل علم وضاحت ان کے پہلے کے لوگوں نے تکذیب کی ہے۔

پھر بجائے من قبل کے قبلهم اشارہ کرتا ہے کہ اِن کو اُن سے اور اُن کو اِن سے مناسبت ہونے کی وجہ سے وہ ان سے پہلے کے لوگ کہلائیں گے، گو سب موجودین عصر (۱) سے پہلے کے ہیں، پھر کوئی خصوصیت ایک دو کی نہیں ان کے پہلے کے ہم مشرب لوگ فانظر کی ف جو اپنے پہلے کو پچھلے کا سبب بنا دیتی ہے بتاتی ہے کہ ہاں اگلے پچھلے لوگوں کے ہم تکذیب ہونے کے سبب آپ دیکھئے کیسا انجام ہے ان کا۔

عاقبة بر عقب میں آنے والی چیز ہوتی ہے دنیا کی ہو یا آخرت کی اور بجائے عاقبتهم (ان کا انجام) کے عاقبة الظالمين (ظلم والوں کا انجام) فرما کر ان کا ظالم ہونا ظاہر فرمایا ہے اور کیف استفہام کیفیات سے اس انجام کے ہولناک ہونے کو مبہم کر کے اشارہ فرمایا ہے کہ ایسا ہولناک انجام ہے کہ اس کی حقیقت تک ذہنوں کی رسائی نہیں ہو سکتی اس طرح اب یہاں چند امور حاصل ہوئے۔

(۱) اس زمانے کے موجود افراد سے پہلے کے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کافر ایک ملت ہیں

یہ لوگ اور پہلے کے ان سے مناسبت رکھنے والے تکذیب وکفر میں ایک دوسرے جیسے ہیں جس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے کہ الکفر ملة واحدة (کفر ایک مذہب ہے) یعنی غیر مسلم سب ایک اور اسلام ومسلم کے دشمن ہیں۔

حضور ﷺ کے لئے قیاس کی اجازت

ان سب کے ایک دوسرے کی طرح تکذیب وغیرہ کرنے کی وجہ سے آپ پہلوں کے انجام کو دیکھئے یعنی جب دونوں صفت تکذیب میں شریک ہیں تو ان کے انجام کو دیکھ کر ان کیلئے بھی وہی انجام ثابت مانئے اسی کو شرعی قیاس کہتے ہیں۔ کہ علت کے مشترک ہونے پر حکم کو مشترک ثابت کیا جائے تو حضور ﷺ کو قیاس کا حکم ہے امت میں جو لوگ نبی ﷺ کیلئے قیاس واجتہاد کو جائز نہیں قرار دیتے اس آیت سے بھی ان کا رد ہوتا ہے۔

ظلم کی تعریف

ظلم کسی شے کو بے جگہ رکھنے کا نام ہے جس کے بہت درجے ہیں۔ جو برتاؤ خدا تعالی کیساتھ چاہئے غیر کے ساتھ کرنا، جو غیر کے ساتھ چاہئے تھا خدا تعالی کیساتھ کرنا ظلم کا اعلی ترین فرد ہے۔

ان الشرک لظلم عظیم

آیت اس کی دلیل ہے اس لئے ظالم کافر کے معنی میں بھی ہوتا ہے کیونکہ سب سے بڑا ظالم وہی ہے۔ اور یہاں ہولناک انجام کیساتھ ہونے سے یہی مراد ہونا ضروری ہے تو ظالمین سے ان کے کافر ہونے کو بیان فرمایا ہے اب دلیل یوں بن گئی ہے پہلوں کی طرح یہ بھی تکذیب والے ہیں تکذیب والے کافر ہیں اور دنیا وآخرت میں ہولناک انجام

یعنی عذاب والے ہیں اس لئے یہ بھی عذاب والے ہیں۔

فقہ میں مذکورہ کلمات جن سے کفر لازم آتا ہے کا اثبات

اس سے وہ تمام مسئلے نکل آئے جو فقہائے کرام نے کسی مسلمان کے اقوال و افعال سے کفر لازم آجانے اور کافر ہوجانے کے بیان میں ذکر کئے ہیں کیونکہ قرآن شریف بلکہ ایک ایک لفظ بھی یا دلالت النص سے جو اس کے حکم میں آجائیں سب کی تکذیب یا جو بات تکذیب کے حکم میں دلالت النص سے آجائے سب کفر اور عذاب کا ذریعہ ہیں۔

واللہ تعالی اعلم

toobaa-elibrary.blogspot.com

جمیل اللطائف

"نکات القرآن"

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

تمہید برائے جمیل اللطائف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

والد محترم حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی قدس سرہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں جبکہ ضعف بھی بہت زیادہ ہوگیا تھا، ہاتھ میں کچھ رعشہ بھی تھا اور نظر کی کمزوری کی وجہ سے بعض حروف بھی چھوٹ جاتے تھے، قرآنی آیات میں مذکور بعض تفسیری نکات کو جمع کرنا شروع کیا تھا۔ تین مختصر ترین آیات سے عظیم نکات کا استخراج کیا پھر زندگی نے وفا نہ کی اور یہ کام درمیان میں ہی رہ گیا۔

اگر یہ کام مکمل ہوجاتا تو قرآن پاک کے نکات پر مبنی ایک عجیب وغریب تفسیر ہوتی۔ احقر نے ان کو مقالات قرآنی کا حصہ بنادیا ہے تاکہ عوام اس سے محظوظ ہوسکیں۔ جہاں کوئی لفظ چھوٹ گیا تھا یا پڑھا نہیں گیا تو احقر نے قریب ترین معنیٰ کا اعتبار کرتے ہوئے بنادیا اور اس کو قوس میں کردیا تاکہ حضرتؒ کی عبارت سمجھ بھی آجائے اور فرق بھی رہے۔ حضرتؒ نے صرف مسائل پر نمبر لگا کر استخراج کیا تھا احقر نے ان پر عنوانات قائم کردئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ احقر کی اس سعی کو قبول فرمائے، حضرتؒ اقدس کیلئے بلندی درجات اور احقر کے لئے بخشش کا باعث بنائے۔ آمین

خلیل احمد تھانوی

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

جمیل اللطائف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے بعض ملفوظات قلم بند کیے تو حضرت نے ان کا نام ''جمیل الکلام'' رکھا پھر خانقاہ امدادیہ اشرفیہ میں جب فتاوی کا کام کیا تو ان فتاوی کا نام ''جمیل الفتاویٰ'' تجویز فرمایا۔

اسی طریقہ پر اب بعض لطائف قرآنیہ کا نام ''جمیل اللطائف'' تجویز کرتا ہوں۔

فقط

(حضرت مولانا مفتی) جمیل احمد تھانوی (قدس سرہ)

آداب ضیافت

میزبانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد سے نافذ ہوئی ہے۔ قوم لوط کی ہلاکت کیلئے جو فرشتے آئے تھے وہ انسانی صورت میں حضرت ابراہیم کے ہاں پہنچے تو خوب ان کی ضیافت (میزبانی) فرمائی۔ اللہ تعالی نے ان لفظوں میں ذکر فرمایا ہے۔ فما لبث ان جاء بعجل حنیذ (اور دیر نہ لگائی اس سے کہ لے آئے ایک بچھڑا بھنا ہوا) اور ایک جگہ بجائے حنیذ کے سمین (موٹا تازہ) کا لفظ ہے۔

اب ان لفظوں میں غور کرنا ہے کہ کیا کیا کام مہمان کی میزبانی میں سنت ابراہیمی ہیں۔ یہاں وہ عرض کرتے ہیں۔

مہمان کو زیادہ انتظار نہ کرایا جائے

۱۔ فما لبث (دیر نہ کی) سے معلوم ہوا کہ ادب یہ ہے کہ مہمان کو انتظار میں نہ ڈالیں۔ جلد از جلد اس کی ضیافت کا انتظام ہونا چاہئے کہ نامعلوم وہ کن حالات سے دوچار ہو رہا ہو۔ بسا اوقات کئی وقت کا فاقہ بھی ہوگا۔

مہمان کی خدمت خود کرے

۲۔ انہوں نے دیر نہ لگائی۔ لبث کا فاعل حضرت ابراہیم ہیں جنہوں نے دیر نہ لگائی۔ کوئی اور عزیز یا خادم یا بیوی نہیں۔ خود خود ہی کام کر رہے ہیں انتظام کر رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مہمان کی میزبانی خود کرنی سنت ہے۔ ملازموں، خادموں بیوی وغیرہ پر نہ ڈالی جائے۔ اگر اپنے ہاتھ سے نہ کر سکیں تو خود اس کا انتظام اور نگرانی رکھیں۔

۳۔ جاء بعجل (لے آئے بچھڑا) جاء کا فاعل حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں یعنی خود لائے کسی خادم سے نہیں دلوایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مہمان کی خدمت خود کرنا افضل ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سنت ابراہیمی ہے۔

۴۔ جاء آئے ب ساتھ یعنی بچھڑے کے ساتھ آئے۔اس سے معلوم ہوا کہ کھانا خود لے کر آئیں۔کسی کے ساتھ نہ بھیجیں۔

ماحضر پیش کرے

۵۔ عجل بچھڑا جو کہ آپ کی گائے بیل کا تھا۔تو گھر میں موجود پیش کیا۔اس سے معلوم ہوا کہ نہ دیر لگائیں نہ ادھر اُدھر سے منگائیں جو موجود ہو پیش کردیں۔

مہمان کے لئے کھانا وافر ہونا چاہئے

۶۔ بچھڑا نہ کہ اس کا کوئی حصہ جو آنے والوں کیلئے کافی سے زائد ہے۔اس لئے معلوم ہوا کہ مہمان کیلئے اندازہ سے زیادہ پیش کیا جائے۔تاکہ اس کو اور مانگتے ہوئے شرم نہ آئے۔

کھانے میں درجہ توسط کا لحاظ رکھے

۷۔ بچھڑا لائے نہ بڈھا بیل نہ بڈھی گائے نہ بچھڑی کہ بوڑھے جانوروں کا گوشت خوب نہیں گلتا۔کھانے میں اچھا نہیں ہوتا۔ہضم بھی دیر سے ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مہمان کیلئے متوسط درجہ کا مال لانا چاہئے اور نر کی جگہ مادہ نہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ غذاء طاقت ور مقدم رکھنی چاہئے۔

کھانا غذائیت سے بھرپور ہونا چاہئے

۸۔ بچھڑے کا ذکر ہے۔روٹی چاول یا پھل کسی چیز کا ذکر نہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ ایسی چیز ہونی چاہئے جو غذا بن کر پیٹ بھرے۔محض ذائقہ کی نہ ہو۔

گوشت بہترین غذا ہے

۹۔ گوشت سب غذاؤں میں بہترین ہے کہ تمام سبزیوں کا جوہر نکل کر معدہ میں

خون بنتا ہے اور خون سے گوشت۔اور ہر جوہر جس قدر لطیف ہوگا لذیذ ہوگا۔قوت والا ہوگا۔سبزیوں سے افضل ہوگا۔اس لئے یہ اختیار کیا ہے۔معلوم ہوا کہ یہ سب سے افضل ہے۔

۱۰۔ سب چیزوں سے اس کا انتخاب بتلاتا ہے کہ سب کھانوں کا سردار گوشت ہی ہے۔جیسے حدیث میں ہے۔سید الطعام اللحم (سب کھانوں کا سردار گوشت ہے)۔

قرض ادھار کر کے مہمانی کرنا ضروری نہیں

۱۱۔ اپنے پاس جو چیز موجود ہو اس میں سے سب سے بہتر پیش کی۔اشارہ ہے کہ بازار یا ادھر ادھر سے تلاش سادگی کے خلاف ہے کہ باوجود موجود ہونے کے اس سے بہتر تلاش کریں۔

ذات وصنعت دونوں اعتبار سے کھانا بہتر ہو

۱۲۔ سمین (موٹا) سے معلوم ہوا کہ موجودہ اشیاء میں جو سب سے اعلیٰ ذائقہ ہو، قوت طبعی وبشاشت پیدا کرے اس کو پیش کرے۔

۱۳۔ ایک آیت میں حنیذ (بھنا ہوا) ہے۔کچا نہیں۔شوربا نہیں۔بلکہ اعلیٰ قسم کا بھنا ہوا۔تو اشارہ ہے کہ جیسے قوت عمدگی اور خوش ذائقہ ہونا مقصود تھا۔صنعت کے اعتبار سے بھی عمدہ ہو کہ شوربا مرغوب وپسندیدہ نہیں ہوتا۔

۱۴۔ موجودات میں عمدہ سے عمدہ جنس ہو صنعت کے اعتبار سے بھی اچھی ہو تقویت کے لئے بہت مناسب ہونا بہتر ہے۔ہاں ان چیزوں کا اہتمام سادگی کے خلاف ہے جو ان اوصاف سے خالی صرف نمود ونمائش کے لئے ہوں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت ابراہیمؑ کے بچھڑا ذبح کرنے کی وجہ

۱۵۔ بعض کافر بچھڑوں کو معبود مانتے تھے جس کا اثر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ظاہر ہوا کہ "ھذا الٰھکم والہ موسیٰ" کے دعویٰ سے بہکایا گیا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں اثر کچھ تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس کو مٹانے کے لئے اس کا انتخاب کیا کہ قتل کرنا، کھال اتارنا، بوٹی بوٹی کرنا، جلانا بھوننا اور کھاڈالنا باتیں ہو کر اس کے معبود ہونے سے نفرت ہو جائیگی میلان دل بالکل نہ رہے گا۔ جیسے بعض ملکوں میں گائے کی پرستش اسی غلط خیال سے ہو رہی ہے اور مسلمان اس کی قربانی کر کے دلوں کو صحیح راستہ پر لگاتے ہیں۔

سنت کی اقسام

۱۶۔ سنت دو قسم کی ہوتی ہے۔ فعلی اور ترکی۔ جو جو کام کسی نبی نے کئے ہیں وہ تو فعلی سنت ہیں اور جو کام بظاہر پسندیدہ یا مفید معلوم ہوتے تھے اور نبی علیہ السلام نے ان کو ترک کیا ہے ان کی خرابیوں کی وجہ سے تو یہ سنت ترکی ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے کھانے میں اور چیزوں کا اضافہ باوجود رواج کے نہیں کیا تو یہ سنت ترک ہے۔ اس لئے ان کو ترک کرنا سنت ہوگا۔ جیسے ہم آج کل فخر کا ذریعہ سمجھ رہے ہیں وہ اسراف و نمائش اور خود ستائی ہے۔

نمائش و نمود کی ایک صورت

۱۷۔ یہ عام رواج ہے کہ مہمان کے ساتھ اور بھی ملنے والے بلائیں اس سے مہمان کا اعزاز معلوم ہو۔ یہ یہاں نہیں کیا گیا اس سے معلوم ہوا کہ یہ اعزاز سنت ابراہیمی نہیں بلکہ فخر و نمود ہے۔

قربانی

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ حق تعالیٰ کا حکم ہوا ہے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر دیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے یہ تعبیر قرار دی کہ سو اونٹ خیرات کر دئے مگر پھر اگلی رات کو بھی خواب دیکھا تو سمجھ لیا کہ یہ ناکافی ہوئے پھر سو اونٹ اور خیرات کر دئے مگر تیسری رات پھر یہی خواب دیکھا تو اس سے چارہ نظر نہ آیا اور آنکھوں پر پٹی باندھ کر ذبح کر دیا تو حکم نازل ہوا (قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا) خواب سچا کر دیا۔ آنکھیں کھولیں تو جنتی مینڈھا ذبح ہوا پڑا تھا اور فرمایا "وفدیناہ بذبح عظیم" اور سب کے لئے یہ قربانی بدلہ والی ہوگئی اب اس میں غور کرنا ہے کہ قربانی کے کیا کیا مسئلے اس میں آگئے ہیں۔

قربانی جان کا فدیہ ہے

مسئلہ: 1 فدینا (ہم نے فدیہ دیا) اس عوض کو فدیہ فرمایا اور فدیہ وہ ہوتا ہے کہ انسان کسی مصیبت یا تکلیف میں مبتلا ہو تو کچھ دے کر چھوٹ جائے اس کو فدیہ فرمانا اس کی دلیل ہے کہ انسان بعض تکالیف اور مصائب میں مبتلاء ہو رہا ہے یا ہونے والا ہے اس کو اس کا فدیہ بنایا ہے اور اسے بچا دیا ہے۔

شکار کردہ جانوروں کی قربانی درست نہیں

مسئلہ: 2 فدیہ میں وہ چیز دی جاتی ہے جو خود پرورده ہو یا خرید کردہ ہو دل پر اس کے ذبح کرنے سے اثر ہوگا یعنی غم اور یہی مجاہدہ ہوگا۔ اس لئے اس سے معلوم ہوا کہ شکاری جنگلی جانوروں کی قربانی درست نہ ہونی چاہئے بڑے سے بڑا ہی کیوں نہ ہو۔ خود پرورده یا خرید کردہ کی ہوگی تا کہ مجاہدہ بن سکے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مال ورقم بجائے قربانی دینا درست نہیں

مسئلہ:3 چونکہ یہ جان کا فدیہ ہے اس لئے جاندار ہی فدیہ بننا چاہئے۔ غیر جاندار کی قربانی نہ ہو سکے گی نہ رقم کافی ہوگی نہ کوئی اور مال۔

حلال جانوروں کی قربانی

مسئلہ:4 فدیہ میں حلال جان کا فدیہ حلال جاندار ہی ہوگا ہاتھی تک قربانی میں معتبر نہیں ہوگا۔

قربانی میں بکرا وغیرہ اور ساتواں حصہ مقرر ہونے کی وجہ

مسئلہ:5 فدیہ اصل کے برابر یا قریب قریب ہونا ضروری ہے۔ کمی بیشی یا فدیہ میں کوتاہی کریگی یا ضرورت سے زائد کا نقصان۔ اس لئے بکرا یا اسکی انواع دنبہ چھترا مینڈھا خواہ کسی قسم کا ہو، بھاری، باریک۔ اور جان جان یکساں ہے۔ نر مادہ یکساں ہیں۔ اس لئے مرد عورت کی طرف سے نر مادہ سب درست ہیں۔ اور اگر جانور اس انسان سے بہت بڑا ہو تو زیادہ کا فدیہ ہونا خوشی سے ہوسکتا ہے۔ اس لئے پورا اونٹ ،اونٹنی، گائے، بھینس، بھینسا بھی درست ہیں مگر واجب سے زیادہ بے انصافی سی ہوگی۔ اس لئے ۱/۷ ساتواں حصہ جو اسکے قریب ہو قربانی کیا کریں۔

مرغی وغیرہ کی قربانی درست نہیں

مسئلہ:6 فدیہ کے قریب قریب ہونے کے انصاف (حصوں) سے کم کا (چونکہ فدیہ دنبہ بھیڑ وغیرہ یا ساتواں حصہ اونٹ گائے کو قرار دیا تھا اس لئے جو جانور حلال ہو لیکن اس سے کم ہو وہ فدیہ نہیں بن سکتا جیسے آگے مثال بطخ وغیرہ کی بیان کی) اور حلال ہونے کے سبب سے حلال جانور ہوگا۔ (مطلب یہ ہیکہ فدیہ میں شرط حلال ہونا بھی ہے اس لئے اگر حصہ میں

برابری ہو بھی گئی تو حلال نہ ہونے کی وجہ سے فدیہ نہیں بن سکتا جیسے کتا گدھا) اس لئے مرغی ،بطخ، تیتر وغیرہ اور کبوتر چڑیا طوطے معتبر نہیں ہونگے۔ بلی کتا گدھا وغیرہ حلال نہیں اور گھوڑا غزوات کا ہتھیار ہونے سے جائز نہیں ہوگا۔

مسئلہ:7 فدیہ کو اپنی طرف منسوب فرمایا "فدینا" لہذا جس کو خدا تعالیٰ نے فدیہ بنایا ہے وہی معتبر ہوگا اپنی طرف سے بنا دینا درست نہ ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے بجائے ۱/۷ اونٹ کے سو اونٹ خیرات کئے مگر معتبر نہ ہوئے۔

قربانی میں نبی کی جان کا فدیہ

مسئلہ:8 حضرت اسماعیلؑ کا فدیہ فرمایا "فدیناہ" کی ضمیر حضرت اسماعیلؑ کی طرف ہے۔ تو ان میں دو حیثیتیں ہیں۔ آدمی ہونا پھر نبی ہونا، بدل گو اللہ تعالیٰ ہی کی مقرر کردہ ہو مگر وہ آدمی کا فدیہ تو معتبر نہیں ہوگا چنانچہ " وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين " (اور ان لوگوں پر جو بڑھاپے سے روزہ کی طاقت نہ رکھیں فدیہ ہے ایک غریب کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا) یہ فدیہ اللہ تعالیٰ ہی کا مقرر فرمایا ہوا ہے مگر یہ روزہ کا فدیہ آدمی کی جان کا فدیہ نہیں اس لئے یہاں "فدینا" میں معتبر نہ ہوگا۔

قربانی کے بجائے صدقہ خیرات درست نہیں

مسئلہ:9 قربانی آدمی کا فدیہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہے مگر قتل اگر غلطی سے ہو جائے تو سو (۱۰۰) اونٹ دیت میں قاتل وارثانِ مقتول کو دیتے ہیں تو یہ بھی جان کا فدیہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا ہے۔ لیکن یہاں نبی کی جان کا فدیہ ہے اس کا یہ فدیہ نہیں۔ اس لئے حضرت ابراہیمؑ سے قبول نہیں ہوئے۔ (کیونکہ اونٹ عام آدمی کی جان کا فدیہ ہے اگرچہ اللہ کا مقرر کردہ ہے لیکن قربانی نبی کی جان کا فدیہ ہے اس لئے سو اونٹ حضرت ابراہیمؑ کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

قبول نہ ہوئے۔ لہٰذا قربانی کے بدلے کوئی مال قبول نہیں مردود ہے۔ یورپ زدہ لوگوں کا یہ کہنا کہ مقصود خیرات ہے۔ کسی بھی شے کو کسی بھی طرح کر دو، غلط ہے کہ یہاں نبی جیسی جان کا فدیہ درکار ہے۔ جب خلیل اللہ حضرت ابراہیمؑ کے سوا اونٹ بھی معتبر نہ ہوں تو ان سے بڑھ کر کون ہوسکتا ہے کہ اس کا صدقہ خیرات کافی ہوگا۔

قربانی میں ذبح ضروری ہے

مسئلہ: **10** " بذبح " حکم ہے۔ دیدینا، خیرات کردینا یہاں معتبر نہیں۔ جان کا فدیہ خون ہے۔ ذبح کرنا ہی مفید ہوگا ویسے دینا نہیں ہوگا۔ حضرت ابراہیمؑ سے ویسے دینا مقبول نہ ہوا تو اوروں کا کیا درجہ ہے؟

قربانی کے فدیہ عظیم ہونے کی وجہ

مسئلہ: **11** ایک سوال ہوتا ہے کہ آدمی اور پھر نبی جیسا آدمی اس کا فدیہ یہ معمولی دنبہ بکرا وغیرہ کیسے ہے؟ جبکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور پھر نبی سب انسانوں سے افضل ہے تو "عظیم" فرما کر اشارہ فرمادیا کہ عظیم وہ حقیر تو ہم بنانے والے ہیں جسے حقیر بنائیں وہ حقیر جسے عظیم بنائیں وہ عظیم ہے۔ حجر اسود سب سے عظیم ہے پھر باقی سب پتھر حتیٰ کہ وہ پتھر بھی جو حضرت موسیٰؑ کے معجزے میں ان کے کپڑے لے کر بھاگا تھا اس سے کم ہے۔ تو اسماعیلؑ کے بدل کے مینڈھا بلکہ اس کے موافق حکم والے ہر بکرا، دنبہ، چھترا، اونٹ، گائے یا بھینس کے حصہ کو بھی وہ عظمت عطاء کردی کہ قریب قرب ہوگیا۔ چنانچہ حدیثوں میں ہے کہ قربانی کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے قبول ہوجاتا ہے۔

اور قربانی کے ہر ہر بال بلکہ اون والے بال کے برابر بھی نیکی درج ہوتی ہے اور یکم ذی الحجہ سے دس بلکہ ۱۲ ذی الحجہ تک اس خون کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بہانے کا وہ اجر

ہے کہ کسی اور عبادت کا ان دنوں اتنا اجر نہیں ہے۔ اور قربانی کا گوشت خدائی دعوت کا کھانا ہے اسی لئے ان چاروں ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ کا روزہ ایسے ہی حرام ہے جیسے عیدالفطر کا روزہ حرام ہے۔

اندازہ کیجئے کہ یہ جانور کتنا عظیم الشان ہے تبھی تو ایک ہونے والے معزز نبی کی جان کا فدیہ بنا اور تا قیامت اس کے مشابہ جانوروں کا فدیہ قرار پایا۔

قربانی کا انکار موجبِ عذاب ہے

مسئلہ: **12** قربانی بیٹے کی بطور امتحان حضرت ابراہیمؑ پر فرض ہوئی تھی تو انہوں نے اتنا بڑا کام اور ایسے ہی ان کے صاحبزادے نے خوشی خوشی قبول کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جان بخشدی اور ہمیشہ کیلئے فدیہ ہی مقرر کردیا ہے۔ اگر ہم سب خوشی خوشی فدیہ منظور نہ کریں گے تو خدشہ ہے کہ سخت گرفت نہ ہوجائے۔ اس لئے کسی قسم کا عذر نہ بنایا جائے ورنہ فدیہ کا انکار عذاب کو دعوت دینا ہے۔

قربانی کس پر واجب ہے

مسئلہ: **13** قربانی ہر ہر مرد وعورت پر امراض وتکالیف کا فدیہ ہو کر واجب ہوئی تھی مگر فضل وکرم ہے کہ ہر شخص پر نہیں، نابالغ پر نہیں، ہر بالغ مرد وعورت پر ہے جو نصاب زکوٰۃ کا مالک ہے چاہے دس ذی الحجہ کی صبح سے بارہ کی عصر تک کسی وقت اتنے کا مالک ہوا ہو اس پر قربانی واجب ہے اور غرباء کی یہ رعایت ہے یعنی ان سے بغیر فدیہ کے ان چیزوں کو روک دیا جو فدیہ سے رکتی ہیں۔

صاحب ثروت پر وجوب

مسئلہ: **14** عظیم کی ہر طرح سے عظمت کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر بالغ ہر پیسہ والے کو

toobaa-elibrary.blogspot.com

بھی یہ عظیم دولت حاصل کرنی واجب ہو۔

قربانی کے لئے خرید کردہ جانور ایام قربانی کے بعد خیرات کرنا

مسئلہ: 15 مقررہ فدیہ کی تبدیلی جائز نہیں ہوسکتی۔ نہ بغیر ذبح نہ خیرات کرنے سے خواہ جانور کی کل قیمت ہو۔ یہ وقت کے اندر تو جائز نہیں ہاں جانور کسی وجہ سے لیا ہوا رہ گیا تو اسے خیرات کرنا واجب ہے کہ فدیہ دوسرے کام نہ آئے۔ کامل طریقہ سے نہ ہوسکا تو ایسے ہی سہی۔

بجائے قربانی بچہ کو ذبح کرنا حرام ہے

مسئلہ: 16 فدیہ اصل بچہ کی جگہ کرم وانعام ہے اس کو چھوڑ کر اصل بچہ کو ذبح کرنا حرام اور اس انعام کو رد کرنا انتہائی جرم ہے۔ انعام والے کی توہین ہوتی ہے اس لئے یہ مستحق سزا ہوگا۔

رضاعت (دودھ کا رشتہ)

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے قرآن پاک کی ایک مختصر آیت "وامھٰتکم اللاتی ارضعنکم" سے بہت سے مسائل کا استنباط کیا ہے۔

اس آیت سے یہ مسئلہ ثابت کیا گیا ہے کہ جو عورت کسی غیر کے بچے کو دودھ پلادے گی وہ اس بچے کی ماں ہوجائیگی اور وہ بچہ اس کے لئے بمنزل اولاد ہوگا اور اسکی اولاد اس کے لئے بمنزل بھائی بہن اور وہ سب رشتہ جو ان کے درمیان قائم ہیں اسکے بھی شمار ہوں گے۔ اور جن سے اس کی اولاد کا نکاح نہیں ہوسکتا اس کا بھی نہیں ہوسکے گا۔

نیز اس حرمت کے عقلی دلائل بھی ذکر کیے ہیں۔ زیر نظر نکات کے مطالعہ سے قبل اصل مسئلہ سمجھ لینا چاہیے۔

شرعی مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی عورت کسی غیر کے بچے کو دو یا ڈھائی سال (عند الاحناف) کی عمر کے اندر اندر دودھ پلادے تو اس بچے سے اس کا رضاعت کا رشتہ قائم ہوجائے گا۔ زیادہ سے زیادہ دو سال کی عمر تک دودھ پلانا حلال ہے اسکے بعد حرام لیکن احناف کے نزدیک اگر ڈھائی سال کی عمر تک بھی پلا دیا تو حرمت رضاعت ثابت ہوجائے گی۔ یہ بچہ اس عورت کا رضاعی بیٹا یا بیٹی بن جائے گا۔ اور وہ سب احکام نکاح سے متعلق ثابت ہوں گے جو اس کی اولاد کے بارے میں ہیں۔

البتہ وراثت میں حصہ دار نہیں ہوگا۔ دودھ پینے میں یہ بھی شرط ہے کہ ڈھائی سال کے اندر اندر پیئے اگر اس عمر کے بعد پیے گا یہ رشتہ قائم نہ ہوگا۔

احناف کے نزدیک چاہے تھوڑا دودھ پیے یا زیادہ ہر طرح حرمت قائم ہوجاتی ہے۔ پستان سے پیے یا چمچے وغیرہ میں نکال کر حتی کہ اگر کسی چیز مثلاً دوا میں ملا کر پلائیں تو اگر دودھ کی مقدار زائد ہے تو بھی حرمت ثابت ہوگی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اگر دو الگ الگ عورتوں کے بچوں نے کسی ایک تیسری عورت کا دودھ پیا ہے، چاہے اکٹھے چاہے الگ الگ تب بھی ان دونوں بچوں میں اس عورت مرضعہ کی رضاعی اولاد ہونے کی وجہ سے حرمت قائم ہو جائے گی اور یہ آپس میں رضاعی بہن بھائی کہلائیں گے۔ اور ان کا آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا۔

ایک مسئلہ یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ یہ حرمت رضاعت صرف عورت کا دودھ پینے اور اس میں شریک ہونے سے ہوتی ہے کسی بکری، گائے، بھینس وغیرہ کا دودھ اگر دو بچے پی لیں تو یہ حرمت قائم نہیں ہوتی۔

مفتی صاحبؒ نے اس مضمون میں اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ نسبی رشتوں ماں، باپ، بھائی، بہن، بھانجے بھتیجوں سے جو نکاح حرام ہے تو اس کی وجہ علاقہ جزئیت ہے کہ ایک دوسرے کا جزو ہوتے ہوئے نکاح حرام ہے۔ یہی علاقہ جزئیت دودھ پینے سے بھی ثابت ہوتا ہے اس لئے وہاں بھی نکاح حرام ہے۔

زیر نظر مضمون چونکہ مفتی صاحب قدس سرہ نے عمر کے آخری ایام میں تحریر فرمایا تھا جس میں ہاتھ میں رعشہ ہونے کی وجہ سے حروف چھوٹ گئے اور کہیں عبارت بہت مغلق ہو گئی تھی تو احقر نے بین القوسین یا حاشیہ میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔ نسب کی طرح رضاعت سے حرمت ثابت ہونے کی (۲۰) عقلی حکمتیں حضرت نے لکھی تھیں جو البلاغ میں چھپی تھیں افادہ عام کیلئے احقر نے ان کو بھی اس میں شامل کر دیا ہے۔

فقط خلیل احمد تھانوی

رضاعت (دودھ کا رشتہ)

محرم عورتوں کے بیان میں ہے وامھتکم اللاتی ارضعنکم (اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے)

دودھ پلانے والی ماں ہے

مسئلہ ۱: دودھ پلانے والی کو ام (ماں) سے تعبیر فرماتا ہے کہ جس جس عورت نے دودھ پلایا ہے، ایک، دو تین یا چار، یہ سب عورتیں اس کی مائیں بن گئیں اور یہ سب محرم ہو گئیں۔

مرضعہ کے رشتہ داروں سے رشتہ داریوں کا قیام

مسئلہ ۲: ام (ماں) فرماتا ہے کہ یہ ماں ہے اس کا خاوند باپ اس کی ماں نانی اور اس کی بہن خالہ ہے۔

مسئلہ ۳: اس کی عینی بہن (۱)، علاتی بہن (۲)، اخیافی بہن (۳) سب خالائیں ہو گئیں اور اس کے سب بھائی عینی، علاتی، اخیافی ماموں ہو کر سب محرم ہو گئے (۴)۔

مسئلہ ۴: اور اس (ماں) کی سب اولادیں بھائی بہن اور ان کی اولادیں بھانجے بھانجیاں بھتیجے بھتیجیاں بن گئیں (۵)۔

مسئلہ ۵: اور عینی علاتی اخیافی ہر قسم کے بہن بھائی کی اولاد بھی بھتیجے بھتیجیاں

---

(۱) جن دونوں بہن بھائیوں کے ماں باپ ایک ہوں یعنی سگے بہن بھائی (۲) جن دونوں بھائی بہنوں کا باپ ایک ہو، ماں الگ الگ (۳) جن کی ماں ایک ہو اور باپ الگ الگ (۴) رضاعی ماں کے یہ سب قسم کے بہن بھائی جو اوپر ذکر کیے گئے ہیں اس دودھ پینے والے بچے کے سگے خالہ ماموں کی طرح محرم ہو گئے اور ان سے نکاح حرام ہو گیا (۵) اور اس رضاعی ماں کی جتنی بھی اولادیں ہیں خواہ حقیقی یا رضاعی سب اس دودھ پینے والے بچے کے بھائی بہن ہو گئے اور ان کی اولادیں اس بچے کے بھانجے بھتیجے ہو گئے اور ان سب سے نکاح حرام ہو گیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

بھانجے بھانجیاں ہوگئیں۔

مرضعہ کے دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ رشتۂ حرمت کی حد

مسئلہ۶: رضاعی ماں کا خاوند سگا باپ، اور اس دودھ سے پہلے والا یا بعد والا دوسرا سوتیلا باپ(۱)، اور سگے باپ کی دوسری بیوی(۲) کی اولاد سوتیلے بہن بھائی اور ان کی اولادیں سوتیلے بھتیجے بھتیجیاں، بھانجے بھانجیاں ہیں۔

مسئلہ۷: رضاعی باپ کے عینی علاتی اخیافی بھائی، چچا تایا ہوں گے، یہ تو محرم ہیں مگر ان کی اولاد نامحرم ہوگی۔(۳)

مسئلہ۸: رضاعی باپ کی دوسری بیوی اور اس کی اولاد سوتیلے رضاعی ماں اور بہن بھائی ہیں۔

جو رشتے نسب میں حرام رضاعت میں بھی حرام

مسئلہ۹: نسبی رشتہ داروں کی طرح یہاں بھی محرم و نامحرم ہوں گے۔

---

(۱) جس وقت اس بچے نے دودھ پیا ہے اس وقت جس شخص کے نکاح میں یہ عورت ہے وہ اس بچے کا سگا رضاعی باپ ہوگا، اور اگر عورت نے اس شخص سے پہلے کسی شخص سے نکاح کیا تھا جو مر گیا یا طلاق دے دی تھی وہ بھی اس بچے/بچی کا سوتیلا رضاعی باپ شمار ہوگا۔ اور اس سے نکاح حرام ہوگا۔ اسی طرح اگر اس مذکورہ شوہر جس کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس نے دودھ پلایا ہے اس کے مرنے یا طلاق دینے کے بعد کوئی نکاح کیا تو وہ بھی اس رضاعی بچے کا سوتیلا باپ ہوگا اور اس سے نکاح حرام ہے(۲) جس عورت کا اس بچے نے دودھ پیا ہے اگر اس کے شوہر کی کوئی اور بیوی یا بیویاں ہیں تو ان کی سب کی اولاد بھی اس بچے کے سوتیلے بھائی بہن بن جائیں گے۔ اور ان کے بچے بھانجے بھتیجے ہوں گے جن سے نکاح حرام ہوگا۔

(۳) جس عورت کا دودھ پیا ہے اس کا موجود شوہر جس سے یہ دودھ اترا ہے اس بچے کا سگا رضاعی باپ ہے اور اس باپ کے جو بھی بہن بھائی ہیں چاہے حقیقی ہوں یا چاہے باپ شریک ماں شریک سب اس بچے کے چچا تایا پھوپیاں ہو جائیں گی اور ان سے نکاح حرام ہے۔ اور ان کی اولادیں نامحرم ہوں گی۔

حضورﷺ کا ارشاد ہے۔ یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب (دودھ سے وہ سب محرم ہیں جو نسب سے محرم ہیں) نسب سے محرم ہیں اصل و نسل یعنی جن جن سے یہ پیدا ہوا، اور جو دوسرے پیدا ہوئے (کہ سب میں علاقہ جزئیت کا ہے کہ سب ماں باپ ہی کے اجزاء ہیں اس لئے آپس میں محرم ہیں) بلاواسطہ یا درمیان میں واسطہ ایک دو تین وغیرہ(۱)، یعنی ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ تک اور جو اس سے پیدا ہوئے ہیں، بیٹا بیٹی، پوتا پوتی اور ان کی اولاد قیامت تک وہ بھی اس کی محرم(۲) ہیں۔ مرد عورتوں کیلئے عورتیں مردوں کیلئے محرم ہیں۔ اور اصل بلاواسطہ یعنی ماں باپ کی نسل بلاواسطہ یعنی جو خود ان سے پیدا ہوئے ہیں جیسے بھائی بہن عینی (سگے) ماں باپ شریک ہیں۔ علاتی صرف باپ میں شریک۔ اخیافی صرف ماں میں شریک۔

اور ماں باپ کی اولادیں ایک واسطہ سے یا دو تین چار واسطوں سے ہوں قیامت تک سب اس کے محرم ہیں۔ اور اصل بواسطہ خواہ ایک واسطہ ہو جیسے نانا، نانی، دادا، دادی خواہ دو واسطے ہوں جیسے پردادا، پردادی، پرنانا، پرنانی، یا تین چار واسطے ہوں حضرت آدمؑ و حضرت حواؑ تک۔ انکی بلاواسطہ نسل یعنی ان کے بیٹا بیٹی تو محرم ہیں اور ایک دو تین چار یا زیادہ واسطوں سے ہیں تو محرم نہیں(۳) ہیں۔ یہی حال رضاعت میں ہے کہ اصل و نسل

---

(۱) مطلب یہ ہے کہ ماں باپ کا تو یہ خود جز ہے اور دادا دادی نانا نانی حضرت آدم تک ایک دو تین یا زائد واسطوں میں اجزاء بنتے ہیں اس لئے ان سے بھی علاقہ جزئیت کا قائم ہو کر نکاح حرام ہے۔ اس لئے کہ یہ سب اس بچے کی اصل ہیں۔ جن سے یہ پیدا ہوا ہے(۲) اور جو اس کی اولاد ہیں یا اولاد کی اولاد ہیں چاہے جتنے واسطے درمیان میں ہوں وہ سب اس کا جز ہیں اور یہ ان کے لئے بمنزل باپ ہے اس لئے ان سب سے نکاح حرام ہے(۳) مطلب یہ ہے کہ جن واسطوں کا تعلق اس سے ڈائرکٹ بنتا ہے وہ تو اس کے محرم ہوں گے اور جن کا کسی واسطے کے ذریعہ بنتا ہو وہ محرم نہیں ہوگا۔ مثلاً پردادا تو محرم ہے لیکن پردادے کے بھائی کا بیٹا جو رشتہ میں اس کا دادا لگتا ہے محرم ہوگا۔ اس لئے کہ پردادا سے تو علاقہ جزئیت ہے لیکن اس کے بھائی کے بیٹے سے اس کا کوئی علاقہ جزئیت کا نہیں ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سب محرم ہیں اصل بلاواسطہ کی نسل تا قیامت اس کی محرم اور اصل بواسطہ خواہ ایک واسطہ ہو یا چند۔ان کی نسل بلاواسطہ محرم بالواسطہ یا بالوسائط محرم (۱) نہیں۔

رضاعی بہن بھائیوں کی اولاد میں کون کون محرم ہے

مسئلہ ۱: رضاعی بھائی بہن جنہوں نے ایک ساتھ دودھ پیا ہے اس کی کل اولاد دودھ پینے والے کی محرم (۲) ہیں انکے بیٹی یعنی رضاعی ماں باپ دونوں کی اولاد محرم (۳) اور علاتی صرف باپ کی شریک کہ مرضعہ کے خاوند کی دوسری بیوی کی اولاد بھی محرم (۴) ہے اور اخیافی کہ مرضعہ کی دوسرے خاوند کی اولاد بھی محرم (۵) ہے۔واخـواتـكـم مـن الرضاعة میں داخل ہیں جس نے دودھ پیا تھا اس کیلئے نہ اس کے بہن بھائی کیلئے (۶)۔

---

(۱) یحرم من الرضاع مایحرم من النسب والی مذکور حدیث کی وجہ سے یہ سب احکام حرمت کے اس بچے میں بھی ثابت ہوں گے جو رضاعی بیٹا بیٹی ہو (۲) مطلب یہ ہے کہ جن دو بچوں نے ایک عورت کا دودھ پیا ہے ان میں سے ہر ایک کی کل اولاد دوسرے کے لئے محرم ہے (۳) ان دودھ پینے والے بچوں کے رضاعی ماں باپ کی کل اولاد سگی سوتیلی ہر قسم کی ان کی محرم ہوگی (۴) جس عورت کا دودھ پیا ہے اس کے شوہر کی وہ اولاد جو اس کی کسی دوسری بیوی سے ہو اس دودھ پینے والے بچے کی محرم ہے (۵) اسی طرح جس عورت کا اس بچے نے دودھ پیا ہے تو ایک تو اس عورت کا وہ شوہر جس سے یہ دودھ اترا تھا اور ایک سابقہ اگر اس کا کوئی شوہر تھا جس نے طلاق دی ہو یا مر گیا ہو اور اس سے کوئی اولاد تھی تو وہ بھی اس دودھ پینے والے بچے کے محرم ہوں گے۔اسی طرح اگر اس شوہر کے بعد کہ جس سے یہ دودھ اترا ہے۔اس نے کوئی اور شادی کی اور اس سے کوئی اولاد ہوئی تو وہ بھی اس بچے کے محارم ہوں گے (۶) یہ سب مذکورہ رشتے اس بچے کے لئے ثابت ہوں گے جس نے کسی عورت کا دودھ پیا ہے لیکن اگر اس دودھ پینے والے بچے کے دوسرے بہن بھائی ہیں جنہوں نے اس دودھ پلانے والی کا دودھ نہیں پیا تو ان کیلئے یہ رشتے حرمت کے ثابت نہیں چنانچہ اس بچے کے سگے نسبی بھائی کی شادی اس کی مرضعہ بہن سے ہو سکتی ہے جبکہ اس کی اپنی نہیں ہو سکتی۔

حضرت مفتی صاحبؒ قدس سرہ سے ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد موسیٰ صاحب روحانی البازی استاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ نے سوال کیا کہ دودھ پینے سے حرمت رضاعت کے ثبوت کے عقلی دلائل اگر بتلا دیئے جائیں تو عنایت ہوگی حضرتؒ نے اس کے جواب میں بیس (۲۰) عقلی دلائل عربی میں لکھ کر دیئے تھے پھر خود ہی ان کا ترجمہ کر کے رشتۂ رضاعت کی حقیقت کے عنوان سے ماہنامہ البلاغ کو بھیج دیا تھا جو جمادی الاولی ۱۳۹۷ھ میں طبع ہوا تھا۔افادہ عام کے لئے پیش خدمت ہے

خلیل احمد تھانوی

رشتۂ رضاعت کی حقیقت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلماً ------

ایک صاحب نے سوال کیا ہے کہ حدیث شریف " یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب " (رضاعت یعنی دودھ کے رشتہ سے وہ سب محرم ہوتے ہیں جو نسب سے ہوتے ہیں) بخاری ومسلم کی اس حدیث میں یقیناً بہت حکمتیں ہیں امید ہے کہ ان کو ظاہر کیا جائے گا۔

جواباً عرض ہے کہ شریعت کی حقیقی مصلحتوں تک کسی کی نظر پہنچ نہیں سکتی جو اس وقت حکمتیں ذہن میں موجود ہیں پیش ہیں مگر اصل حکمتوں کے مقابلے میں سب ہی نا قابل التفات ہوں گی ہاں ایک معمولی عقل کی رسائی یہاں تک دیکھ کر شاید یہ اندازہ لگانا سہل

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہو جائے گا کہ ان سے لاکھوں درجہ بلند و بالا حکمتیں ہونگی جو خدا اور رسولؐ اور ان کے مخلصین بندوں کو معلوم ہونگی۔ ہم لوگوں کو اسی پر ایمان رکھنا چاہئے آخر حکیم مطلق کا کوئی حکم حکمت سے خالی کیسے ہوسکتا ہے؟

۱۔ نسب کے رشتہ سے جو محرم ہونا ثابت ہوتا ہے علمائے دین نے اس کی حکمت ایک کا دوسرے کے لئے جز ہونا قرار دیا ہے کیونکہ نطفہ تمام اعضاء کا جوہر اور ہر ہر جز کا ایک خلاصہ ہے تو جو بچہ اس سے بنے گا اس میں اس کل کے جُز ہونے کی شان لازم ہے (۱) دوسری بات یہ کہ اس کے لئے جو قرارگاہ ہے (۲) وہ پشت اور رحم ہے قرارگاہ سے فوائد (۳) حاصل کرنے کی بناء پر یہ ان کے بھی جز ہونے کی صورت اختیار کرتا ہے یعنی ان قرارگاہوں میں سب اولاد کا مشترک ہونا جز ہونے کا علاقہ قائم کردیتا ہے تو جیسے ہر بچہ کا وجود اجزائے رحم سے حاصل ہونے سے ایک دوسرے کا محرم بن جاتا ہے ایسے ہی ہر بچہ کا وجود دودھ سے جو عورت کا جُز ہے حاصل ہونے سے جز ہونے کا علاقہ قائم ہو کر ایک دوسرے کا محرم بننا ضروری ہے (۴)

۲۔ رحم میں بچہ کا نشوونما ایک غذا سے ہوتا ہے جو عورت کا خون ہوتا ہے اسی سے تندرست عورتوں میں سے ایام حمل میں کسی کو خون نہیں آتا جو جو بچے اس غذا سے نشوونما پاتے ہیں گو مختلف سالوں میں پیدا ہوں وہ سب ایک دوسرے کے محرم ہوتے ہیں۔ پھر قرب ولادت کے وقت یہی خون عورت کے دودھ کی صورت اختیار کرلیتا ہے تو جب اس ایک ہی غذا سے نشوونما ہو جائے تو جیسے حیض اور قبل تبدیلی کے یہ حرمت ابدی کا سبب ہے

(۱) یعنی جس کا یہ نطفہ ہے یہ بچہ اسکا جز ہے (۲) نطفہ کے رہنے کی جگہ (۳) پشت و رحم میں رہتے ہوئے چونکہ اس کے اجزاء میں زیادتی ہوتی ہے اس لئے گویا اس کا بھی جز ہوتا ہے (۴) دودھ چونکہ عورت کا جز ہے جس سے بچہ کے اجزاء بنے تو وہ جز ہوا عورت کا اور دوسرا بھی جز ہوا اس لئے ایک دوسرے کے محرم ہوئے۔

اب اسی اصلی غذا کے تبدیل ہیئات کے بعد کے نشوونما سے بھی حرمت ابدی یعنی ہمیشہ کے لئے محرم ہونا لازم ہوگا خواہ تفاوت (۱) سالوں کا بھی ہو جائے اور دس بیس سال آگے پیچھے ہو جائیں۔

۳۔ نطفہ کی اصل قرارگاہ مرد میں پشت ہے اور عورت میں پسلیاں جیسے کہ خود خداتعالیٰ کا ارشاد ہے "یخرج من بین الصلب والترائب" (نطفہ پشتوں اور پسلیوں کے درمیان سے نکلتا ہے) جیسے مردوں کی پشت میں شرکت ہونا محرم ہونے کا سبب ہے ایسے ہی عورتوں کی پسلیوں میں شرکت بھی محرم ہو جانے کا ذریعہ ہے اور دودھ کی قرارگاہ بھی عورت کی پسلیاں ہی ہیں قرارگاہ کی شرکت (۲) ہی محرم ہونے کا ذریعہ بنی تو دودھ بھی محرم ہونے کا سبب ہے۔

۴۔ دودھ کے پیدا ہونے میں مرد کی صحبت کو بھی دخل ہے کیونکہ عورت میں بے صحبت عادۃً دودھ نہیں ہوتا اس لئے مرد کو بھی دودھ میں دخل ہوا مرد کے جز ہونے میں شرکت اور محرم بننے میں شرکت بلکہ تینوں قسموں (۳) کے محرم ہونے کی صورت ہوئی اعیانی (ماں باپ شریک) علاتی (صرف باپ شریک) اور اخیافی (صرف ماں شریک) بھائی بہن بھی ہونے لگے یعنی عمر نے زید کی بیوی ہندہ کا دودھ پیا تو دونوں کی مشترکہ اولاد اخیافی (۴) رضاعی بھائی بہن اور زید کی دوسری بیوی سے اولاد علاتی (۵) اور ہندہ کے دوسرے خاوند سے اولاد اخیافی (۶) بہن بھائی ہوگئے۔

۵۔ پھر چونکہ محرم ہونا دودھ سے غالب نشوونما پانے سے ہوتا ہے اس لئے ایسی مدت

(۱) کئی سال کا ایک دوسرے کی پیدائش میں یا دودھ پینے میں فرق ہی کیوں نہ ہو یہ ایک دوسرے کے محرم ہونگے (۲) اس قرارگاہ یعنی پسلیوں میں دونوں کا مشترک اجزاء سے ہونا محرم ہونے کا سبب ہے (۳) اولاد کی تمام قسموں میں حرمت ثابت ہوگی جیسے آگے ذکر کرتے ہیں۔ (۴) ماں باپ شریک بھائی بہن (۵) باپ شریک (۶) ماں شریک

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں دودھ کا پینا اثر انداز ہوسکتا ہے جب اکثری نشو ونما دودھ سے ہوتا ہو وہ عمر دو سال کی ہوتی ہے لہذا دو سال سے بڑی عمر والے پر محرم بنانے کا اثر نہیں ہوگا کیونکہ اکثری نشو ونما اس دودھ سے نہیں ہے اور کم کم مثل معدوم کے ہوتا ہے۔

۶۔ جب کہ نسب میں جز ہونا خواہ حقیر سا جز ہونا ہی ہو محرم ہونا ثابت کرتا ہے تو یہاں بھی قطرہ کا حلق میں جانا خواہ ایک قطرہ ہی کیوں نہ ہو محرم ہونا ثابت کردے گا۔

۷۔ جب کہ بچہ کا نشو ونما حلق میں دودھ پہنچنے سے ہونے پر محرم ہونے کا مدار ہے تو یہ اس سے عام ہونا ضروری ہے پلایا جائے یا ویسے ہی حلق میں ڈال دیا جائے یا ناک کے ذریعہ پہنچایا جائے یا کسی سیال چیز میں زیادہ یا برابر کا ملا کر پلا دیا جائے نہ کہ کم کہ قلیل مثل معدوم (۱) کے ہے اس سے کچھ نہ ہوگا۔

۸۔ ماں ماں اور باپ باپ اسی لئے تو ہوتے ہیں کہ بچہ کا نشو ونما ان کے اجزا سے ہوتا ہے تو جب نشو ونما دو سالہ عمر تک دودھ سے ہوتا ہے اور دودھ دونوں کا جز ہے تو دودھ پلانے والی اس کی ماں اور پھر اس کا باپ اسکا نانا اسکی ماں نانی بہن خالہ اس کا بھائی ماموں اور دادھیال نانہیال اور اس کی سب اولاد اس کے بھائی بہن اور ان کی اولادیں بھائی بہن کی اولاد ہو جائیگی اور اسکا شوہر بچہ کا باپ پھر اس کا باپ دادا اس کی ماں دادی بھائی بہن چچا پھوپی ان کی اولاد میں چچازاد پھوپی زاد اور باپ کی دادیاں نانیاں اس کی دادیاں اس کی اولاد بہن بھائی وغیرہ محرم غیر محرم کی طرح ہو جاتے ہیں اور دونوں کے اقارب اس کے اقارب ہو گئے جیسے نسب سے تھے۔ یہی تو حضور ﷺ کا ارشاد ہے رضاعت سے وہ سب محرم ہو جاتے ہیں جو نسب سے محرم ہوتے ہیں۔

۹۔ اگر اکثری نشو ونما کا وقت نہ ہو پاوے کہ مثلاً بچہ کی عمر دو سال سے زیادہ ہو تو

(۱) اگر عورت کا دودھ کم ہو بس میں ملائیں وہ زائد ہو تو حرمت ثابت نہیں ہوگی کہ کم مقدار نہ ہونے کے برابر ہے۔

نشو ونما کم مثل معدوم (۱) کے ہو کر محرم ہونے کا اثر انداز نہ ہوگا گو اس وقت پلانا گناہ ہوگا یا دودھ ہی اس تک نہ پہنچے تو محرم ہونا ثابت نہ ہوگا جیسے لڑکی کے لئے اس کے رضائی بھائی نسبی بھائی وغیرہ (۲)۔

۱۰۔ جب کہ اعتبار وقت نشو ونما میں نشو ونما کے سبب ہونے کا ہے اگر نشو ونما کا سبب نہ ہو تو محرم ہونا ثابت نہ ہوگا مثلاً بذریعہ حقنہ (۳) (عمل) دودھ چڑھا دیا جائے تو اس سے کچھ نہ ہوگا۔

۱۱۔ نشو ونما بچوں میں دودھ سے ہوتا ہے لہذا اگر کسی بڑھیا نے جس کے دودھ میں صرف پسینہ یا پانی نکلتا ہو وہ پلا دیا تو محرم ہونا ثابت نہ ہوگا۔

۱۲۔ چونکہ نشو ونما ہو سکنے پر مدار ہے اس لئے اگر ایسے پہنچایا گیا کہ معدہ میں نہیں جاتا تو محرم ہونا ثابت نہ ہوگا۔ کان میں ٹپکانے سے کچھ نہ ہوگا گو استعمال درست نہیں۔

۱۳۔ آنکھوں میں ڈالنے سے بھی محرم ہونا ثابت نہ ہوگا گو اس استعمال سے گناہ ہوگا۔ (۴)

۱۴۔ انجکشن کرنے سے رگوں میں جاتا ہے معدہ میں نہیں اور وہ نشو ونما کا سبب نہیں ہے اس سے بھی محرم ہونا ثابت نہ ہوگا۔

۱۵۔ مالش کرنے سے خواہ سر پر ہو یا جسم پر یا زخموں پر سبب نشو ونما میں اس کا اثر نہیں ہوگا۔

(۱) کیونکہ دو سال کے بعد بچہ کی نشو نما میں دخل دودھ کی نسبت دوسری غذاؤں کو زیادہ ہوتا ہے تو اگر اس کے بعد دودھ پیے گا تو بھی اس سے زیادہ نشو نما نہیں ہوگی جس کا اعتبار نہ ہونے کی وجہ سے حرمت ثابت نہ ہوگی (۲) مثلاً زید نے رشیدہ کی ماں کا دودھ پیا ہے تو وہ اس کا رضاعی بھائی ہے اور اس کا رشیدہ سے نکاح حرام ہے لیکن زید کا نسبی بھائی عمر جس نے رشیدہ کی ماں کا دودھ نہ پیا ہو اس سے رشیدہ کا نکاح جائز ہے (۳) پخانہ کے رستہ بذریعہ انیما دودھ پہنچایا جائے (۴) اس لئے کہ یہ آدمی کا جز ہے اور اس سے انتفاع درست نہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۶۔ مسامات کے ذریعہ پہنچنے پر بھی اثر انداز نہ ہوگا وہ نشو ونما کا ذریعہ نہیں بنتا۔

۱۷۔ چونکہ نشو ونما اور رشتہ عورت کے دودھ سے ہوتا ہے اس لئے مردہ عورت اور کنواری بالغ عورت کا دودھ بھی محرم بنادے گا لیکن اگر کسی مرد کے دودھ ہو جائے یا جانور کا دودھ ہو تو کچھ نہ ہوگا۔

۱۸۔ حرمت ابدی یعنی محرم ہو جانا بڑا سخت معاملہ ہے اس لئے چشم دید دو (۲) عادل مرد یا ایک مرد اور دو عادل عورتوں سے کم کی گواہی سے ثبوت نہ ہوگا فقط پلانے والی کا اعتبار نہیں ہے۔

۱۹۔ رضاعت یعنی دودھ کا رشتہ محرم ہونے میں تو معتبر ہے مگر میراث ملنے میں اس کا کوئی دخل نہیں گو میراث اجزاء یعنی اولاد کے لئے تھی اس کا راز یہ ہے کہ نطفے تمام افرادِ بدن کا خلاصہ و جوہر ہیں جیسے ہر بیج کہ اس سے رنگا رنگ شاخیں نئے پھول پھل پیدا ہوتے ہیں اور خون جو رحم میں غذا بنتا ہے وہ بھی ایسا ہی ایک جوہر ہے جس سے گوشت پوست ہڈیاں پٹھے سب اعضاء سب رطوبات بنتی ہیں یہ دونوں اصلی و حقیقی جز ہیں جن میں تبدیلی نہیں آتی یہ دو قسم کا جز ہونا نسبی اولاد میں تو ہے اس لئے وہ وارث بن جاتی ہے اور دودھ بھی اگر چہ جز ہے کہ خون کی تبدیلی سے حاصل ہوا ہو لیکن دودھ بن جانے میں اس کی حقیقت بالکل بدل گئی ہے خون اپنی اصل حقیقت پر باقی نہیں رہا بلکہ تبدیل ماہیت ہوگئی کہ پاک اور مشروب بن گیا جب کہ پہلے ناپاک ناقابل شرب تھا اس لئے اس تبدیلی کے بعد اس کے جز ہونے میں ہلکا پن آگیا ہے جز غیر اصلی ہوگیا اس لئے میراث کے لئے معتبر نہیں ہوتا مگر عصمت و عفت کا معاملہ نہایت نازک ہے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے اس لئے وہاں اثر انداز ہوا۔

۲۰۔ اور چونکہ دودھ کے جز ہونے میں خفت پیدا ہوگئی تبدیل حقیقت ہوگئی اور وہ جزءِ حقیقی ہونے کی قوت جو نطفہ رحم خون کی تھی نہیں رہی اس لئے رضاعت و نسب کے حقوق میں بھی تفاوت لازمی ہے نسبی ماں باپ بھائی بہن اقرباء کے حقوق رضاعی اقرباء سے بڑھ کر ہیں۔ واللہ اعلم۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اعجازِ کوثر

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

ماقبل سورۃ سے تقابل

اس سورۂ مبارکہ میں اختصار کے باوجود کئی لطائف ونکات ہیں۔ سب سے عجیب نکتہ یہ ہے جس کو ہم ذکر کرتے ہیں کہ یہ سورۃ کوثر ماقبل والی سورۃ کے مقابلہ میں ہے کیونکہ اللہ پاک نے سورۃ متقدمہ میں منافق کے چار اوصاف ذکر فرمائے ہیں۔ وصف اول بخل ہے جس کو (یدع الیتیم ولا یحض علیٰ طعام المسکین) میں ذکر فرمایا ہے دوسرا وصف ترک صلوۃ ہے جس کو (الذین ہم عن صلوتهم ساهون) میں ذکر فرمایا ہے اور تیسرا وصف مراءت فی الصلوۃ یعنی نماز ریا کاری کے لئے پڑھنی ہے جس کو (الذین هم یراء ون) میں ذکر فرمایا ہے اور چوتھا وصف منع من الزکوۃ یعنی زکوۃ نہ دینا ہے جس کو (ویمنعون الماعون) میں ذکر فرمایا ہے۔

تو اللہ پاک نے اس سورۃ کوثر میں ان صفات اربعہ مذکورہ(۱) کے مقابل چار صفات حمیدہ(۲) ذکر فرمائی ہیں اور بخل کے مقابلہ میں فرمایا ہے (انا اعطینٰك الکوثر) ہم نے آپکو خیر کثیر عطاء کی ہے آپ بھی کثرت سے عطاء فرمائیں اور بخل مت کریں۔ اور ترک صلوۃ کے مقابلہ میں (فصلّ) فرمایا کہ آپ نماز پر مداومت فرمائیں۔ اور ریا کاری کے مقابلہ میں (لربك) فرمایا کہ آپ اپنے رب کی رضاء کے لئے نماز اداء فرمائیں نہ کہ لوگوں کو دکھاوے کے لئے۔ اور منع من الزکوۃ(۳) کے مقابلہ میں (وانحر) فرمایا اور مراد یہ ہے کہ آپ قربانی کر کے قربانی کے گوشت کو صدقہ فرمائیں اور پھر سورۃ کو (ان شانئك هو الابتر) پر ختم فرمایا یعنی وہ منافق اور آپکا دشمن ان افعال قبیحہ(۴) مذکورہ کا ارتکاب کریگا جو گذشتہ سورۃ میں ذکر کئے گئے ہیں وہ مر جائیگا اور دنیا میں اس کا کوئی نام ونشان تک باقی نہ

---

(۱) ذکر کی گئی چار صفات کے مقابل (۲) اچھی صفات (۳) زکوۃ روکنے کے مقابل (۴) ان ذکر کئے گئے برے افعال کو اختیار کریگا (۵) عمدہ ذکر (۶) نہ ختم ہونے والا ثواب اور مفید مرتبے باقی رہینگے۔

رہیگا۔ آپکے لئے دنیا میں ذکر جمیل(۱) اور آخرت میں ثواب جزیل ومراتب علیاء(۲) باقی رہیں گے (ورفعنا لك ذکرك) آھ۔ تفسیر کبیر ص ۱۱۷ ج۔ ۳۲

اختصار کے پیش نظر ہم نے صرف ایک ہی نکتہ ذکر کیا ہے مزید تفصیل تفسیر کبیر میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر اعجاز کوثر

تفسیر سورة الکوثر

سورۃ الکوثر میں اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں " انا اعطینٰك الکوثر " ہم نے آپکو نہر کوثر عطاء فرمائی ہے اور عطاء کے معنیٰ دینے کے ہیں جبکہ عطاء کے مترادف (یعنی ہم معنیٰ الفاظ) تقریباً ۲۲ ہیں ان میں سے کسی کو بھی ذکر نہیں فرمایا۔ اس کے متعلق ذیل میں تحریر کیا جاتا ہے کہ لفظ ''عطاء'' میں کیا خصوصی معنی ہیں اور دیگر الفاظ میں وہ معنی خصوصی نہیں پائے جاتے۔ ''اعطاء'' کے معنیٰ خصوصی کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ہم ''کوثر'' کے معنیٰ سمجھ لیں تا کہ ''اعطاء'' کو دوسرے ہم معنیٰ الفاظ پر ترجیح دینے کی وجہ سمجھنے میں آسانی ہوجائے اور یہ بات بآسانی سمجھ میں آجائے کہ اس مقام کے مناسب ''اعطاء'' ہی ہے دوسرا کوئی بھی لفظ اس مقام کے مناسب نہیں ہے لہٰذا ہم ''اعطاء'' اور اس کے ہم معنیٰ الفاظ کی بحث کو شروع کرنے سے پہلے '' الکوثر'' کی تحقیق عرض کرتے ہیں۔

---

(۱) عمدہ ذکر (۲) نہ ختم ہونے والا ثواب اور مفید مرتبے باقی رہینگے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

تحقیق معنی "اَلْکَوْثَر"

علامہ فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر ص ۱۲۴ ج ۔۳۲ میں فرمایا ہے "کہ کوثر" کے معنی کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں ۔ پہلے معنی لغوی کو درج کیا جاتا ہے پھر معنی اصطلاحی کو ذکر کرتے ہیں۔

معنی لغوی: "کوثر" "فوعل" کے وزن پر ہے اور کثرة سے مشتق (۱) ہے کثیر کے معنی میں۔ اور "کوثر" و کثیر ایک ہی ہیں۔ کذا (۲) فی لسان العرب ص ۱۳۳ ج ۔۵

القول الاول: یہی سلف و خلف سے مستفیض (۳) ہے اور یہی معنی مشہور ہیں کہ "کوثر" کے معنی جنت میں ایک نہر کے ہیں " عن انسؓ عن النبی ﷺ قال (رأیت نہرا فی الجنة حافتاه قباب اللؤ لؤ المجوف فضربت بیدی الی حجری الماء فاذا انا بمسك اذفر فقلت ماذا؟ قیل الکوثر الذی اعطاك الله) اور اس نہر کا نام کوثر اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اس نہر نے جنت کی نہروں کی خیر اور پانی کو زیادہ کر دیا پھر اس وجہ سے کہ جنت کی تمام نہریں اس سے پھوٹتی ہیں جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ جنت کے ہر باغ میں نہر کوثر سے ایک نہر جاری ہے، یا پھر اس وجہ سے کہ اس نہر سے پینے والے بکثرت ہونگے ، یا پھر اس نہر میں منافع کثیرہ (۴) کی وجہ سے جیسا کہ ایک روایت ہے (انه نہر وعد نیه ربی فیه خیر کثیر)

القول الثانی: یہ حوض ہے اور اس کے بارے میں متعدد اخبار مشہور ہیں۔ اور دونوں اقوال میں جمع کی صورت یہ ہے کہ ممکن ہے کہ تمام نہریں اس حوض سے بہتی ہوں تو یہ حوض منبع (۵) کے مثل ہوگا۔

---

(۱) نکلا ہے (۲) جیسا کہ کتاب لسان العرب میں ہے (۳) یہی معنی پچھلے بزرگوں سے منقول ہیں (۴) بہت سے فائدے ہونے کی وجہ سے (۵) سرچشمہ۔

القول الثالث: "کوثر" سے مراد نبی ﷺ کی اولاد ہے۔ علماء کرام نے فرمایا ہے کیونکہ یہ سورۃ ان لوگوں کی تردید میں اتری ہے جنہوں نے نبی ﷺ میں عیب لگایا تھا کہ ان کی اولاد نہیں ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ پاک آپکو ایسی نسل عطاء فرمائیں گے جو قیامت تک باقی رہیگی۔ تو دیکھ لیں کہ کتنے اہل بیت کرام شہید کر دئے گئے پھر بھی عالم (۱) آپکی اولاد سے بھرا ہوا ہے۔

القول الرابع: "کوثر" سے مراد امت محمدیہ کے علماء کرام ہیں۔ خدا کی قسم یہ علماء امت خیر کثیر ہیں کیونکہ امت محمدیہ کے علماء کرام انبیاء بنی اسرائیل کے مثل ہیں رسول اللہ ﷺ کے ذکر مبارک کو پسند کرتے ہیں اور دین کے آثار کو اور آپکی شریعت کے اعلام (۲) کو پھیلاتے ہیں۔ اور امت محمدیہ کے علماء کی انبیاء بنی اسرائیل سے تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام معرفت اللہ کے اصول میں متفق ہوتے ہیں اور شرائع میں مختلف ہیں مخلوق پر مہربانی و شفقت کی وجہ سے۔ اسی طرح نبی ﷺ کی امت کے تمام علماء کرام اصول شریعت پر متفق ہیں اور فروع شریعت میں مختلف مخلوق پر مہربانی کی وجہ سے (۳)۔

القول الخامس: "کوثر" سے مراد نبوت ہے اور یہ بلاشک وشبہ خیر کثیر ہے اس کی مزید تفصیل تفسیر کبیر ص ۱۲۵ ج ۔۳۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔

القول السادس: "کوثر" سے مراد قرآن حکیم ہے اور قرآن حکیم کے فضائل لاتعد ولا تحصٰی ہیں (۴) ص ۱۲۶ ج ۔۳۲

القول السابع: "کوثر" سے مراد اسلام ہے۔ اور خدا کی قسم اسلام تو خیر کثیر ہی ہے کیونکہ۔ اسلام ہی کی وجہ سے دنیا و آخرت کی خیر حاصل ہوتی ہے اور اسلام کے نہ ہونے سے دنیا

---

(۱) پوری دنیا (۲) نشانیاں (۳) ائمہ اربعہ امام اعظم ابوحنیفہؒ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا اختلاف اسی قسم کا ہے (۴) قرآن پاک کے فضائل احاطہ اور شمار سے زائد ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

وآخرت کی تمام خیر فوت ہو جاتی ہے۔

القول الثامن : ''کوثر'' سے مراد نبی ﷺ کے اتباع کرنے والوں کا کثیر ہونا ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ حضور ﷺ کے متبعین کا اللہ کے سوا کوئی بھی احصاء(۱) نہیں کرسکتا۔ ص ۱۲۶ ج ۳۲

القول التاسع : ''کوثر'' سے مراد وہ تمام فضائل ہیں جو نبی ﷺ میں موجود تھے کیونکہ بالاتفاق آپ ﷺ تمام انبیاء میں سب سے افضل ہیں۔ مفضل بن سلمہ کہتے ہیں کہ جب کوئی بہت ہی سخی وکثیر الخیر ہو تو کہا جاتا ہے ''رجل کوثر''۔ ص ۱۲۷ ج ۳۲

القول العاشر : ''کوثر'' سے مراد نبی ﷺ کا رفعت(۲) ذکر ہے۔

القول الحادی عشر : ''کوثر'' سے مراد علم ہے علماء کرام نے ذکر فرمایا کہ ''کوثر'' سے علم مراد لینا بچند وجوہ اولیٰ(۳) ہے علم خیر کثیر ہے اللہ جل شانہ فرماتے ہیں (وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیماً) اور طلب علم کا حکم فرمایا ہے ارشاد ہے (وقل رب زدنی علماً) اور حکمت کا نام خیر کثیر رکھا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے (ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً) مزید وجوہ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں ذکر فرمائی ہیں۔ فلیراجع الیہ (۴) ص ۱۲۷ ج ۳۲

القول الثانی عشر: کوثر سے مراد حسن خلق ہے اخلاق حسنہ کا نفع عام ہے اور عالم وجاہل وعاقل اور چوپائے وغیرہ سب ہی اس سے منتفع(۵) ہوتے ہیں۔ انتفاع بالعلم(۶) صرف عقلاء کے ساتھ خاص ہے لہذا ''کوثر'' سے حسن خلق ہی مراد لینا مناسب ہے اور نبی ﷺ بھی اخلاق حسنہ کے ساتھ متصف تھے اجنبی لوگوں کے لئے والد کی طرح تھے ان

---

(۱) اس کا کوئی احاطہ نہیں کرسکتا (۲) آپکے ذکر کی بلندی ہے (۳) چند وجوہات کی وجہ سے افضل ہے (۴) پس اس میں دیکھ لی جائیں (۵) فائدہ اُٹھاتے ہیں (۶) علم سے فائدہ اُٹھانا

کی پریشانیوں کو حل فرماتے اور نبی ﷺ کے اخلاق حسنہ کی انتہا یہ تھی کہ جب دشمنوں نے آپکا دندان مبارک(۱) شھید کیا تو آپؐ نے فرمایا (اَللّٰھُمَّ اھدِ قَومِی فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُون)۔

القول الثالث عشر : ''کوثر'' سے مراد مقام محمود ہے جو کہ مقام شفاعت ہے دنیا کے بارے میں فرمایا (وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم) اور آخرت کے بارے میں فرمایا (شفاعتی لاھل الکبائر من امتی)۔

القول الرابع عشر : ''کوثر'' سے مراد یہ سورۃ ''کوثر'' ہی ہے کیونکہ یہ سورۃ اپنے اختصار کے باوجود دنیا وآخرت کے تمام منافع کو کافی وافی ہے۔ اور یہ سورت چند معجزات پر مشتمل ہے جن کو علامہ رازیؒ نے تفسیر کبیر ص ۱۲۸ ج ۳۲ پر تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

القول الخامس عشر: ''کوثر'' سے مراد اللہ جل شانہ کی وہ تمام نعمتیں ہیں جو حضور ﷺ پر اللہ پاک نے نازل فرمائی ہیں اور یہی حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کیونکہ لفظ ''کوثر'' کثرۃ وکثیرۃ کو شامل ہے لہذا مناسب نہیں ہے کہ آیت کو بعض نعمتوں پر محمول کیا جائے اور باقی پر نہ کیا جائے لہذا ضروری ہے کہ تمام نعمتوں پر محمول کیا جائے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت سعید بن جبیرؒ نے جب یہ قول حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا تو ان کو لوگوں نے کہا کہ لوگوں کا گمان ہے کہ ''کوثر'' جنت میں ایک نہر ہے تو حضرت سعیدؒ نے فرمایا کہ یہ جنت کی نہر خیر کثیر کا ایک فرد ہے جو اللہ نے آپکو عطاء فرمائی ہے۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ اللہ پاک کے قول (انا اعطینٰک الکوثر) کا ظاہر مقتضیٰ(۲) یہ ہیکہ اللہ پاک نے آپکو یہ ''کوثر'' عطاء فرمائی ہے۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ اس آیت کو ایسے

---

(۱) دانت (۲) یہ الفاظ اس بات کا تقاضا کرتے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

معنی پر محمول کریں جو معنی ان تمام نعمتوں کو شامل ہوں جو اللہ پاک نے آپکو عطاء فرمائی ہیں یعنی نبوۃ، قرآن حکیم، والذکر الحکیم، والنصرۃ علی الاعداء (دشمنوں کے خلاف مدد) اور حوض اور وہ تمام درجات وثوابات جن کا اللہ پاک نے وعدہ فرمایا اور آپکے لئے تیار کیں وہ سب اس میں داخل ہیں کیونکہ جو بھی درجہ ثواب ونعمت وغیرہ کا اللہ کے وعدہ کے حکم سے ثابت ہو جائے وہ واقع اور موجود کی طرح اور اس کے حکم میں ہے۔ تفسیر کبیر ص ۱۲۸ ج ۳۲

اور ''کوثر'' میں بہت زیادہ کثرت کے معنی ہیں اور زیادتی فی الکثرۃ کے معنی واؤ کی زیادتی سے مستفاد ہیں کیونکہ ''کوثر'' کثرت سے مشتق ہے اور واؤ کی زیادتی الفاظ میں معنی کی زیادتی پر دال ہے۔ قنوی علی ہامش البیضاوی ص ۱۹۸ ج ۷

القول السادس عشر : یہ ہیکہ ''کوثر'' سے مراد ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' ہے۔ قرطبی ص ۲۱۸ ج ۲

القول السابع عشر : ''کوثر'' سے مراد صلوٰت خمس(۱) ہیں۔ قرطبی ص ۲۱۸ ج ۲۰

القول الثامن عشر : یہ ہیکہ ''کوثر'' سے مراد الفقہ فی الدین(۲) ہے قرطبی ص ۲۱۸ ج ۲۰

القول التاسع عشر : یہ ہے کہ کوثر سے مراد ایثار ہے قرطبی ص ۲۱۷ ج ۲

القول العشرون : یہ ہے کہ ''کوثر'' سے مراد تیسیر قرآن وتخفیف شرائع(۳) ہے قرطبی ص ۲۱۷ ج ۲۰

ان تمام اقوال مذکورہ میں سے راجح واولیٰ وانسب پندھرواں(۴) قول ہے کیونکہ اس قول میں

---

(۱) پانچ نمازیں (۲) دین کی سمجھ (۳) قرآن کا آسان ہونا اور شرعی احکام کا ہلکا ہونا۔ (۴) سب سے بہتر مناسب اور پسندیدہ

تمام نعمتوں کا مجموعہ مراد ہے اور مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اسی کو پسند فرمایا ہے

لفظ ''اعطاء'' اور اس کے ہم معنی الفاظ (مترادفات) کی لغوی تحقیق

اب ہم اعطاء اور اس کے مترادفات کے بیان کو شروع کرتے ہیں اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس مقام کے مناسب یعنی بلیغ ومقتضاء حال کے مطابق صرف اعطاء ہی ہے دوسرا کوئی صیغہ مناسب نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اس کو اختیار فرمایا ہے۔ اول الفاظ مترادفہ کو نمبر وار درج کیا جاتا ہے پھر تفصیلاً ذکر کیا جائے گا۔

(۱)وصلته	(۲)جبرته	(۳)حبوته
(۴)خولته	(۵)رفدته	(۶)رشیته
(۷)سوغته	(۸)منحته	(۹)نحلته
(۱۰)نفلته	(۱۱)اجدیته	(۱۲)اولیته
(۱۳)اصفیته	(۱۴)اسعفته	(۱۵)انلته
(۱۶)ازللته	(۱۷)اتحفته	(۱۸)اسدیت الیه
(۱۹)اجریت علیه	(۲۰)واسیته	(۲۱)اعطیته
(۲۲)اتیته		

اب تک یہ الفاظ معلوم ہو سکے ہیں(۱) پس اب لفظ اعطاء کا دیگر الفاظ سے موازنہ کرتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ بلیغ ومقتضاء حال کے مناسب یہی ہے کوئی دوسرا لفظ

---

(۱) مطلب یہ کہ اعطاء کے معنی میں جو لفظ عربی میں مستعمل ہیں ان میں سے یہ ۲۲ معلوم ہو سکے ہیں ممکن ہے ان کے علاوہ بھی عربی لغت میں کچھ الفاظ اسکے ہم معنی اور پائے جاتے ہوں لیکن مفتی صاحبؒ نے زیادہ تلاش کی جستجو نہیں کی کہ ان کو دیکھ کر باقی کا حال بھی معلوم ہو جائے گا ۱۲ غ

toobaa-elibrary.blogspot.com

نہیں ہے نمبر وار ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) وصلتہ

ثلاثی مجرد میں اس لفظ کے معنی جوڑنے وجمع کرنے واحسان کرنے اور تعلق رکھنے و دینے ونیکی کرنے وغیرہ کے آتے ہیں۔ اور ثلاثی مزید فیہ میں ایصال کے معنی پہنچانے کے آتے ہیں اور ان معانی مذکورہ میں سے کسی میں تملیک کے معنی نہیں پائے جاتے حالانکہ اس مقام کے مناسب تخصیص وتملیک کے معنی ہیں (ہم نے آپ کو ''کوثر'' عطا کیا یعنی ہم نے آپ کو ''کوثر'' کا مالک بنادیا) ملانے اور جمع کرنے اور جوڑنے وغیرہ کے معانی کو تملیک (۱) لازم نہیں ہے۔

(۲) جبرتہ

اس فعل کے ثلاثی مجرد سے معنی حقیقی ٹوٹی ہوئی ہڈی کے درست کرنے کے آتے ہیں۔ اور ثلاثی مزید فیہ میں جب اس کا صلۃ الفقیر ہو تو اس کے معنی مجازی غنی بنانے کیلئے آتے ہیں۔ کذا فی لسان العرب

مناسبت: تو اسکے معنی کمی بیشی دور کرنے واصلاح کے ہوئے یعنی درست کرنے وغیرہ کے اور مالک بنانے کے معنی نہیں ہے اور اعطاء میں عطا نئی اشیاء کا ہوتا ہے تملیک کے ساتھ تو معلوم ہوا کہ درست کرنے وغیرہ کو تملیک لازم نہیں ہے۔

(۳) حبوتہ:

اس فعل کے ثلاثی مجرد سے معنی آدمی کو دینے کے آتے ہیں۔ اور حبوتہ الحبوۃ سے بنا ہے اور حبوۃ کے معنی ہیں دونوں گھٹنے کھڑے کر کے ہاتھ باندھ کر بیٹھنا یعنی

---

(۱) مالک بنانا

گوٹ مار کر بیٹھنا اور حباہ بہ کے معنی ہیں ہاتھ کو اسکی وجہ سے کھول کر دینا اور یہ معنی شان الٰہی کے خلاف ہے۔

(۴) خولتہ:

اس فعل کے ثلاثی مجرد میں مواشی (۱) کی نگہبانی کرنا اور اپنے اہل کے امور کا انتظام وانصرام کے معنی آتے ہیں اور باب تفعیل سے مالک بنانے اور بخشنے کے معنی آتے ہیں۔

(۵) رفدتہ:

اس فعل کے ثلاثی مجرد میں دینے اور عطیہ بخشنے کے معنی آتے ہیں اور باب افعال سے بھی یہی معنی آتے ہیں۔

(۶) رشیتہ:

اس فعل کے ثلاثی مجرد میں ''رشوت دینے'' کے معنی آتے ہیں اور یہ فعل الرشوۃ کے مادہ سے بنا ہے۔

(۷) سوغتہ:

اس فعل کے ثلاثی مجرد میں ''خوشگوار کرنے کے معنی آتے ہیں اور ثلاثی مزید فیہ باب تفعیل میں ''لہ کذا کے ساتھ دینے اور کسی کیلئے خاص کرنے'' کے معنی آتے ہیں۔

(۸) منحتہ:

اس فعل کے ثلاثی مجرد میں ''دینے عطاء کرنے اور اونٹنی یا دودھ والے جانور کو فائدہ اٹھانے کیلئے دینے وغیرہ کے معنی آتے ہیں۔

---

(۱) جانوروں کی نگرانی

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۹)نحلته:

اس فعل کے ثلاثی مجرد میں الرجل دینے اور المرأة مہر دینے اور القول غلط بات منسوب کرنے وغیرہ کے معنی آتے ہیں۔

(۱۰) نفلته:

اس فعل کے ثلاثی مجرد میں ''کسی کو بغیر ارادہ وثواب کے عطیہ دینا'' اور زائد عطیہ دینے اور مال غنیمت تقسیم کرنے وغیرہ کے معنی آتے ہیں۔

(۱۱)اجدیته:

اس فعل کے ثلاثی مجرد میں ''علیہ[1]، عطیہ دینے'' کے معنی آتے ہیں اور باب افعال میں عطیہ پانے کے معنی آتے ہیں۔

(۱۲)اولیته:

اس فعل کے ثلاثی مجرد میں ''الرجل وعلیہ'' مدد کرنے کے معنی آتے ہیں اور ثلاثی مزید فیہ باب افعال میں والی مقرر کرنے اور احسان کرنے کے معنی آتے ہیں۔

(۱۳)اصفیته:

(۱۴)اسعفته:

اس فعل کے ثلاثی مجرد میں بحاجتہ کسی کی حاجت پوری کرنے کے معنی آتے ہیں اور باب افعال سے بھی اس کے یہی معنی آتے ہیں۔

---

(۱) جبکہ اس کا صلہ علی آئے۔

(۱۵)انلته:

اس فعل کے ثلاثی مجرد میں فلانا المعطیته دینے کے معنی آتے ہیں اور باب افعال میں بھی اس کے یہی معنی آتے ہیں۔

(۱۶)ازللته:

اس فعل کے ثلاثی مجرد میں گذر جانے کے معنی آتے ہیں اور باب افعال میں ازل الیہ نعمة اس نے اس کے ساتھ بہتری کا سلوک کیا اور نعمت دی کے معنی آتے ہیں۔

(۱۷)اتحفته:

اس فعل کے معنی ہدیہ دینے وتحفہ دینے کے آتے ہیں۔

(۱۸)اسدیت الیه:

اس فعل کے ثلاثی مجرد میں بیدہ نحوالشی، کسی چیز کی طرف ہاتھ بڑھانا کے معنی آتے ہیں اور باب افعال سے الیہ احسان کرنے کے معنی آتے ہیں۔

(۱۹)اجریت علیه:

اس فعل کے ثلاثی مجرد میں جاری ہونے بہنے واقع ہونے وغیرہ کے معنی آتے ہیں اور باب افعال میں علیہ الرزق معین کرنے وجاری کرنے وغیرہ کے معنی آتے ہیں۔

(۲۰)واسیته:

اس فعل کے ثلاثی مجرد میں رأسہ ''سر مونڈنا'' کے معنی آتے ہیں اور باب مفاعلة سے مدد دینے کے معنی آتے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۲۱)اعلیته:

اس فعل کے ثلاثی مجرد میں ''الشیئی الیه ولینا دینا یده بلند کرنے'' کے معنی آتے ہیں اور باب افعال میں الشیئی دینے کے معنی آتے ہیں۔

(۲۲)اتیته:

اس فعل کے ثلاثی مجرد میں آنا حاضر ہونا وکرنا ونافذ کرنے وغیرہ کے معنی آتے ہیں اور باب افعال میں دینے کے معنی کیلئے آتا ہے۔

''اعطینا'' کہنے کی وجہ

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس مقام کے مناسب اعطیٰ ہی ہے۔ جبکہ اس معنی کوادا کرنے کیلئے اٰتی بھی آتا ہے کیونکہ الاعطاء کا استعمال شئی قلیل وکثیر (۱) دونوں میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے (واعطیٰ قلیلا واکدیٰ)

اور ایتاء کا استعمال صرف عظیم المرتبہ اشیاء کیلئے ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالی کا ارشاد ہے "واتاہ اللہ الملک والحکمة" یا "ولقد اٰتینا داؤدَ مِنّافَضْلًا"

تو معلوم ہوا کہ محمد ﷺ ایسے عظیم المرتبۃ ہیں کہ یہ حوض اگر چہ بنفسہ (۲) عظیم چیز ہے لیکن حضور ﷺ کیلئے اللہ پاک نے اس ''کوثر'' میں جو درجات عالیہ ومراتب علیاء اور ثوابات شریفہ جمع فرمائے ہیں اس اعتبار سے شئی قلیل (۳) ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ایتاء کا استعمال استحقاقاً (۴) وتفضلاً دونوں طرح دینے کے معنی

---

(۱) تھوڑی اور زیادہ (۲) یہ حوض اگر چہ اپنی ذات کے اعتبار سے بہت بڑا ہے (۳) لیکن حضور ﷺ کے اعتبار سے ایک چھوٹی چیز ہے (۴) اس کا مستحق ہونے کی وجہ سے یا احساناً۔

میں مستعمل ہے اور اعطاء صرف تفضلا ہی دینے کے معنی میں مستعمل ہے اور سبب استحقاق بقدر الاستحقاق ہوتا ہے اور یہ بندہ کا فعل ہے تو جو استحقاق بندہ کے فعل سے حاصل ہوتا ہے وہ متناہی ہوتا ہے اور تفضلا دینا یہ اللہ کے کرم کے نتیجہ میں ہوتا ہے اور اللہ کے کرم کی کوئی انتہا نہ ہوگی لہذا جو شئے بھی تفضلا دی جائے گی وہ غیر متناہی ہوگی۔

واللہ اعلم بالصواب تفسیر کبیر ص ۱۲۳۔ ج ۳۲۔

اور اللہ پاک نے (انا اعطیناک) فرمایا ہے اور (اعطینا الرسول اوالنبی اوالمطیع اوالعالم) وغیرہ نہیں فرمایا کیونکہ اگر ان اوصاف کے ساتھ ذکر کیا جاتا تو یہ معلوم ہوتا کہ یہ عطیہ اس وصف کیوجہ سے اعطاء کیا گیا ہے اور جب ان اوصاف میں سے کسی کو بھی ذکر نہیں کیا اور مطلق (انا اعطیناک) فرمایا تو معلوم ہوگیا کہ یہ اعطاء بغیر کسی علۃ و وصف کے ہے اور محض اللہ تبارک تعالی کی مشیت واختیار و پسند سے ہے۔ تفسیر کبیر ص ۱۲۳، ج ۳۲۔

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ یہ عطیہ کثیرہ ایسی ذات کی طرف سے ہے جو غنی وسعت والا ہے۔ آیت کو ''اِنَّ'' کیساتھ شروع کیا جو تاکید و تحقیق پر دلالت کرتا ہے۔ اور پھر فعل کو لفظ ماضی کے ساتھ ذکر کیا وہ بھی تحقیق پر دلالت کرتا ہے اور ''کوثر'' کے موصوف کو حذف کر کے صرف صفت کو اس لئے ذکر کیا ہے تا کہ اپنے عموم کو ادا کرنے میں ابلغ ہو جائے۔ کیونکہ اس میں عدم تعین پائی جاتی ہے وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللہِ سُبْحَانَہ وَتَعَالٰی۔ تفسیر کبیر لابن تیمیہ ص ۴۷، ج ۷

مختلف قابل الاستعمال صیغے

اللہ پاک نے اس سورۃ کے شروع میں جو صیغہ انا اعطیناک فرمایا ہے اور اس

کے علاوہ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱	اعطاہ الکوثر	بناء علی المعروف مع ضمیر المفعول للغائب	واحد مذکر غائب	بدون التاکید
۲	أعطی الکوثر	بناء علی المجہول بدون ضمیر المفعول	واحد مذکر غائب	=
۳	اعطیت الکوثر	بناء علی المعروف بدون ضمیر المفعول	واحد متکلم	=
۴	اعطیتہ الکوثر	بناء علی المعروف مع ضمیر المفعول المتصل للغائب	واحد متکلم	=
۵	اعطیتک الکوثر	بناء علی المعروف مع ضمیر المفعول المتصل للمخاطب	واحد متکلم	=
۶	أعطی ایاہ الکوثر	بناء علی المعروف مع ضمیر المفعول المنفصل للمخاطب	واحد مذکر غائب	=
۷	أعطی ایاک الکوثر	بناء علی المعروف مع ضمیر المفعول المنفصل للمخاطب	واحد مذکر غائب	=
۸	اعطیت ایاہ الکوثر	بناء علی المعروف مع ضمیر المفعول المنفصل للغائب۔	واحد متکلم	=
۹	اعطیت ایاک الکوثر	بناء علی المعروف مع ضمیر المفعول المنفصل للغائب	واحد متکلم	=
۱۰	اعطیت الکوثر	بناء علی المجہول بدون ضمیر المفعول	واحد مذکر حاضر	=
۱۱	اعطیناک الکوثر	بناء علی المعروف مع ضمیر المفعول المتصل للخطاب	جمع متکلم	=

۱۲	اعطیناہ الکوثر	بناء علی المعروف مع ضمیر المفعول المتصل للغائب	جمع متکلم	=
۱۳	اعطینا ایاک الکوثر	بناء علی المعروف مع ضمیر المفعول المنفصل للمخاطب	جمع متکلم	=
۱۴	اعطینا ایاہ الکوثر	بناء علی المعروف مع ضمیر المفعول المنفصل للغائب	جمع متکلم	=
۱۵	انہ اعطاہ الکوثر	بناء علی المعروف مع ضمیر المفعول المتصل للغائب	واحد مذکر غائب	مع التاکید
۱۶	انہ اعطاک الکوثر	بناء علی المعروف مع ضمیر المفعول المتصل للمخاطب	واحد مذکر غائب	مع التاکید
۱۷	انہ اعطاایاہ الکوثر	بناء علی المعروف مع ضمیر المفعول المنفصل للغائب	واحد مذکر غائب	مع التاکید
۱۸	انہ اعطاایاک الکوثر	بناء علی المعروف مع الضمیر المفعول المنفصل للمخاطب	واحد مذکر غائب	مع التاکید
۱۹	انہ أعطی الکوثر	بناء علی المجہول بدون ضمیر المفعول	واحد مذکر غائب	مع التاکید
۲۰	انک اعطیت الکوثر	بناء علی المجہول بدون ضمیر المفعول	واحد مذکر حاضر	مع التاکید
۲۱	انہ أعطی الکوثر	بناء علی المعروف بدون ذکر ضمیر المفعول الاول	واحد مذکر غائب	مع التاکید
۲۲	انی اعطیت الکوثر	بناء علی المعروف بدون ذکر ضمیر المفعول الاول	واحد متکلم	مع التاکید

toobaa-elibrary.blogspot.com

٢٣	انی اعطیتک الکوثر	بناء علی المعروف مع ذکر ضمیر المفعول المتصل للمخاطب	واحد متکلم	مع التاکید
٢٤	انی اعطیتہ الکوثر	بناء علی المعروف مع ذکر ضمیر المفعول المتصل للغائب	واحد متکلم	مع التاکید
٢٥	انی اعطیت ایاہ الکوثر	بناء علی المعروف مع ذکر ضمیر المفعول المنفصل للغائب	واحد متکلم	مع التاکید
٢٦	انی اعطیت ایاک الکوثر	بناء علی المعروف مع ذکر ضمیر المفعول المنفصل للمخاطب	واحد متکلم	مع التاکید
٢٧	انا اعطیناہ الکوثر	(١)		
٢٨	انا اعطیناک الکوثر			
٢٩	یعطیہ الکوثر			
٣٠	یعطیک الکوثر			
٣١	یعطی الکوثر			
٣٢	تعطی الکوثر			
٣٣	اعطیہ الکوثر			
٣٤	اعطیک الکوثر			
٣٥	نعطیہ الکوثر			

(١) مفتی صاحبؒ قدس سرہ نے ان صیغوں کی تفصیل چونکہ ذکر نہیں کی اس لئے اسی طرح شائع کئے جا رہے ہیں۔ یہ مضمون مفتی صاحبؒ نے علالت کے زمانے میں لکھا تھا نظر ثانی کی نوبت نہیں آئی کتاب میں رکھ کر بھول گئے تھے اور اس کی گمشدگی پر اظہار افسوس فرمایا کرتے تھے۔ مقالات القرآن کی طباعت کے وقت کتابوں میں سے مل گیا تو افادہ عام کی غرض سے اس کا حصہ بنا کر شائع کیا جا رہا ہے ١٢ خلیل

٣٦	نعطیک الکوثر			
٣٧	انہ یعطیہ الکوثر			
٣٨	انہ یعطیک الکوثر			
٣٩	انہ یعطی الکوثر			
٤٠	انہ یُعطی الکوثر			
٤١	انک تُعطی الکوثر			
٤٢	انی أعطی الکوثر			
٤٣	انی أعطی الکوثر			
٤٤	انی اعطیہ الکوثر			
٤٥	انی اعطیک الکوثر			
٤٦	انا نُعطی الکوثر			
٤٧	انا نعطیہ الکوثر			
٤٨	انا نعطیک الکوثر			
٤٩	انہ لیعطین الکوثر			
٥٠	انہ لیعطینہ الکوثر			
٥١	انہ لیعطینک الکوثر			
٥٢	انہ لیعطینّ الکوثر			
٥٣	انی لاعطین الکوثر			
٥٤	انی لاعطینّ الکوثر			
٥٥	انی لاعطینہ الکوثر			

toobaa-elibrary.blogspot.com

۵۶	انی لاعطینک الکوثر			
۵۷	انک لتعطین الکوثر			
۵۸	نعطی الکوثر			
۵۹	انا لنعطین الکوثر			
۶۰	انا لنعطینہ الکوثر			
۶۱	انا لنعطینک الکوثر			
۶۲	انا معطی الکوثر			
۶۳	ھو معطی الکوثر			
۶۴	انا معطی الکوثر			
۶۵	انت معطی الکوثر			
۶۶	ھو معطی الکوثر			

''نحر'' کے معنی

۱۔ روی عن علی رضی اللہ عنہ (فصل لربک وانحر) قال وضع الیمین علی الشمال فی الصلوٰۃ (اخرجہ الدار قطنی قرطبی ص ۲۲۰ ج ۲۰)۔ وقال علی کرم اللہ وجہہ رفع الیدین قبل الصلوٰۃ عادۃ المستجیر العائذ ووضعھما علی النحر عادۃ الخاضع الخاشع۔ کبیر ص ۱۳۹ ج ۳۲

۲۔ وقال سلیمان التیمی یعنی وارفع یدک بالدعاء الی نحرک ص ۲۲۰ ج ۲۰ قرطبی

۳۔ وعن ابی صالح عن ابن عباسؓ قال استقبل القبلۃ بنحرک وقالہ الفراء والکلبی وابو الاحوص ومنہ قول الشاعر

ابا حکم ما انت عم مجالد وسید اھل الا بطح المتناحر

ای المتقابل قال الفراء سمعت بعض العرب یقول منازلنا نتناحر ای نتقابل نحر ھذا ینحر ھذا۔ قرطبی ص ۲۱۹ ج ۲۰

۴۔ یقال استوف الرکوع والسجود حتی یبدو نحرک۔ تفسیر ابن عباس ص ۵۸۴ ج ۲ مجموعۃ التفاسیر

۵۔ یقال فصل لربک صلاۃ یوم النحر وانحر البدن۔ تفسیر ابن عباس ص ۵۸۴ ج ۲۔ مجموعۃ التفاسیر۔

۶۔ قال الواحدی واصل ھذہ الاقوال کلھا من النحر الذی ھوا الصدر یقال لمذبح البعیر النحر لان منحرہ فی صدرہ حیث یبدو الحلقوم من اعلی الصدر فمعنی النحر فی ھذا الموضع ھواصابۃ للنحر کما یقال راسہ و بطنہ اذا اصاب ذلک منہ۔

ان استعمال لفظۃ النحر علی نحر البدن اشھر من استعمالہ فی سائر الوجوہ المذکورۃ فیجب حمل کلام اللہ علیہ واذا ثبت ھذا فنقول استدلت الحنفیۃ علی وجوب الاضحیۃ بان اللہ تعالی امرہ بالنحر ولا بدان یکون قدفعلہ لان ترک الواجب علیہ غیر جائز واذا فعلہ النبی ﷺ وجب علینا

toobaa-elibrary.blogspot.com

مثلہ لقولہ تعالی(واتبعوہ) ولقولہ(فاتبعو نی یحببکم اللہ) واصحابنا الی اصحاب الشافعیة قالوا الامر بالمتابعة مخصوص بقولہ (ثلاث کتبت علی ولم تکتب علیکم الضحیٰ والاضحی والوتر) ودلت الآیة علی وجوب تقدیم الصلوۃ علی النحر لقولہ علیہ السلام قال الا کثرون حملہ علی نحر البدن اولی لوجوہ(احدھا) ھوان اللہ تعالی کلما ذکر الصلوۃ فی کتابہ ذکر الزکوۃ بعدھا وان القوم کانو یصلون وینحرون للاوثان فقیل لہ فصل وانحر لربك وان ہذہ الاشیاء آداب الصلوۃ وابعاضہا فکانت داخلة تحت قولہ(فصل لربك) فوجب ان یکون المراد من النحر غیر ھا ای صلوۃ یوم النحر لانہ یبعدان یعطف بعض الشئی علی جمیعہ وان قولہ(فصل)اشارۃ الی التعظیم لامر اللہ وقولہ(وانحر) اشارۃ الی الشفقة علی خلق اللہ و جملة العبودیة لا تخرج عن ہذین الاصلین- تفسیر کبیر ص ۱۳۰ ج ۳۲-

"فَصَلِّ" کے معنیٰ

قال الامام الرازی فی الکبیر ص ۱۳۰ ج ۳۲ اختلف من فسر قولہ(فصل) بالصلوۃ علی وجوہ (احدھا) الاول انہ اراد بالصلوۃ جنس الصلوۃ لانہم کانوایصلون لغیر اللہ تعالی و ینحرون بغیر اللہ فامرہ ان لا یصلی ولا ینحر الاللہ(القول الثانی) اراد صلوۃ

العید والاضحیة لانہم کانوا یقدمون الا ضحیة علی الصلوۃ فنزلت ہذہ الآیة قال المحققون ہذا قول ضعیف لان عطف الشئی علی غیرہ بالواولا یوجب الترتیب(القول الثالث) عن سعید بن جبیر صلی الفجر بالمزدلفة وانحر بمنی والاقرب القول الاول لانہ لا یجب اذا قرن ذکر النحر بالصلوۃ ان تحمل الصلوۃ علی ما یقع یوم النحر-

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ

اس آیت مبارکہ کی ماقبل والی آیت کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اللہ پاک فرماتے ہیں بیشک ہم نے آپ کو خیر کثیر اور ایسے مناقب متکاثر(۱) عطاء فرمائے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک پوری دنیا کی بادشاہت سے بھی عظیم ترین ہے تو اب آپ اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہوئے۔ اور عبادت دو قسم کی ہے تو عبادت بدنیہ کا حکم (فصل لربك) میں فرمایا اور عبادت مالیہ کا حکم (وانحر) میں فرمایا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ صلوۃ کے بجائے صوم کیوں نہ فرمایا جبکہ صوم بھی عبادت بدنیہ ہے اور حج عبادت بدنیہ و مالیہ کا مجموعہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے، اس جگہ شکران نعمت کا وہ طریقہ تعلیم فرمایا جو نبی ﷺ کو پسند و محبوب تھا۔ جمع اس طرح ہے کہ نماز دیگر انواع عبادات کا مجموعہ ہے۔ قرأۃ قرآن شہادتین کے کلمے یہ زبان کا عمل(۲) ہے اور قیام و رکوع و سجود عملِ جوارح(۳) ہے۔ اخلاص نیت دل کا عمل ہے۔ تفسیر کبیر ص ۱۱۹ ج ۳۲

---

(۱) بہت سے بلند مرتبے (۲) یعنی نماز میں قرأت وغیرہ کرنا یہ زبان کا عمل ہے (۳) رکوع سجدہ وغیرہ اعضاء کا عمل نیت دل کا تو اس طرح تینوں قسم کی عبادات جمع ہو گئیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

فصل لربک ،اس فاء میں چند احتمال ہیں [1] اول یہ ہے کہ فاء اس پر تنبیہ کے لئے ہے کہ نعمت پر شکر کرنا علی الفور(۱) واجب ہے نہ کہ علی التراخی(۲)۔[2] دوسرا احتمال یہ ہیکہ اس جگہ فاء کو تعقیب کے معنی میں لیں۔ اور اشارہ کیا گیا ہے اس طرف جس کو اللہ پاک نے (وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون) میں بیان فرمایا اور اس میں نبی ﷺ کو مزید مبالغہ کے ساتھ خاص کیا ہے اور آپکو خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہے (واعبد ربك حتیٰ یأتیك الیقین) تفسیر کبیر ص ۱۲۹ ج ۳۲۔

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اللہ پاک نے اعطاء ''کوثر'' کے بعد (فصل لربک) فرمایا ہے حالانکہ اعطاء نعمت کے بعد تو ''فاشکر لربك '' ہونا چاہئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ شکر کے معنی تعظیم کے ہیں اور شکر کے تین ارکان ہیں [1] یہ ہے کہ دل سے شکر کا تعلق ہو یعنی یہ جانتا ہو کہ یہ نعمت اسی معطی کی طرف سے ہے کسی اور کی عطاء نہیں ہے [2] زبان سے شکر ادا کرنا ہے کہ معطی (دینے والے) کی تعریف کرے۔

[3] تیسرا یہ ہے کہ دینے والی کی خدمت اور اس کے سامنے تواضع کیساتھ پیش آئے۔

اور نماز ان امور ثلثہ پر مشتمل ہے اور اسکے علاوہ بھی کئی امور تعظیم پائے جاتے ہیں لہذا شکر کے بجائے نماز کا حکم دینا ہی زیادہ احسن واولیٰ وبلیغ ہے۔ اور اگر ''فاشکر'' کہہ دیا جاتا تو اس میں یہ وہم ہو سکتا تھا کہ نبی ﷺ شکر کرنے والے نہیں ہیں لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ تو اول امر یعنی ابتداہی سے اللہ کی نعمتوں کا شکر کرنے والے اور اپنے رب اطاعت کرنے والے اور اپنے رب کی معرفت

(۱) فوراً (۲) تاخیر کے ساتھ

رکھنے والے تھے اور نماز کی نبی ﷺ نے بذریعہ وحی معرفت حاصل فرمائی ہے۔

تیسرا یہ احتمال ہے کہ فصل میں فا دو امروں کی سببیت کا فائدہ دینے کیلئے ہے اور یہ بتانے کیلئے کہ آپکو جو عبادت کا حکم دیا گیا ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ آپ پر کثرت انعامات الٰہیہ نے اللہ کی بندگی وعبودیت میں مشغولی کو واجب قرار دیا ہے اور دوسرا یہ بتانے کیلئے یہ لوگ جو آپ کو ''ابتر''(۱) کہتے ہیں آپ اسکی پرواہ مت کیجئے ہم نے آپ کو کثیر خیریں مرحمت کی ہیں آپ تو اپنے رب کی اطاعت میں مشغول ہو جائیں۔

اور یہ بات بھی جان لینی چاہئے کہ نعمت کثیرہ محبوبہ ہیں اور محبوب کا لازم بھی محبوب ہوا کرتا ہے تو یہ فاء اس بات کو متقاضی(۲) ہے کہ نماز ان نعمتوں کے لوازمات میں سے ہو لہذا یہ بات یقینی ہوئی کہ نماز نبی ﷺ کی محبوب اشیاء میں سے ہے کیونکہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے (جعلت قرة عینی فی الصلوة) میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے اور دوسری روایت میں ہے (ولقد صلی حتی تورمت قدماه، فقیل له اولیس قد غفرلك ما تقدم من ذنبك و ماتاخر؟ فقال افلا اکون عبداً شکوراً) نبی ﷺ اس قدر طویل نماز ادا فرماتے کہ آپ کے قدم مبارک پر ورم آجاتا تو جب آپؐ سے عرض کیا گیا کہ کیا اللہ پاک نے آپؐ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف نہیں کر دیے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں شکر گذار بندہ نہ بنوں؟ تفسیر کبیر ص ۱۳۱ ج ۴

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ نماز کے اندر شکر نعمت خود بخود پایا جاتا ہے اور

(۱) نسل بریدہ (۲) اس بات کا تقاضا کرتی ہے

شکر نعمت ادا کرنے کا نماز ہی سب سے اعلیٰ اور افضل طریقہ ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے شکرانِ نعمت کیلئے اسی طریقہ کو پسند فرمایا ہے جو سب سے اعلیٰ و افضل ممکن ہو سکتا تھا۔

لِرَبِّكَ

لربک میں لام نماز اور رب کو ملانے کیلئے ہے جیسے کہ کالروح للبدن(۱) میں جیسا کہ سر سے پاؤں تک جسم تب اچھا لگتا ہے جبکہ اس میں روح بھی ہو۔ اور جب مردار ہو جائے اور روح نکل جائے تو وہ کسی قابل نہیں رہتا بلکہ اسکو دبا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح نماز ہے کہ رکوع وسجود وطویل قیام صورت میں اچھے ہیں لیکن اگر اس میں لــربك کا لام نہ ہو تو پھر منہ پر ماردی جاتی ہے۔ اھ کبیر ص ۱۳۱ ج ۳۲۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے اور لام لـــــربك میں اختصاص کیلئے ہے یعنی صرف اخلاص کیساتھ اللہ کے لئے نماز پڑھیں۔ قنوی ص ۱۹۹ ج ۷

ومن فوائد هذا اللطيفة الالتفات فى قوله (فصل لربك وانحر) الدالة على ان ربك مستحق لذلك وانت جدير بأن تعبده و تنحرله والله اعلم اه تفسير كبير لابن تيمية ص ۵۰ ج ۷

تو گویا کہ اللہ پاک نے گذشتہ سورۃ میں فرمایا تھا کہ وہ لوگ ریاکاری کیلئے نماز پڑھتے تھے۔ پس آپ دکھانے کیلئے نماز نہ پڑھئے بلکہ صرف اخلاص کے ساتھ اللہ کی بندگی کریں۔

---

(۱) جیسے روح کی اہمیت بدن کے لئے (۲) یعنی وہ نماز اللہ کے لئے نہ ہو تو منہ پر ماری جائے گی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

وَانْحَرْ

اللہ پاک نے اس مقام پر وانحر فرمایا ہے اور واذبح وزك من التزكية نہیں فرمایا بظاہر مناسب انا اعطيناك الكوثر فصل لنا وانحر تھا لیکن فصل لنا ترک کر کے فصل لربك فرمایا ہے اور یہ کہنے میں چند فوائد ہیں اولی یہ ہے کہ مضمر سے مظہر کی طرف کلام کو پھیرنا عظمت کو واجب کرتا ہے۔

قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَانْحَرْ

البهمون التى هى خيار اموال العرب و تصدق على المحاويج خلافالمن يدعهم ويمنع منهم الماعون فالسورة كالمقابلة للسورة المتقدمة: حاشية شيخ زاده على البيضاوى ص ۷۰۴ ج ۴

اور اس جگہ اذبح بھی لا سکتے تھے مگر اذبح کے بجائے انحر لفظ اسی لئے استعمال کیا گیا ہے۔

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ

الشانئى بمعنى المبغض فالمعنى ان من ابغضك اى من لا يحبك بل يعاديك مخالفتك له هوا لابتر لبغضه لك۔ الابتر اى الذى لا عقب له اذلايبقى منه نسل ولا حسن ذكر حاشيه شيخ زاده ص ۷۰۴ ج ۴

وفى قوله تعالى (ان شانئك هو الابتر) انواع من التاكيد۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(احدھا)تصدیر الجملة بان (ثانیھا) الاتیان بضمیر الفصل الدال علی قوةالاسناد والاختصاص۔

(الثالث) مجئی الخبر علی افعل التفضیل دون اسم المفعول۔

(الرابع) تعریفه باللام الدالة علی حصول ھذا الموصوف له بتمامه وانه احق به من غیره۔

و نظیرھذا فی التاکید قوله تعالی (لا تخف انك انت الاعلی) اھ تفسیر کبیر لابن تیمیه ص۵۰ج۷

ابتر کے لفظ کو عرب اس شخص کے متعلق استعمال کرتے ہیں جس کی اولاد میں لڑکے اور لڑکیاں ہوں پھر لڑکے مرجائیں اور لڑکیاں باقی رہ جائیں۔ قرطبی ص۲۲۲ج۲۔

ابتر یستعمل فی قطع الذنب ثم اجری قطع العقب مجراہ فقیل فلان ابتر اذا لم یکن له عقب یخلفه قوله تعالی (ان شانئك ھو الابتر) ای المقلوع الذکر وذلك انھم زعموا ان محمداﷺ ینقطع ذکرہ اذا انقطع عمرہ لفقدان نسله فنبھه تعالی ان الذی ینقطع ذکرہ ھوالذی یشنؤہ اھ۔ کذا فی المفردات للراغب ص۳٦ج۱

شنائة اوراس کے مترادفات کی تحقیق

شنأشنته ای تقذرته بغضاله ومنه قوله تعالی(ان شانئك ھوالابتر) کذا فی المفردات ص۲٦۷ج۱

شأنك ای مبغضك وھوالعاص بن وائل۔ قرطبی ص۲۲۲ج۲

الشنأن ھوالبغض والشانئ ھوالمبغض کبیر للرازی ص۱۳۳ج۳۲

العدو، معناہ عداعلیه عدوا ای ظلمه وعدا بنو فلان علی بنی فلان ای ظلموھم۔ العدا، بالفتح والمد،الظلم وتجاوز الحد، قوله تعالی(وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا) کذا فی لسان العرب ص ۳۱ج ۱۵ قال ابوبکر قول العرب فلان عدو فلان معناہ فلان یعدو علی فلان بالمکروہ ویظلمه لسان العرب ص۳۳ج۱۵۔

العدو التجاوز و منافاة الالتئام فتارة یعتبر بالقلب فیقال له العداوة والمعاداة۔ العدوضربان، احدھما بقصدمن المعادی نحو قوله تعالی (وان کان من قوم عدولکم، جعلنا لکل نبی عدوا من المجرمین) والثانی لابقصدہ بل تعرض له حالة یتأذی بھا کما یتأذی مما یکون من العدی نحو قوله تعالی (فانھم

toobaa-elibrary.blogspot.com

عدولی الارب العالمین وقوله تعالی فی الاولاد(عدوالکم فاحذروهم)، اه کذا فی المفردات للراغب ص۳۲۶ج ا

المخاصم، سمی المخاصم خصما و استعمل للواحد والجمع و ثنی- واصل المخاصمة ان یتعلق کل واحد بخصم الأخرای جانبه کذا فی المفردات للراغب ص۱۴۹ ج ا

المبارز- معناه خرج الیه فقاتله فتبارزا-

دلائل اعجاز قرآن بصورت تحدی

(۱) شعبی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر بن الخطابؓ امیر مغیرہ بن شعبۃؓ کو لکھا کہ آپ اپنے شہر کے مشہور شعرآء کے اشعار لکھ کر بھیجیں تا کہ مجھے یہ معلوم ہو کہ مسلمان ہونے کے بعد ان کے کیا خیالات ہیں؟ حضرت مغیرۃ رضی اللہ عنہ نے حضرت لبید رضی اللہ عنہ کو لکھ دیا تو انہوں نے جواباً تحریر کیا کہ زمانہ جاہلیت کے جس قدر چاہیں اشعار مجھ سے لے لیں مگر مسلمان ہونے کی حالت میں اللہ جل شانہ نے مجھے قرآن کریم نعم البدل عطا فرمایا ہے اب شعر و شاعری کی طرف مطلق خیال نہ رہا اور فوراً سورۃ البقرہ ایک کاغذ پر لکھ کر بھیج دی۔ حضرت مغیرہ نے یہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں ارسال کر دیا پھر حضرت عمرؓ نے اغلب شاعر کے وظیفہ میں سے پانچ سو درہم کم کر کے حضرت لبیدؓ کے وظیفہ میں زیادہ کر دیے۔ الاصابة للسیوطی ص۳۲۶ ج ۳۔

فصاحت و بلاغت صرف قواعد اور انکی دلیلوں پر منطبق ہونے پر ہی موقوف

نہیں اصل جوہر اور شئی ہے جو زبان یا تحریر میں نہیں لایا جا سکتا۔

وہ ایک ادبی لسانی اور ذوقی کیفیت ہے جو خود ماہر کو ہی اس قدر حظ حاصل کراتی ہے کہ از خود رفتہ بن جاتا ہے۔ بغیر اس ذوق کے نہ وہ کیفیت حاصل ہو سکتی ہے نہ بیان کی جا سکتی ہے۔

دیکھئے زبان کا ماہر شاعر ذوق سلیم رکھنے والا تو عمدہ نظم ونثر پر بے خودی کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ مگر بے ذوق یا غیر زبان والا اس میں کوئی مزہ نہیں پا سکتا بلکہ بے وقوف قرار دیتا ہے کہ اس میں ہے کیا چیز جس پر ناچ پڑے۔ حسن کلام، حسن روانی، حسن زبان، حسن تلفظ، حسن معانی، حسن استدلال اصل تو وہی معلوم کر سکتا ہے جو خود ان امور کا شدید ذوق رکھتا ہو۔ دوسرے کو ایک فیصد بھی اس کا حصہ نہیں مل سکتا۔

اگر اس کو معلوم کرنا چاہیں تو ایسے شاعر کے سامنے جو بہت ماہر ہو کوئی بہترین شعر پڑھئے، پھر معمولی سا پڑھئے پھر دیکھئے اس کی کیا حالت ہوتی ہے۔ بس یہی فرق ہے عربی ادب کے ذوق اور بے ذوق کا۔

اسی سے بے قرار ہو کر ماہر شاعر چلا اٹھا "ماھذا قول البشر" (یہ آدمی کا قول نہیں)

غیر زبان یا غیر ذوق والا تو کمالات میں ایک کا کم ایک کا زائد ہونا معلوم ہی نہیں کر سکتا یہ اہل ذوق ہی کا کام ہے۔

ہم تو سب فن والوں کو یکساں ہی سمجھتے ہیں مگر فن کا ماہر ہی ماہر کو شناخت کرتا ہے اور جیسے دینوی امور میں ہے اخروی امور میں بھی ہے کہ ولی را ولی می شناسد" (ولی ہی ولی کو پہچانتا ہے)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس وقت کے سب اہل ذوق (سلیم العقل فصحاء) نے قرآن کے چیلنج کے بعد کہ یہ کاروبار ہی چھوڑ دیا۔ کسی کا اس کی مثل پیش نہ کرنا یہ دلیل ہے ان کے عاجز ہونے کی۔ جیسے فرعون کے زمانہ میں اس نے حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ کیلئے ماہر جادوگروں کو جمع کیا اور مقابلہ میں پیش کیا جب سب بیکار رہ گئے تو فوراً ایمان لے آئے۔ اور بے ساختہ پکار اٹھے۔ آمنا برب هارون و موسیٰ" اسی طرح نزول قرآن کے بعد عرب کے بڑے بڑے ماہرین اہل ذوق شعراء کا وہی حال ہوا جو حضر لبید نے کیا کہ شعر ہی کہنا ترک کر دیا۔ اور قرآن کی تلاوت کو حرز جان بنایا۔ قوله تعالى وان كنتم فى ريب مما نزلنا على عبدنا فأتوا بسورة من مثله ☆ سورۃ البقرۃ پ ۱۔

(۲) قوله تعالى ام يقولون افتراه قل فأتوابسورة مثله وادعوا من استطعتم من دون الله۔ سورة يونس پ ۱۱۔

(۳) قوله تعالى ام يقولون افتراه قل فأتوا بعشر سور مثله مفتريات وادعوا من استطعتم من دون الله۔ سورة هود پ ۱۲۔

(۴) قل لئن اجتمعت الانس والجن على ان ياتوا بمثل هذا القرآن لا ياتون بمثله ولو كان بعضهم لبعض ظهيراً

اس آیت کریمہ میں اعجاز قرآن کی واضح دلیل ہے۔

فمن الناس من يقول اعجازه فى النظم على حباله وفى المعانى وترتيبها على حباله و يستدل على ذلك بتحدية فى هذه الاية العرب والعجم والجن والانس و معلوم ان العجم لا

يتحدون من طريق النظم فوجب ان يكون التحدى لهم من جهة المعانى و ترتيبها على هذا النظام دون نظم الالفاظ ومنهم من يابى ان يكون اعجازه الا من جهة نظم الالفاظ والبلاغة فى العبارة فانه يقول ان اعجاز القرآن من وجوه كثيرة۔

منها حسن النظم وجودة البلاغة فى اللفظ و الاختصار و جمع المعانى الكثيرة فى الالفاظ اليسيرة مع تعرية من ان يكون فيه لفظ مسخوط او معنى مدخول ولا تناقض ولا اختلاف تضاد و جميعه فى هذا الوجوه جار على منهاج واحد و كلام العباد لا يخلواذاطال من ان يكون فيه الالفاظ الساقطة والمعانى الفاسده والتناقض فى المعانى و هذه المعانى التى ذكرناها من عيوب الكلام موجودة فى كلام الناس من اهل سائر اللغات لا يختص باللغة العربية دون غيرها فجائز ان يكون التحدى واقعاللعجم بمثل هذه المعانى فى الاتيان بها عارية مما يعيبهاو يهجنها من الوجوه التى ذكرنا هاومن جهة ان الفصاحة لا تختص بها لغة العرب دون سائر اللغات وان كانت لغة العرب افصحها وقد علمنا ان القرآن فى اعلى طبقات البلاغة فجائز ان يكون التحدى للعجم واقعا بان ياتوا بكلام فى اعلى طبقات البلاغة بلغتهم التى يتكلمون بها جصاص۔ص۲۸ ج ۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۵) (قل فاتوا بكتاب من عند الله هو اهدى منهما اتبعه ان كنتم صادقين) اعلم ان التحدى بالقرآن جاء على وجوه احدها (قل فاتوا بكتاب من عند الله هواهدى منهما) و مافيهاقوله(قل لئن اجتمعت الانس والجن على ان ياتوا بمثل هذا القرآن لا ياتون بمثله ولو كان بعضهم لبعض ظهيراً)وثالثها قوله (فاتوا بعشر سور مثله مفتريات)ورابعها(فاتوا بسورة مثله)و نظير هذا كمن يتحدى صاحبه بتصنيفه فيقول ائتنى بمثله وائتنى بنصفه ،ائتنى بربعه ائتنى بمسئلة منه وان هذا هوالنهاية فى التحدى وازالة العذر فان قيل قوله (فاتوا سورة مثله) يتناول سورةالكوثر و سورة العصر و سورة قل يا ايها الكافرون و نحن نعلم بالضرورة ان الا تيان بمثله او بمايقرب منه ممكن ۔

فان قلتم ان الا تيان بامثال هذه السور خارج عن مقدور البشر كان ذلك مكابرة والاقدام على امثال هذه المكابرات مما يطرق التهمة الى الدين قلنا فلهذالسبب افترنا الطريق الثانى قلنا ان بلغت هذه السورة فى الفصاحة الى نهاية الاعجاز فقد فصل المقصود وان لم يكن الامر كذلك كان امتناعهم عن المعارضة مع شده دوا عيهم الى توهين امره معجزاً فعلى هذين التقدير ين يحصل المعجز كبير ص۱۱۷ ج ۲۔

(٦) ام يقولون تقوله بل لا يومنون فلياتوا بحديث مثله ان كانوا

صدقين سورة الطور پ۲۷.

فلما عجزت قريش عن الاتيان بمثله و قالت ان النبى ﷺ تقوله انزل الله تعالى (ام يقولون تقوله بل لا يومنون فليأتوابحديث مثله ان كانوا صادقين) ثم انزل تعجيزا ابلغ من ذلك فقال (ام يقولون افتراه قل فاتوا بعشرسور مثله مفتريات) فلما عجز وا حطهم عن هذا المقدار الى مثل سورة من السور القصار فقال جل ذكره(وان كنتم فى ريب مما نزلنا على عبدنا فاتوا بسورة مثله) فافحموا عن الجواب و تقطعت بهم الاسباب و عدلوا فى الحروب والعناد۔ اه قرطبى۔ص۷۷ج ۱

اور قرطبی ص۲۹ ج ۱ سے ص۸۷ ج ۱ تک ملاحظہ فرمائیں۔

اور امام رازی کی نہایۃ الایجاز للامام الرازی ص۱۶۱ تا ص۱۶۳ تک ملاحظہ فرمائیں

اعطاء کوثر کے فوائد

الفصل الاول فى وجه الاعجاز فى سورةالكوثر

لجار الله العلامة فى ذلك رسالة وانا اذكر حاصل مافيها فى ہذا الموضع قوله تعالىٰ (انا اعطينا ك الكوثر) فيه ثمان فوائد ۔

(الفائدة الاولىٰ)انه يدل على عطية كثيرة مستندة الى مسعط كبير ومتىٰ كان ذلك كانت النعمة عظيمة

(۱)الصنبور سعف ينبت فى ساق النخلة لا يثمر شيأ اه۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

واراد "بالكوثر" اولاده الى يوم القيامة من امته -جاء فى قراءة
عبد الله (النبى اولىٰ بالمؤمنين من انفسهم (وهو ابوهم)
وازواجه امهاتهم) وايضاً ما اعطاه الله فى الدارين من مزايا الاثرة
والتقديم والثواب لم يعرف كنهه الا الله ومن جملة الكوثر ما
اختصه به من النهر الذى طينه المسك ورضراضه التوم-وعلىٰ
حافاته من اوانى الذهب والفضة مالا تعادّه النجوم-

(الفائدة الثانيه) انه نبى الفصل على المبتداء فدل على
الخصوصية و تحقيقه ما بينا فى باب التقديم و التاخير ان تقديم
المحدث عنه آكد لاثبات الخبر-

(الفائده الثالثه) انه جمع ضمير المتكلم وہو يشعر بعظم
الربوبيته-

(الفائده الرابعة) انه صدر الجملة بحرف التوكيد
الجارى مجرى القسم-

(الفائده الخامسة) انه اورد الفعل بلفظ المضى دلالة
على ان "الكوثر" لم يتناول عطاء العاجلة دون عطاء الآجلة
دلالة على ان المتوقع من سيب الكريم فى حكم الواقع-

(الفائده السادسة) جاء بالكوثر محذوف الموصوف
لان المثبت ليس فيه مافى المحذوف من فرط الابهام والشياع
والتناول على طريق الاتساع-

(الفائده السابعة) اختار الصفة المؤذنة بالكثرة ثم جاء
بها مصروفة من صيغتها-

(الفائده الثامنة) اتى بهذه الصيغة مصدرة باللام
المعرفة لتكون لما يوصف بها شاملة وفى اعطاء معنى الكثرة
كاملة ولما لم تكن للمعهود وجب ان تكون للحقيقة وليس
بعض افرادها اولى من بعض فتكون كاملة وقد دخل فيه
الجواب عن كونه غير معقب ابنا لان بقاء الابن بعده لا يخلوا
عن امرين اما ان يجعل نبيا و ذلك محال لكونه خاتم الانبياء
اولا يجعل نبيًا وذلك يوهم انه خلف سوء فصين عن تلك
الوصية بما اعطى من الخير الكثير و هو حصول الغرض
المتعلق بهم مع انتفاء الوصية اللازمة لو كانوا ولم يكونوا
انبياء-

نماز وقربانی کے حکم کے فوائد

قوله عزوجل (فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ) فيه ثمان فوائد
(الاولى) فاء التعقيب ههنا مستعارة من معنى التسبيب
لمعنيين (احدهما) جعل الانعام الكثير سببا للقيام بشكر المنعم
و عبادته و (ثانيهما) جعله سببا لترك المبالاة بقول العدو فان
سبب نزول السورة ان العاص بن وائل قال ان محمدا

toobaa-elibrary.blogspot.com

صنبورا(۱)۔

فشق ذلك علی رسول اللهﷺ فانزل الله هذه السورة

(الثانية)قصده بالامين التعريض بدين العاص واشباهه بمن كانت عبادته و نحره لغير الله و تثبيت قدمی رسول اللهﷺ علی الصراط المستقيم واخلاصه العبادة لوجهه الكريم

(الثالثه)اشار بها تين العباد تين الی نوعی العبادات اعنی بهما الاعمال البدنية التی الصلاة امامها والمالية التی نحر البدن سنامها۔

(الرابعة)التنبيه علی ما لرسول اللهﷺ من الاختصاص بالصلاة حيث جعلت لعينيه قرة و بنحر البدن التی كانت همته فيه قوية وروی عنهﷺ انه اهدی ماته بدنة فيها جمل لابی جهل فی انفه برة من ذهب۔

(الخامسة)حذف اللام الاخری لدلالته عليها بالاولی

(السادسة)مراعاة حق التسبيح الذی هو من جملة صنعة البديع اذا ساقه قائله مساقا مطبوعا ولم يكن متكلفا ولا مصنوعا۔

(السابعة)انه قال "لربك" و فيه حسنان وروده علی طريق الالتفات التی هی ام من الامهات وصرف الكلام عن

---

(۱) الصنبور سعف ينبت فی ساق النخلة لايثمر شيئاً

لفظ المضمر الی لفظ المظهر و فيه اظهار لكبر ياء شانه وابانة لعزة سلطانه و منه اخذ الخلفاء قولهم يامرك امير المومنين بكذا وعن عمر رضی الله عنه انه حين خطب الازدية الی اهلها قال خطب اليكم سيد شاب قريش مروان بن الحكم و سيدا هل المشرق جرير بحيلة و يخطب اليكم امير المومنين يعنی نفسه۔

(الثامنة)علم بهذا ان من حق العبادة ان يخص العباد بها ربهم وما لكهم وعرض بخطاء من عبد مربوبا وترك عبادة ربه۔

وقوله (ان شانئك) فيه خمس فوائد

(الاولیٰ) علل الامر بالاقبال علی شانئته وترك الاحتفال بشانئه علی سبيل الاستناف الذی هو جنس حسن الموقع و قد كثرت فی التنزيل مواقعه۔

(الثانية)وينحوه ان تجعلها جملةالاعتراض مرسلة ارسال الحكمة لخاتمة الاغراض كقوله تعالیٰ (ان خير من استأجرت القوی الامين) وعنی بالشانی العاص بن وائل۔

(الثالثه)انما ذكره بصفته لاباسمه ليتناول من كان فی مثل حاله فی كيده لدين الحق۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(الرابعة) صدر الجملة بحرف التوكيد وفيه انه لم يتوجه بقيله ولم يقصد به الا فصاح عن الحق -ولم ينطق الاعن الشنئان الذى هو قريب البغى والحسد -وعن البغضاء التى هى نتيجة الغيظ والحرد -ولذلك وسمه بما ينبئى عن المقت الاشد-

(الخامسة)جعل الخبر معرفةليتم البتر للعدو الشانئ حتىٰ كانه الجمهور الذى يقال له الصنبور- ثم هذه السورة مع علو مطلعها وتمام مقطعها واتصافها مما هو طراز الامر كله من مجيئها مشحونة بالنكت الجلائل مكتنزة بالمحاسن غيرالقلائل فهى خالية من تصنع من يتناول التنكيت وتعمل من يتعاطى التبكيت آه

قرآن ہزاروں معجزات پر مشتمل ہے

فى القرآن آلاف المعجزات

علمنا من قبل ان القرآن يزيدعلىٰ مائتى آية وستة آلاف آية وعلمنا ان حبل التحدى قدطال حتى صار بسورة وان السورة تصدق بسورةالكوثر وهى ثلاث آيات قصار وان مقداها من آية او آيات طويلةله حكم السورة وان لاسلوب التنزيل سبع خواص لا توجد واحده منها على كما لها فى أى كلام

آخر-

فيخلص لنا فى ضوء هذه الحقائق ان القرآن مشتمل على آلاف من المعجزات لا معجزة واحدة كما يبدو لبعض السندج والسطحين ؟واذااضفناالى هذا مايحمل القرآن من وجوه الاعجاز التاليةتراء ت لنامعجزات متنوعات شتى تجل عن الاحصاء والتعداد وسبحان من يجعل من الواحد كثيرة ومن الفرد امة (او لم يكفهم انا انزلناعليك الكتاب يتلى عليهم ان فى ذلك لرحمة وذكرىٰ لقوم يؤمنون) (لوانزلنا هذا القرآن على جبل لرأيته خاشعا متصدعاً من خشية الله) (ولو ان قرآناً سيرت به الجبال او قطعت به الارض او كلم به الموتىٰ)اى لكان هذا القرآن -

قرآنی معجزات ہمیشہ کے لئے ہیں

معجزات القرآن خالدة

وهنا نلفت النظر الى ان القرآن بما اشتمل عليه من هذه المعجزات الكثيرقد كتب له الخلودفلم يذهب بذهاب الايام ولم يمت بموت الرسول عليه الصلوٰةوالسلام بل هو قائم فى فم الدنيا يحاج كل مكذب ويتحدىٰ كل منكر ويدعو امم العالم جمعاء الى ما فيه من هداية الاسلام وسعادة بنى الانسان

toobaa-elibrary.blogspot.com

ومن هذا يظهر الفرق جليا بين معجزات نبی الانسان ﷺ ومعجزات اخوانه من الانبیاء علیهم ازكیٰ الصلوة واتم السلام فمعجزات محمد ﷺ فی القرآن وحده آلاف مؤلفة وهی متمتعة بالبقاء الی الیوم والی ما بعد الیوم حتیٰ یرث الله الارض ومن علیها اما معجزات سائر الرسل فمحدودة العدد قصیرة الامد ذهبت بذهاب زمانهم وماتت بموتهم ومن یطلبها الآن الا فی خبر كان ولا یسلم له شاهد بها الا هذا القرآن ؟ وتلك نعمة یمنها القرآن علی سائر الكتب والرسل وما صح من الادیان كافة قال تعالیٰ (وانزلنا الیك الكتاب بالحق مصدقاً لما بین یدیه من الكتاب ومهیمناً علیه) وقال عز اسمه (آمن الرسول بما انزل الیه من ربه والمؤمنون كل آمن بالله وملائكته و كتبه ورسله لا نفرق بین احد من رسله) آه مناهل العرفان فی علوم القرآن ص ۲۳۲ ج ۲

ساری دنیا کے لئے چیلنج

سورہ ھود پ ۱۱ ”ام یقولون افتراه قل فأتوا بعشر سور مثله مفتریات وادعوا من استطعتم من دون الله ان كنتم صادقین -

(ترجمہ: یا یہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے خدا پر قرآن کی تہمت لگائی ہے کہد یجئے ایسا

ہے تو تم دس سورتیں ان جیسی گھڑی ہوئی لاؤ، اور خدا کے علاوہ جس کو چاہو یہ دعوت دے سکو، دیدو، اگر تم سچے ہو۔)

ایک سو چودہ سورتوں میں بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی تک دس سورتوں کے لانے پر پوری دنیا کو چیلنج رہا۔ عوام کو ہی نہیں خواص سے زیادہ خواص کو بھی خدا تعالیٰ کے سوا ہر بڑے سے بڑے کو یہ چیلنج چودہ سو سال سے اب تک سب کو اور سب کے معبودوں کو رہا اور کسی کی رگ غیرت نہ پھڑک سکی۔

پھر اور گنجائش دی کہ دس سورت نہیں تو ایک ہی سورت لادو۔ سورۃ یونس پ ۱۱ میں ارشاد ہے ”ام یقولون افتراه قل فأتوا بسورة مثله وادعوا من استطعتم من دون الله “ ترجمہ (یا یہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی نے تہمت لگائی ہے تو تم ایک ہی ایسی سورت لادو)۔ اور سورۃ بقرہ پ ۱ میں ہے ”وان كنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فأتوا بسورة من مثله “ ترجمہ (اگر تم شک کرتے ہو اس میں جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے تو تم ایک ہی سورۃ مثل لاؤ! یعنی اس جگہ دو معجزے ہیں ایک تو ایسی ایک بھی سورۃ نہ لاسکنا۔ دوسرا معجزہ ان جیسے شخص سے جو امی ہو، عرفی پڑھا لکھا نہ ہو، اس سی لادو۔ اب خیال کریں کہ شاعری و بلاغت کا فطری غرور کس قدر تلملایا ہوگا کہ ساری دنیا کو چیلنج ہے اور کوئی بھی نہیں لاسکا۔

شبہ ہوسکتا ہے کہ شاید کوئی لایا ہو مگر نقل نہیں کیا گیا ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ یہ شبہ بے اصل ہے کیونکہ کافروں کی اکثریت تھی اور مسلمان تھوڑے تھے۔ (۱)

---

(۱) مطلب یہ ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو کفار اسکو ضرور نقل کرتے کیونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان کا نقل نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ کسی نے اس کی مثل آج تک پیش ہی نہیں کیا نہ آئندہ کر سکے گا۔ ۱۲ خلیل احمد تھانوی

toobaa-elibrary.blogspot.com

مبارک باد حفظ قرآن (مولانا) حافظ محمود اشرف عثمانی پسر مولانا محمد زکی کیفیؒ

خدائے وحدہ کا خاص جب احسان ہوتا ہے
تو پتلا خاک کا یوں حافظ قرآن ہوتا ہے

قوی، کمزور حافظ دیکھ کر ایمان ہوتا ہے
کہ "یسرناہ للذکر" آج تک اعلان ہوتا ہے

"فھل من مدکر" کا یوں ظہور شان ہوتا ہے
کہ کمسن بچہ تک بھی حامل قرآن ہوتا ہے

کتاب اتنی بڑی اور ہفت سالہ بچہ حافظ ہو
کھلے اعجاز پر حساس دل قربان ہوتا ہے

کلاموں میں کلام اللہ کی اک شان عالی ہے
کہ ہر موجود سے اللہ عالیشان ہوتا ہے

وہ دل جس میں کلام اللہ ہو کیا پوچھنا اس کا
یقیناً وہ ہر اک دل سے بڑا ذیشان ہوتا ہے

کلام اللہ دوزخ میں کبھی جا ہی نہیں سکتا
یہ جس رگ رگ میں ہو اس کا بھی یوں حفظان ہوتا ہے

خدا کا وعدہ ہے لاریب قرآن کی حفاظت کا
دل حافظ خدائی جوہروں کی کان ہوتا ہے

شفاعت جبکہ خود قرآن کردیتا ہے حافظ کی
اعزہ اقربا کا کام بھی آسان ہوتا ہے

AF:164

ملے حافظ کے ماں اور باپ کو جب تاج نورانی
تو پھر ہر شخص کو اس وقت کا ارمان ہوتا ہے

تلاوت میں جو ایک اک حرف پر دس نیکیاں ہونگی
تو ساری عمر کتنا دیکھئے سامان ہوتا ہے

مبارک ہو میاں محمود [1] تم کو اس قدر نعمت
کہ تم پر حق تعالیٰ کا بڑا احسان ہوتا ہے

خدا نے آج تو حافظ بنایا تم کو قرآن کا
مگر حافظ وہ ہے جو ماہر قرآن ہوتا ہے

خدا وہ دن کرے تم حافظ و قاری ہو عالم ہو
وہ عالم ہو کہ جس پر سایہ رحمان ہوتا ہے

کرو تم نام روشن خاندان علم و تقویٰ کا
وہ رتبہ پاؤ جو علم و عمل کی جان ہوتا ہے

مبارک ہو تمہارے سب عزیزوں کو مبارک ہو
کہ آغاز اب سے تم پر علم کا فیضان ہوتا ہے

(۱) یہ نظم حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ نے مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ کے پوتے مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی کے ختم قرآن کے موقع پر لکھی تھی جبکہ انہوں نے سات سال کی عمر میں تکمیل قرآن حکیم کی سعادت حاصل کی۔ مفتی صاحبؒ نے اگلے اشعار میں جن دعاؤں کا ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو پورا کیا کہ اس وقت کے میاں محمود آج دارالعلوم کراچی میں مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی مسند افتاء پر فائز ہیں اور استاد الحدیث ہیں اور حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ماہر قرآن و عالم باعمل بھی ہیں (خلیل)